احکامِ مساجد

www.KitaboSunnat.com

تالیف و پیشکش

الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترجمان سپریم کورٹ الخبر، سعودی عرب

ترتیب تبییض

حافظ ارشاد الحق

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ - سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

احکام مساجد

تالیف و پیشکش

الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترجمان سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون مراکز الدعوہ والارشاد

الدمام (سعودی عرب)

ترتیب و تبویب

حافظ ارشاد الحق

فاضل مدینہ یونیورسٹی، الذید، متحدہ عرب امارات

ملنے کا پتہ

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

0300-6439897

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	احکام مساجد
تالیف وپیشکش	الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ
ترتیب وتبییض	حافظ ارشاد الحق
باہتمام	غلام مصطفےٰ فاروق
طبع اول	جنوری 2004

پاکستان میں ملنے کے پتے

لاہور
مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ 7237184
اسلامی اکیڈمی 17 اردو بازار 7357587
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار 7351524
کتاب سرائے فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ اردو بازار 7320318
مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی اردو بازار 7321823

گوجرانوالہ
مدینہ کتاب گھر اردو بازار 219791 ☆ والی کتاب گھر اردو بازار

ملتان
فاروق کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ 541809

اسلام آباد
دار العلم 699 آبپارہ مارکیٹ

راولپنڈی
تنظیم الدعوہ الی القرآن والسنہ، گوالمنڈی

سیالکوٹ
الفرقان اسلامک بک سنٹر بانو بازار ☆ گلزار بک ڈپو اردو بازار

ڈسکہ
شمس الھدیٰ کیسٹ ہاؤس وڈالہ روڈ نزد کچہری چوک
دار الحسنیٰ، العصر پرنٹرز سمبڑیال روڈ ڈسکہ

کراچی
مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کوٹ روڈ، کراچی
مکتبہ ابو بیہ محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ

ہندوستان میں ملنے کے پتے

- توحید پبلی کیشنز ایس۔آر۔کے گارڈن بنگلور 6650618
- چار مینار بک سنٹر چار مینار روڈ شیواجی نگر بنگلور 560051 ☢ میسور 492129

Contact:E-Mail:tawheed_pbs@hotmail.com

کمپوزنگ: حافظ عابد الٰہی مدرس جامعہ شمس الھدیٰ ڈسکہ 0300-6456033

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

❁ فضائل تعمیر مساجد قرآن کی نظر میں	7
❁ فضائل تعمیر مساجد حدیث کی روشنی میں	9
✪ جنت میں گھر	9
❁ مساجد کی زرکاری وگل کاری کی ممانعت	17
✪ فخر ومباہات	20
❁ مسجد نبوی ﷺ کی تجدید وتوسیع	21
✪ رخصت وتقریب	25
• اولاً	25
• ثانیاً	25
❁ مساجد کی صفائی وستھرائی	29
❁ مساجد کے لئے خادم	33
❁ قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت	35
✪ قبلہ رو تھوکنے کی چار صورتیں	36
✪ پہلی دو صورتوں کی ممانعت	36
✪ دوسری دونوں صورتوں میں اور مطلقاً ممانعت	42
⊛ دلائل ممانعت	43
❁ دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت	48
✪ ممانعت کے دلائل	49
⊛ اثر اول	52
• اثر ثانی	52
⊛ اثر ثالث	52
✪ اسباب ممانعت	53
✪ بعض اشکالات اور ان کا حل	53
⊛ پہلا اشکال یا سوال	54
⊛ پہلا جواب	54
⊛ دوسرا جواب	54
⊛ تیسرا جواب	55
✪ دوسرا اشکال یا سوال	56
⊛ جواب	57
✪ تیسرا اشکال یا سوال	59
⊛ جواب	59
✪ نیکی قبول گناہ معاف	61
✪ بھول چوک معاف	62
❁ مسجد میں گمشدگی کا اعلان کرنا	67
✪ عدم جواز کی پہلی دلیل	68
⊛ دوسری دلیل	69
⊛ تیسری دلیل	70
⊛ چوتھی دلیل	71
⊛ پانچویں دلیل	71
⊛ چھٹی دلیل	72
✪ مجوزین اور ان کے دلائل	74
✪ پہلی دلیل	74

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- جائزہ 75
- دوسری دلیل 77
- جائزہ 78
- تیسری دلیل 78
- جائزہ 78
- ایک مناسب حل 80
- مساجد میں خرید و فروخت 81
- مساجد میں شعر گوئی 83
- دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت و موافقت 85
- اولاً 86
- ثانیاً 86
- ثالثاً 89
- مساجد کے خطباء کی ذمہ داریاں 90
- اول 90
- دوم 90
- سوم 90
- چہارم 91
- پنجم 91
- ششم 91
- مساجد کے قصہ خواں 93
- مساجد میں دنیاوی بات چیت 94
- تنبیہ 96
- فضیلت علم و طالب علم 97
- العودة الی المقصود 103
- بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا 107
- ترکاریوں کا پکا لینے کے بعد ان کا حکم 111
- عذر کی حالت میں 118
- تمام مساجد کے لئے ایک عام حکم 120
- مساجد کے علاوہ بعض دیگر مقامات 122
- مولی کا حکم 123
- بعض دیگر اشیاء 124
- لمحہ فکریہ 125
- چند تدابیر 126
- پسینے سے عدم احتراز 127
- تمباکو نوشی 129
- مساجد میں کھانا پکانا 133
- مساجد میں سونا اور بعض دیگر امور 138
- مساجد میں سونے یا لیٹنے کے آداب 141
- پاؤں دراز کر کے ایک دوسرے پر رکھنا 141
- ایک تعارض اور اس کا حل 143
- بیٹھنے کے چار مسنون انداز 145
- احتباء 145
- تربع 147
- قرفصاء 148

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اقعاء 149
- آمدم برسر مطلب 150
- پیٹ کے بل نہ لیٹنا 152
- دائیں پہلو پر لیٹنا 154
- دائیں ہتھیلی پر اپنا دائیاں رخسار رکھنا 155
- دعا کرنا 156
- ایک دفعہ بیدار ہو کر بستر سے اترنا اور پھر سونا 159
- آمدم برسر مطلب 163
- عورت کا مسجد میں سونا 163
- مسجد میں بے وضو داخل ہونا 165
- لفظ حدث کی تشریح 166
- مصلّی سے مراد 167
- مسجد میں بے وضو داخل ہونا 169
- مسجد میں غیر مسلم (مشرک) کا داخل ہونا 171
- مانعین کے دلائل 172
- قائلین جواز کا مانعین کو جواب اور دلائل جواز 176
- اولاً 180
- ثانیاً 180
- ثالثاً 180
- رابعاً 180
- خامساً 181
- سادساً 181
- سابعاً 181
- ثامناً 181
- اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں عدم فرق 182
- مساجد میں رہائش 185
- سوال 185
- الجواب بعون الوہاب 189
- مساجد میں قضاء ولعان 189
- لعان 192
- مساجد میں حدود وتعزیرات کا نفاذ 197
- مساجد میں آواز بلند کرنا 204
- مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا 209
- استثنائی صورتیں 212
- مسجد میں تعویز گنڈے بیچنے، جادو ٹونے اور منتر جنتر کرنے والوں کا قیام 214
- ان لوگوں کی خدمت میں 215
- مجذوب لوگوں کو مساجد میں جگہ دینا 222
- مساجد میں بلیاں چھوڑنا 226
- بچوں کو مساجد میں لے جانا 228

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مساجد کو بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب و مدرسہ بنانا ... 229
- بچوں کا مسجد میں آنا یا لانا ... 232
- کیا بچے مسجد میں آ سکتے ہیں؟ ایک سوال ... 233
- الجواب بعون الوہاب ... 233
- مساجد سے جلوس نکالنا ... 237
- مسجد میں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا ... 239
- کراہت یا ممانعت ... 242
- پہلا ... 242
- دوسرا ... 242
- تیسرا ... 242
- چوتھا ... 242
- پانچواں ... 242
- انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی چار صورتیں ... 242
- پہلی صورت ... 243
- دوسری صورت ... 243
- تیسری صورت ... 243
- چوتھی صورت ... 243
- خواتین کیلئے حکم ... 244
- جواز کی صورتیں اور رفع اعتراض ... 244
- انگلیاں چٹخانا ... 250
- مسجد میں نماز عیدین ... 252
- مسجد میں نماز جنازہ ... 255
- مسجد سے باہر نماز جنازہ کی افضلیت ... 260
- مانعین کی دلیل اور اس کا جائزہ ... 263
- رفع تعارض ... 264
- پہلا جواب ... 265
- دوسرا جواب ... 265
- تیسرا جواب ... 266
- چوتھا جواب ... 266
- تدفین تک موجود رہنے کا اجر و ثواب ... 267
- پانچواں جواب ... 270
- امام طحاوی کا دعویٰ نسخ اور اس کا جائزہ ... 270
- مساجد کے نام رکھنا ... 272
- مشہور مسلک ... 273
- مساجد کے دروازے بند کرنا ... 277
- دوسری رائے ... 280
- متروک مساجد کا سامان اور زمین ... 283
- کرائے کی جگہ کو مسجد بنانا ... 285

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل تعمیر مساجد

قرآن کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ توبہ آیت ۱۷، اور ۱۸ میں تعمیر مساجد کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾

''مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ اور ہمیشہ نار جہنم میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجد وہی آباد کرتا ہے۔ جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اور نماز قائم کرتا ہو، اور زکوۃ ادا کرتا ہو، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہدایت والوں میں سے ہوں گے۔''

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مذاہب باطلہ و افکار ضالہ کے لئے شمشیر برہنہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ جن کے ساتھ مباہلہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجے میں مرزائیوں کا پاگل پیشوا مرزا غلام احمد اپنے انجام کو پہنچا وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مشرکوں کو بھی ایک غلط خیال جم رہا ہے۔ کہ ہم مسجد الحرام کی تعمیر و آبادی کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں ہمیں ثواب ملے گا، حالانکہ قانون الٰہی میں مشرکوں سے ممکن ہی نہیں کہ، جس حالت میں وہ اپنے حق میں کفر کے مقر ہوں، وہ اللہ کی مسجدیں بھی آباد کریں کیونکہ مسجدیں خالص توحیدی عبادت کے لئے ہیں۔ اور یہ کام خالص موحدین کا حصہ ہے۔ ان مشرکوں کے تو اعمال ضائع و برباد ہیں، اور یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، اور خود نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ کیونکہ مسجد کی آبادی یہ ہے کہ اس میں اللہ کی خالص عبادت ہو۔" (۱)

غرض تعمیر و آبادی مسجد کی خدمت انجام دینے والوں کو اللہ کی طرف سے یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے، وہ ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کی تفسیر کے لئے ابن کثیر (۳۴۰/۲، ۳۴۱۔ دارالمعرفہ) تفسیر قرطبی (۵۸/۶/۴ دارالکتب العلمیہ)، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی (۲۵۴ مغربی جرمنی) اور دیگر کتب تفسیر دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۱) تفسیر ثنائی ص ۲۲٦ طبع ثنائی اکیڈمی لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل تعمیر مساجد

حدیث کی روشنی میں

مساجد کی دیکھ ریکھ اور تعمیر و ترقی میں کوشاں اور ان کی آبادی میں دلی سکون محسوس کرنے والوں کے بارے میں اس قرآنی شہادت ایمان سے بڑھ کر اس عمل کی اور فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ جب کہ اسی پر بس نہیں بلکہ حدیث شریف میں بھی تعمیر مسجد کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ

جنت میں گھر:

صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1: (مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ) (۲)

''جس نے رضائے الٰہی کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

(بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ) (۳)

''اللہ اس کے لئے ویسا ہی مکان جنت میں بناتا ہے۔''

2: اور رضائے الٰہی کا حصول شرط ہے۔ ورنہ ریاء کاری تو عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

---

(۲) بخاری ۴۵۰، مختصر مسلم ۲۴۰، صحیح ترمذی ۲۶۳، ابن ماجہ ۷۳۲،
صحیح الجامع ۶۱۳۱

(۳) بخاری ۴۵۰، مسلم مع نووی ۱۴/۵/۳، صحیح ترغیب ۲۶۴،
صحیح الجامع ۶۱۳۱، منتقیٰ مع نیل ۱۴۷/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے تعمیر مسجد کے لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ بنیاد بتائی ہے کہ اخلاص وللہیت ہو۔ فخر و مباحات اور نمود و نمائش نہ ہو۔ چنانچہ اس بات کی صراحت ایک دوسری حدیث میں موجود ہے۔ جس میں طبرانی اوسط کی روایت کے مطابق ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ بَنٰی اِلَّا یُرِیْدُ بِهٖ رِیَاءً وَّلَا سُمْعَةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ) (۴)

''جس نے کوئی مسجد بنائی جس سے اس کی غرض ریاء کاری و دکھلاوا نہیں ہے۔ (بلکہ لوجہ اللہ بنائی) اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''

3: اور بعض احادیث میں اس اجر وفضیلت کے لئے ایک اور شرط بھی لگائی گئی ہے۔ کہ وہ مسجد ایسی جگہ پر ہو۔ جہاں لوگ نماز پڑھتے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں مسجد بنادی، اسے خوب سجایا اور نماز و جماعت کا کوئی اہتمام نہیں۔ بلکہ بند کئے رکھی یا ایسی جگہ بنائی جہاں لوگوں کا گزر ہی نہیں ہوتا تو ظاہر ہے۔ کہ ایسی مسجد کا ثواب بھی تو ایسا ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسند احمد وطبرانی میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یُصَلّٰی فِیْهِ بَنَی اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِی الْجَنَّةِ اَفْضَلَ مِنْهُ) (۵)

''جس نے ایسی مسجد بنائی جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں اس سے بھی عالی شان مکان بناتا ہے۔''

4: جب کہ نسائی ومسند احمد وشرح السنہ بغوی میں حضرت عمرو بن عبسہؓ سے، اور صحیح ابن حبان وسنن ابن ماجہ میں حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(۴) صحیح الترغیب ۲۷۲

(۵) مسند احمد و طبرانی بحوالہ صحیح ترغیب ۲۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا یُذْکَرُ فِیْہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ) (٦)

''جس نے ایسی مسجد تعمیر کی جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''

پہلی حدیث میں ''یُصَلّٰی فِیْہِ'' اور اس حدیث میں ''یُذْکَرُ فِیْہِ'' کے الفاظ ہیں۔ جب کہ معنیٰ و مفہوم دونوں کا نماز پڑھنے والوں کو بالا ولیٰ شامل ہے۔ کیونکہ نماز بھی تو ذکر الٰہی ہے۔

5: اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ بہت بڑی جامع مسجد ہی بنائیں۔ تب جا کر یہ اجر و ثواب ملتا ہے۔ بلکہ یہ تو چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح کی مسجد بنانے پر ملتا ہے۔ جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی حدیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا صَغِیْرًا کَانَ اَوْ کَبِیْرًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ) (٧)

''جس نے کوئی چھوٹی یا بڑی مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''

6: بعض احادیث میں تو اس حد تک بھی ذکر آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کبوتر کی مانند پرندے قطا کے گھونسلے جتنی مسجد بنائے تب بھی اسے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر عطا فرمائے گا۔ اور قطا کبوتر کی مانند وہ پرندہ ہے۔ جو پانی کی تلاش میں کوسوں (میلوں) دور نکل جاتا ہے، اور پھر گھونسلے میں چلا آتا ہے۔ اور اپنے بچے کو پانی پلاتا ہے۔ اور یہ وہیں رہتا ہے۔ جہاں عموماً قرب و جوار میں گھاس اور پانی موجود

(٦) مسند احمد ١١٣/٤۔ شرح السنہ ، ٢٤٢ باب ثواب العتق ، صحیح نسائی ٦٦٤، ابن ماجہ ٧٣٥ ، ابن حبان الموارد ٣٢٠، صحیح ترغیب ٢٦٦، مشکوٰۃ ١٠١١/٢

(٧) صحیح الترغیب و الترھیب ٢٦٩، ضعیف الترمذی ٥٠، ضعیف الجامع ٥٥١٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔عرب کے لوگ اس کی آواز سے پہچان لیتے تھے کہ یہاں قریب ہی کہیں پانی موجود ہے۔اورعرب اس پرندے کو "صدوق" بھی کہتے ہیں۔(۸)

اس پرندے قطا کے گھونسلے کے برابر مسجد تعمیر کرنے پر بھی جنت میں گھر کی بشارت مسند بزار، معجم طبرانی صغیراور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی حدیث میں ہے۔جس میں نبی اکرم ﷺ کاارشادگرامی ہے:

(مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا قَدْرَ مَفْحَصِ قَطَاۃٍ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ) (۹)

"جس نے قطا کے گھونسلے کے بقدر بھی مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔"

7: جب کہ مسند احمد و بزار میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا وَ لَوْ کَمَفْحَصِ قَطَاۃٍ لِبَیْضِھَا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ) (۱۰)

"جس نے اگرچہ صرف اتنی سی مسجد بنائی جتنا کہ قطا انڈے دینے کے لئے گھونسلا بناتا ہے۔اللہ اس کے لئے بھی جنت میں گھر بناتا ہے۔"

8: جب کہ سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ میں حضرت جابرؓ سے تو اس سے بھی چھوٹی مسجد پر جنت میں گھر کی بشارت وارد ہوئی ہے۔چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں۔کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۸) لغت الحدیث ۱۲٦/٥، کتاب ق۔ مصباح اللغات ص ٦٩٣ طبع مکتبہ برھان جامع مسجد دھلی

(۹) ابن حبان، الموارد ۱۰۳، مسند بزار و معجم طبرانی بحوالہ صحیح ترغیب ٢٦٥

(۱۰) مسند احمد و بزار صحیح ترغیب ۲٦۸، صحیح الجامع ٦۱۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَنْ بَنَى لِلّٰہِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ اَوْ اَصْغَرَ بَنَى اللّٰہُ لَہٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ) (۱۱)

''جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی، اگر چہ وہ قطا نامی پرندے کے گھونسلے جتنی یا اس سے بھی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''

اور قطا کے گھونسلے والے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عثمانؓ والی حدیث میں، طبرانی اوسط میں حضرت ابن انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں اور حلیۃ الاولیاء ابونعیم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ (۱۲)

اور اکثر اہل علم نے گھونسلے کے ذکر کو مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ قطا کے انڈے دینے اور سونے والا گھونسلا تو اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اتنی جگہ پر کوئی نماز پڑھی جا سکے۔ اور اس لفظ کے برائے مبالغہ ہونے کی تائید حضرت جابرؓ سے مروی حدیث کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ جو ابھی ہی ہم نے ذکر کی ہے۔

اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد مبالغہ نہیں۔ بلکہ اس سے اس کا ظاہر معنیٰ و مفہوم ہی مراد ہے۔ کہ کہیں مسجد میں اتنی ہی ضرورت تھی جو پوری کر دی گئی تو اس اضافے کا یہ مقام ہوگا۔ یا پھر یہ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت یعنی کئی فرد نے مشترکہ طور پر ایک مسجد تعمیر کی۔ اور ہر ایک کے حصہ میں پوری مسجد سے اتنی جگہ کا تعمیر کرنا ہی آیا جتنا کہ گھونسلا ہوتا ہے۔ تب بھی اسے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر عطا کرے گا۔ اور جنت میں گھر کا ملنا خود دخول جنت کی صاف صاف ضمانت ہے۔

(۱۱) ابن ماجہ ۷۳۸، صحیح الجامع ۲۱۶۸، صحیح ترغیب ۲۶۷

(۱۲) فتح الباری ۱/ ۵۴۵، نیل الاوطار ۱/۲/ ۱۴۸، ۱۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ جو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اس گھر میں کیسے داخل ہوگا۔ جو اس کے لئے جنت میں بنایا جائے گا۔ تو گویا جنت میں گھر ملنے کا صاف صاف مفہوم جنت میں داخل کیا جانا ہے۔ (۱۳)

9: بہر حال جنت میں داخل کئے جانے اور جنت میں گھر عطا کئے جانے کی بشارتیں بعض دیگر احادیث میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک امیر المومنین حضرت علیؓ سے ابن ماجہ میں مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ) (۱۴)

''جس نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔''

10: اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور معجم طبرانی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْسَعَ مِنْهُ) (۱۵)

''جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے اس مسجد سے بھی بڑا گھر بناتا ہے۔''

11: سنن ابن ماجہ و بیہقی اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ مرنے کے بعد مومن کو اس کے جن اعمال کی نیکیاں پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے:

---

(۱۳) حوالہ جات بالا

(۱٤) ابن ماجه ۷۳۷، صحيح الجامع ٦١٢٧

(۱٥) صحيح الترغيب ۲۷۰، فتح الباري ٥٤٦/١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① اس کا سکھلایا ہوا اور نشر و عام کیا ہوا علم۔

② نیک اولاد۔

③ وراثت میں چھوڑا ہوا مصحف یعنی قرآن مجید۔

④ اس کا بنایا ہوا مسافر خانہ۔

⑤ اس کی جاری کردہ پانی کی نہر۔

⑥ اور اس کا نکالا ہوا وہ صدقہ جو اس نے باہوش و حواس اور تندرست ہونے کی حالت میں کیا ہو۔

⑦ اور ان چھ اعمال کے علاوہ ایک ساتواں عمل اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے جو بتایا ہے وہ ہے۔

(اَوْ بَنَاهُ مَسْجِدًا) (١٦)

''یا اس نے کوئی مسجد بنادی ہو۔''

اور یہ جو بعض احادیث میں اس مسجد سے بھی بڑا اور کھلا گھر دینے یا اس مسجد سے افضل مکان دینے کا یا اسی کے مثل گھر تعمیر کرنے کا ذکر آیا ہے۔ تو یہ ہے ''جزاء من جنس العمل'' رہا مثل افضل یا وسیع تو یہ کوئی مقابلے کی باتیں نہیں۔ کیونکہ ایک صحیح حدیث کی رو سے جنت کی تو ایک بالشت جگہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے، اور جنت میں گھر اگرچہ کمیت و گنتی میں ایک ہی ہوگا۔ البتہ کیفیت اور حسن و جمال نیز شان و شوکت میں بدرجہا بہتر ہوگا۔ (١٧)

---

(١٦) صحيح الترغيب ٧٤، ١٠٨، ٢٧٣، ابن ماجه ٢٤٢۔ ایسے ہی شعب الایمان بیهقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور معجم طبرانی میں حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے حسن درجہ کی احادیث مروی ہیں۔ انظر الفتح ١/٥٤٥

(١٧) للتفصيل فتح الباري، نيل الاوطار ايضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12: ہم تعمیر مسجد کے فضائل کو ایک ایسی حدیث پر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے بعد کسی دوسری فضیلت کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ اور وہ حدیث ایسی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے مساجد کو اللہ کے گھر قرار دیا ہے۔

خانہ کعبہ تو اللہ کا گھر ہے ''بیت اللہ'' معروف ہے۔ جب کہ مسجد تعمیر کرنے والے کو قیامت کے دن جنت کی بشارت اور جنت میں گھر دینے کی خوشخبری کے لئے نبی اکرم ﷺ نے جو عمل بتایا ہے۔ ''الفوائد للسمویہ'' میں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی روایت کے مطابق وہ عمل ہے:

(مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ بَیْتًا) (۱۸)

''کہ جس نے اللہ کے لئے گھر بنایا''

اندازہ فرمائیں کہ نبی اکرم ﷺ کی تعبیر جمیل کے مطابق جو شخص اللہ کا گھر تعمیر کرے گا۔ اسے خالق کائنات سے کیا خوشنودیاں اور انعامات نہیں ملیں گے؟

اور اسی حدیث میں یہ صراحت بھی آ گئی کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہوتے ہیں۔ یہ کوئی عام سی عمارتیں نہیں ہوتیں۔ انہیں تو اللہ کے گھر ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی عزت و قدر اور احترام و اکرام بھی اسی نظر سے کرنا چاہئے۔

(۱۸) بحوالہ فتح الباری ۱/۵٤٥ و حسنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کی زرگاری وگل کاری کی ممانعت

البتہ یہاں ایک بات پیش نظر رہے۔ کہ اسلام سادگی کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات سادہ ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں سے سادگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مساجد کے سلسلہ میں بھی اسی سادگی کا حکم دیا ہے۔ کہ ان میں زرکاریاں یا گل کاریاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ نقش ونگار اور بیل بوٹے اسلام کے مزاج سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ خاص مساجد کے علاوہ بھی بعض امور سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً صحیح بخاری ومسلم، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے گھر میں کوئی ایسا پردہ لگایا جس میں کہ تصاویر تھیں۔

(فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنزَعَهُ) (۱۹)

''نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس پردے کو اتار دیا۔''

بخاری ومسند احمد کے مطابق حضرت عائشہؓ کے بقول ہی نبی اکرم ﷺ نے ایسے پردے کی موجودگی میں نماز پڑھی تو فرمایا:

(اَزِیْلِیْ (اَمِیْطِیْ) عَنِّیْ قِرَامَکِ هٰذَا فَاِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِیْرُهُ تَعْرِضُ لِیْ فِیْ صَلٰوتِیْ) (۲۰)

''اپنا یہ پردہ میرے سامنے سے زائل و غائب کر دو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔''

ان احادیث میں ایک تو تصویروں کو آویزاں کرنے کی ممانعت و مذمت

---

(۱۹) بخاری ۵۹۵۴، ۵۹۵۵۔ مسلم مع نووی ۱۴/۷/۸۶ تا ۸۹۔
منتقی مع نیل الاوطار ۲۴۷۹، ۶۱۰۹۔ ۱/۲/۱۰۳ واللفظ لہ
(۲۰) ریاض الصالحین صفحہ ۶۳۱، ۶۳۲۔ منتقی مع نیل ۱/۲/۱۶۳، ۱۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی کوئی سجاوٹ والی چیز جو تصویروں یا عام نقش و نگار والی ہو۔ نمازی کے سامنے یا قریب اس کا وجود ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔ کیونکہ اس سے نماز میں خشوع و خضوع متاثر ہوتا ہے۔ اور یہ تو گھر یا عام جگہ کا معاملہ ہے۔ اور اس سے ہی اسلام کا مزاج سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مساجد جو بنی ہی صرف عبادت کے لئے ہوں۔ ان میں نقش و نگار اور بیل بوٹوں کو کیسے گوارا کرے گا۔

یہی وجوہات ہیں کہ تعمیر مساجد کا بے شمار اجر و ثواب بیان کرنے اور اس کی ترغیب دلانے کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمادیا کہ مساجد میں بیل بوٹے اور نقش و نگار بنا کر انہیں مزخرف نہ کیا جائے۔ اور نہ ان کی تعمیر میں اسراف و تبذیر سے کام لیا جائے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَاأُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ) (۲۱)

"مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں اونچی اونچی مساجد تعمیر کروں۔"

اس حدیث میں وارد لفظ "تشییـد" کا معنیٰ "شـرح السـنـه" میں امام بغویؒ نے، ایسے ہی ابن ارسلان نے اونچی اونچی عمارت والی مسجد بنانا ہی لکھا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ قرآن کریم کی سورہ نور آیت ۳۶ میں جو ارشاد الٰہی ہے:

﴿فِيْ بُيُوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾

"ایسے گھروں میں جنہیں بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے۔"

اس آیت میں اگرچہ "تـرفـع" کا ظاہری و حقیقی معنیٰ تو بلندی کرنا ہی ہے۔ لیکن

(۲۱) صحیح ابی داؤد حدیث نمبر ۴۲۱۔ الموارد ۳۰۵۔ لیکن اس میں بعد والے الفاظ ہیں۔
منتقی ۱/۲/۱۴۹، ۱۵۰۔ صحیح الجامع ۳/۵/۱۲۷۔ مشکوٰۃ ۱/۲۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لفظ سے اس کا مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور "ترفع" کا وہ مجازی معنی ہے مساجد کی تعظیم کرنا کہ اس میں کسی غیر اللہ کا ذکر نہ ہو۔ انہیں ہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک صاف رکھا جائے۔ اور ان میں شور وشغب کی آوازیں بلند نہ کی جائیں۔ بلکہ انہیں ان تمام امور سے بالاتر رکھا جائے۔

اس ذکر کی گئی حدیث کی روشنی میں اس آیت کا یہی مجازی معنی ہی متعین ہوتا ہے۔ ورنہ قرآن وسنت میں تصادم لازم آئے گا۔ جو کہ درحقیقت ہوتا ہی نہیں۔ جیسا کہ اہل علم نے طے کیا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اور پھر اونچی اونچی مساجد کی تعمیر انہیں مزخرف کرنے اور ان میں بیل بوٹے بنانے کا راستہ کھولتی ہے۔ لہٰذا انہیں اس انداز سے بنانے کی ہی ممانعت کر دی گئی ہے۔ تاکہ کسی فتنے کا خدشہ ہی نہ رہے۔ اور مساجد کو نقش و نگار سے سجانا یہود و نصاریٰ کا فعل شمار کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ابو داؤد و ابن حبان میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث کے آخر میں خود حضرت ابن عباسؓ کا قول مرفوعاً مروی ہے۔ جسے بخاری شریف کے ایک ترجمۃ الباب میں امام بخاریؒ نے تعلیقاً بیان کیا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

(لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى) (۲۲)

"تم مساجد کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح خوبصورت و مزین کرو گے۔"

اور اونچی اونچی مساجد کی تعمیر پہلے تزئین و زخرفہ کا سبب بنتی ہے۔ جسے یہود و نصاریٰ کا فعل قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر مساجد کی تزئین و تجمیل فخر و مباہات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے وعید فرمائی ہے۔ (۲۳)

---

(۲۲) نیل الاوطار ۱/۲/۱۵۰۔ فتح الباری ۱/۵۴۰

(۲۳) بخاری مع الفتح ۱/۵۳۹۔ صحیح ابی داؤد ۴۳۱۔ ابن حبان الموارد ۳۰۵۔
منتقی الاخبار ۱/۲/۱۴۹، ۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فخر و مباہات

جب اونچی اونچی مساجد تعمیر کی جائیں گی تو ان پر پھر نقش و نگار ہو گا۔ پھر ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی زیادہ سے زیادہ آرائش و تزئین کی کوششیں شروع ہو جائیں گی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ باہم فخر و مباہات کا سبب بن جائے گا۔ جس کی نبی اکرم ﷺ نے سخت مذمت فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے تعلیقاً اور موقوفاً اور صحیح ابن خزیمہ و مسند ابی یعلیٰ اور شرح السنہ بغوی میں موصولاً اور مرفوعاً مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(یَاْتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ زَمَانٌ یَتَبَاهُوْنَ بِالْمَسَاجِدِ وَلَا یَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِیْلًا) (۲۴)

''میری امت کے لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا۔ کہ وہ مساجد پر فخر و مباہات کریں گے۔ لیکن سوائے چند لوگوں کے انہیں (نماز و جماعت اور ذکر الٰہی سے) آباد کوئی نہیں کریں گے۔''

ایسے ہی ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ و ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَتَبَاهَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ) (۲۵)

''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ جب تک لوگ مساجد کے بارے میں فخر و مباہات میں نہ مبتلا ہو جائیں گے۔''

(۲۴) بخاری مع الفتح ۱/۵۳۹۔ نیل الاوطار ۱/۲/۱۵۱

(۲۵) صحیح ابی داؤد ۴۳۲۔ صحیح نسائی ۶۶۵۔ ابن ماجہ ۷۳۹۔
موارد الظمآن ۳۰۷، ۳۰۸۔ صحیح الجامع ۳/۶/۱۷۴، ۱۷۵۔
فتح الباری ۱/۵۳۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبوی ﷺ کی تجدید و توسیع

نبی اکرم ﷺ کی مسجد مبارک (مسجد نبوی) آپ ﷺ کے عہد مبارک میں اینٹوں کی بنی ہوئی تھی، کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کی چھت تھی۔ اور کھجور کے تنوں کے ہی ستون تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ نے اس میں کچھ توسیع کی، لیکن اسے نبی اکرم ﷺ کی تعمیر کے مطابق ہی اینٹوں اور کھجور کے پتوں یا ٹہنیوں سے بنایا۔ اور کھجور کے تنوں کے ستون بنائے۔

پھر حضرت عثمانؓ نے اس میں بہت توسیع کی۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں۔ اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے۔ اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنوائی۔ یہ بخاری شریف (۵۴۰/۱) کتاب الصلوٰۃ باب بنیان المسجد میں وارد شدہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ ایسے ہی حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے۔ (۲۶)

اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ہی صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ کہ انہوں نے جب مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کروائی تو فرمایا:

(أَكُنُّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ)

''میں لوگوں کو بارش سے بچاتا ہوں۔''

(اِيَّاكَ اَنْ تَحْمَرَ وَ تَصْفَرَّ فَتَفْتِنَ النَّاسَ)

''خبردار جو مسجد کو لال، پیلا رنگ کرو۔ یہ لوگوں کے لئے باعث فتنہ ہوگا۔''

---

(۲۶) فتح الباری ۵۳۹/۱۔ منتقی الاخبار ۱۵۱/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ فرمائیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں جب چار دانگ عالم کی دولت آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئی تھی۔ اور آپ ﷺ چاہتے تو عالیشان سے عالیشان مسجد بنوا سکتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے مٹی کی اینٹوں اور کھجور کے تنوں اور پتوں سے مسجد بنوائے رکھی۔ حضرت صدیقؓ نے اس میں سر مو فرق نہیں آنے دیا۔

پھر جب فاروق کی خلافت کا زمانہ آیا تو کھجور کے پتوں اور تنوں کے بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے مسجد نبوی کی تجدید اور مسلمانوں کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو باوجود بے شمار فتوحات کے اور دور دراز کے ملکوں کے مال و اموال کے آنے کے حضرت فاروقؓ نے بھی مسجد نبوی کو انہی اشیاء سے بنوایا، جن سے اسے نبی اکرم ﷺ نے بنوایا تھا۔

وہ چاہتے تو دنیا جہان کی دولتیں قدموں میں ڈھیر تھیں۔ اتنی عالیشان مسجد بنوا لیتے کہ دنیا دیکھتی، لیکن انہوں نے ایسا کرنا تو کجا، معمار کو لال، پیلے رنگ و روغن سے بھی سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ تا کہ یہ رنگ و روغن اور یہ گل کاریاں کہیں لوگوں کے لئے باعث فتنہ نہ بن جائیں۔ یعنی نماز کے دوران کی توجہ نہ ہٹا دیں، اور ان کے خشوع و خضوع میں خارج اور نماز میں مخل نہ ہوں۔ اور شارح بخاری ابن بطالؒ نے کہا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروقؓ کو گویا نبی اکرم ﷺ کے ابوجہم کی بیل بوٹوں یا دھاریوں والی چادر انہیں واپس لوٹانے اور یہ فرمانے کہ:

(اِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ عَنْ صَلٰوتِيْ) (۲۷)

''اس نے مجھے میری نماز سے بے دھیان کر دیا تھا۔''

---

(۲۷) فتح الباری ۱/۵۳۹۔ منتقی الاخبار ۱/۲/۱۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے حضرت فاروقؓ نے یہ بات سمجھی تھی کہ مسجد کو نقش ونگار اور رنگا رنگ بیل بوٹوں سے پاک رکھنا ہی ضروری ہے۔ اسی لئے انہوں نے ایسی مسجد تعمیر کروائی، اور معمار کو ایسا حکم فرمایا۔

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ۔ حضرت عمرؓ کے پاس خاص اس مسئلہ سے تعلق رکھنے والا کچھ علم ہو۔''

چنانچہ سنن ابن ماجہ میں عمرو بن میمون کے طریق سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

(مَا سَاءَ عَمَلُ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا زَخْرَفُوْا مَسَاجِدَهُمْ) (۲۸)

''کوئی قوم جب برے افعال پر اتر آتی ہے۔ تو وہ اپنی مسجدوں کو سجانا شروع کر دیتی ہے۔''

اس حدیث کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، سوائے جبارۃ بن مغلس کے ان کے بارے محدثین نے کلام کیا ہے۔

بہر حال جب حضرت عثمانؓ کا دور خلافت آیا تو اس وقت بھی بیت المال میں بہت پیسہ تھا۔ تو انہوں نے بھی مسجد میں توسیع و تجدید کی، اور پہلے کی نسبت تعمیر مسجد میں استعمال ہونے والے مواد میں بھی کچھ تبدیلی کر دی۔ مثلاً پہلے مٹی کی اینٹوں سے دیواریں بنی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ منقش پتھر سے بنوائیں۔ ایسے ہی پہلے تو مسجد کے ستون کھجور کے تنوں سے بنوائے گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے وہ بھی منقش پتھر کے بنوائے۔ اور پہلے مسجد نبوی کی چھت بھی کھجور کی ٹہنیوں یا پتوں کی

(۲۸) سنن ابن ماجہ ۷٤۱ حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔لیکن حضرت عثمانؓ نے ہندوستان میں پائی جانے والی ساگوان کی لکڑی سے مسجد نبوی کی چھت کو بنوایا، جیسا کہ صحیح بخاری میں یہ بات وارد ہوئی ہے۔اور بظاہر یہ کوئی زخرفہ یا بے جا قسم کی تزئین ونقش نگاری بھی نہیں تھی۔لیکن پہلے کی نسبت کچھ فرق واضح طور پر موجود تھا۔

اور چونکہ ایسا کرنے سے مسجد میں نبوی طرز سادگی کی بجائے زیب وزینت کا کچھ عنصر آگیا تھا۔لہٰذا قدسی نفوس صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی طبائع نفیسہ پر اتنا بھی گراں گزرا۔اور انہوں نے ان کی تجدید وتوسیع پر نکیر کی تھی، اور اسے نظر استحسان سے بھی نہیں دیکھا تھا۔اور ''الجواب الباہر'' میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی تحقیق کے مطابق اکثر صحابہ وتابعین نے حضرت عثمانؓ کی توسیع وتجدید سے اتفاق نہیں کیا تھا۔(۲۹)

ایسے ہی فتح الباری میں بھی بعض صحابہ کرامؓ کی طرف سے عدم استحسان کا تذکرہ جلد اول ص ۵۴۰ پر اشارۃً اور جلد اول ہی ہے ص ۵۴۵ پر صراحتاً موجود ہے۔اور حضرت کعب الاحبارؒ کا اسم گرامی بطور خاص مذکور ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرامؓ عام زندگی کے معمولات کی طرح ہی تعمیر مسجد کے معاملہ میں بھی سادگی پسند تھے۔اور وہ مساجد کے بناؤ سنگھار کو ناپسند کرتے تھے۔مساجد کی زیب وزینت کا آغاز عہد صحابہؓ کے آخری دور میں شروع ہوا۔اور سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے مساجد میں زخرفہ اور نقش و نگار کیے اور فتنہ کھڑا ہونے کے ڈر سے اکثر اہل علم خاموش رہے۔

(۲۹) الجواب الباہر ضمن مجموع الفتاوی ۴۱۸/۲۷۔ مترجم اردو صفحہ ۱۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصت اور تقریب

اور بعض اہل علم نے مساجد کی سجاوٹ و زینت کرنے کی اجازت دی ہے۔ جن میں سے ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ہیں۔ لیکن اس کے لئے بھی انہوں نے یہ شرائط عائد کی ہیں کہ:

اولاً: فخر و مباہات یا نمود و نمائش کے لئے نہیں، بلکہ یہ فعل خالص احترام و تعظیم مسجد کے داعیہ و جذبہ سے ہو۔

ثانیاً: یہ کہ مسجد کی سجاوٹ و زینت پر مسلمانوں کے بیت المال سے دولت صرف نہ کی جائے (جو کہ حوائج ضروریہ کے لئے ہوتی ہے، بلکہ اس پر اپنی جیب خاص سے پیسہ خرچ ہو) اور امام صاحب موصوف رحمہ اللہ کی رائے جیسا کہ ایک شارح بخاری البدر ابن المنیر کا قول بھی ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

(لَمَّا شَيَّدَ النَّاسُ بُيُوْتَهُمْ وَ زَخْرَفُوْهَا نَاسِبٌ اَنْ يَضَعَ ذَالِكَ بِالْمَسَاجِدِ صَوْنًا لَهَا عَنِ الْاِسْتِهَانَةِ) (۳۰)

"جب لوگوں نے اپنے گھر اونچے اونچے بنا لئے، اور ان کی سجاوٹیں کر ڈالیں تو اب مناسب یہی ہے کہ مساجد کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے۔ تاکہ ان کے وقار و احترام میں کمی نہ آنے پائے۔"

اور بالکل اسی معنی و مفہوم پر مشتمل ایک فتویٰ بھی ہماری نظر سے گزرا ہے۔ جو کہ چند ماہ پیشتر ہی ایک دینی پرچے میں شائع ہوا تھا۔ جس کے فتویٰ نویس غالباً مولانا حافظ عبدالستار الحماد تھے۔ (۳۱)

---

(۳۰) بحوالہ فتح الباری ۵۴۱/۱۔ نیل الاوطار ۱۵۰/۲/۱

(۳۱) انظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ابن المنیر کا قول نقل کر کے شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ نے تعاقب کیا ہے، جو کہ حافظ الحماد کا تعاقب بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس میں صاحب فتح الباری لکھتے ہیں:

(اِنَّ الْمَنْعَ اِنْ كَانَ لِلْحَثِّ عَلٰى اِتِّبَاعِ السَّلَفِ فِيْ تَرْكِ الرَّفَاهِيَةِ . فَهُوَ كَمَا قَالَ :وَاِنْ كَانَ لِخَشْيَةِ شُغْلِ بَالِ الْمُصَلِّىْ بِالزَّخْرُفَةِ فَلَا لِبَقَاءِ الْعِلَّةِ) (۳۲)

''اگر مساجد میں نقش و نگار کی ممانعت کا سبب سلف صالحین کے ترک تنعم کی اتباع کے نقطہ نظر سے تھا تو پھر ایسے ہی ہے۔ جیسے موصوف نے کہا ہے۔ اور اگر اس کا سبب یہ تھا کہ یہ نمازی کی توجہ کھینچتے ہیں تو پھر ان کی بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سبب تو آج بھی موجود ہے۔''

اور اگر تھوڑی سی گہرائی کے ساتھ سوچا جائے تو صاحب فتح الباری رحمہ اللہ کے تعاقب میں مذکور دونوں وجوہات یعنی ترک تنعم میں اتباع سلف صالحین اور نمازی کے مساجد میں بنائے جانے والے نقش و نگار میں کھو کر نماز سے بے توجہ ہو جانے سے بھی اس کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ کہ بیل بوٹوں اور نقش و نگار کی ممانعت محض ترک تنعم میں اتباع سلف صالحین کے لئے نہیں تھی، بلکہ یہ درحقیقت دوسرے سبب کے لئے ہی تھی کہ ان سے نمازی کی توجہ متاثر ہوتی ہے۔ خشوع و خضوع میں فرق پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ نماز کے لئے خاص اہمیت رکھنے والی چیزیں ہیں۔ حتیٰ کہ نماز بلا خشوع کو ''جسم بلا روح'' قرار دیا گیا ہے۔

۳۲۔ فتح الباری ایضاً و نیل الاوطار ۱/۲/۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کہ جس نماز میں خشوع و خضوع نہ ہو وہ نماز ایسے ہی ہے، جیسے کوئی بے جان و بے روح لاش ہو۔''(۳۳)

اور اس ممانعت کے دوسرے سبب کے لئے ہونے پر ان احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جو ہم نے پچھلے اوراق میں ذکر کر دی ہیں۔ جن میں سے

① ایک تو وہ ہے جس میں ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پردہ ہٹا دینے کا حکم فرمایا۔ اور

② دوسری روایت کی رو سے خود کھینچ کر اتار دیا۔ اور

③ تیسری وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ابوجہم کی چادر واپس لوٹانا مذکور ہوا ہے۔ جس میں بیل بوٹے یا دھاریاں تھیں۔ اور آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے وہ چادر لوٹا دی، کہ اس نے مجھے نماز میں بے دھیان کر دیا ہے۔

ان تینوں احادیث سے اور خصوصاً ان میں جس میں یہ مذکور ہے، کہ نماز میں اس پردے کی تصویریں میرے سامنے آتی رہی ہیں۔ ان سے یہ دلیل لی جا سکتی ہے، کہ یہ ممانعت نماز میں بے توجہگی کے انسداد کے لئے ہے۔ عیش و عشرت ترک کرنے میں سلف صالحین کے اتباع کی نظر سے نہیں۔

مساجد میں زخرفہ یا نقش و نگار کرنے کی ممانعت کے دلائل تو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہی قول قوی و راجح بھی ہے۔ جب کہ جواز کے قائلین نے بھی بعض دلائل پیش کئے ہیں۔ لیکن وہ بڑے بے جان سے ہیں۔

---

(۳۳) نیل الاوطار ۱/۲/۱۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے تو ان کے دلائل کے بارے میں ''نیل الاوطار'' میں یہاں تک کہہ دیا ہے، کہ مویشیوں کی منڈی میں تو شاید ایسے دلائل کوئی کام دے جائیں، لیکن علم کے میدان میں وہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ (۳۴)

جب کہ ان کی پوزیشن یہ ہے، تو پھر انہیں ذکر کر کے بات کو طول کیوں دیا جائے۔ ہاں ایک بات جو یہاں کہنا ضروری ہے۔ اور اس سے ویسے بھی مانعین اور قائلین دونوں کے مابین کچھ تقریب و موافقت اور مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ یوں کہ مسجد کو فخر و مباہات کا ذریعہ بنائے بغیر حسب ضرورت جتنی بڑی مسجد بھی بنانا چاہیں بنالیں۔ دور حاضر کی عمدہ تعمیرات کے انداز سے خوبصورت بھی بنالیں۔ تاکہ بڑی بڑی اور عمدہ قسم کی بنی ہوئی عمارتوں کے مقابلہ میں وہ مساجد کچھ کمتر محسوس نہ ہوں۔

البتہ ان کی محرابوں یا دیواروں کو صرف ایک ہی رنگ کریں۔ جو کہ سفید یا کریم ہو۔ اور ان پر اور چھتوں پر کہیں بھی بیل بوٹے نہ بنائیں، گل کاریاں نہ کریں۔ بلکہ زرکاری و گل کاری کے بغیر ہی سادہ انداز سے رہنے دیں۔ اس طرح مسجد خوبصورت بھی بنے گی، سادہ بھی ہوگی اور ممانعت کی حدود سے بھی نکل جائے گی۔ اس سلسلہ میں ان خلیجی ممالک کی مساجد پر ہمیں اطمینان ہے۔ کثر اللہ امثالہا فی بلادنا -- آمین

---

(۳۴) نیل الاوطار ۱۵۱/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کی صفائی وستھرائی

حسب ضرورت مسجد بنائی جائے چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ اسے سفید یا کریم رنگ کیا جائے۔ اور بیل بوٹوں سے پاک صرف سادہ ہی رکھا جائے، تو پھر اس کی صفائی ستھرائی میں کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ الٹا نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ و ابن خزیمہ اور مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ ، وَأَنْ تُنَظَّفَ وَأَنْ تُطَيَّبَ) (۳۵)

''نبی اکرم ﷺ نے ہمیں قبائل ڈیروں (یعنی دیہات) میں مساجد بنانے کا حکم فرمایا۔ اور یہ بھی حکم فرمایا کہ انہیں پاک صاف اور خوشبو سے معطر رکھیں''

اور ایک دوسری حدیث مسند احمد میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

(أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَّخِذَ الْمَسَاجِدَ فِيْ دِيَارِنَا وَ أَمَرَنَا أَنْ نُنَظِّفَهَا) (۳۶)

''نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اپنے قبائل کے ڈیروں (یعنی

(۳۵) صحیح ابی داؤد ۴۳۶۔ صحیح ترمذی ۴۸۷۔ ابن ماجہ ۷۵۹۔ ابن خزیمہ ۵۷۴۔
ابن حبان الموارد ۳۰۶۔ صحیح الترغیب ۱/۱۱۳

(۳۶) صحیح الترغیب و الترهیب ۱/۱۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیہات) میں مساجد بنائیں اور انہیں صاف ستھرا رکھیں۔"

اور مسجد کی صفائی و ستھرائی کا اہتمام کرنے والوں کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ان احادیث سے کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے ایک صحیح بخاری و مسلم، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں ہے۔ جس میں حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں:

(إِنَّ رَجُلاً اَسْوَدَ اَوْ اِمْرَأَةً سَوْدَاءَ . كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ . فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ : اَفَلاَ كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ اَوْقَالَ قَبْرِهَا فَاَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ) (۳۷)

"ایک کالے رنگ کا مرد یا کالی عورت مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی۔ وہ وفات پا گئی، نبی اکرم ﷺ نے اس مرد یا عورت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ وفات پا گئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی خبر کیوں نہ دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ، پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔"

اس حدیث میں مرد یا عورت کہا گیا ہے۔ جب کہ ابن ماجہ و ابن خزیمہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ صراحت موجود ہے۔ کہ وہ عورت تھی۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

---

(۳۷) بخاری مع الفتح ۱/۵۵۲، ۵۵۳۔ مختصر مسلم للمنذری ۵۷۹۔ ابن ماجہ ۱۵۲۷ صحیح ترغیب ۱/۱۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(كَانَتْ سَوْدَاءُ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ ، فَتُوُفِّيَتْ لَيْلاً فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَخْبَرَ بِهَا فَقَالَ : أَلاَ آذَنْتُمُوْنِيْ ، فَخَرَجَ بِأَصْحَابِهِ فَوَقَفَ عَلٰى قَبْرِهَا ، فَكَبَّرَ عَلَيْهَا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ وَدَعَا لَهَا ثُمَّ انْصَرَفَ) (۳۸)

''ایک کالے رنگ کی عورت نبی اکرم ﷺ کی مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ وہ رات کے وقت وفات پاگئی، صبح جب نبی اکرم ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ پھر آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس عورت کی قبر پر تشریف لے گئے اور صفیں بنائی گئیں۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے لئے دعائے مغفرت ورحمت کے بعد واپس تشریف لے آئے۔''

اور صحیح بخاری میں یہ حدیث پہلے تو باب کنس المسجد، والتقاط الخرق والقذی والعیدان کے تحت لائی گئی ہے۔ جس میں مرد یا عورت میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی گئی۔ جب کہ تھوڑا ہی آگے چل کر امام صاحب نے ایک اور باب قائم کیا ہے۔ باب الخدم للمسجد اور اس میں سیاق حدیث کے دوران ہی ''والا راہ الا امرأة'' کے الفاظ بھی وارد کئے ہیں۔ جس سے اس کے عورت ہونے کو ہی ترجیح دی ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ذکر ہی صرف عورت کا ہے۔ (۳۹)

---

(۳۸) ابن ماجہ ۱۵۲۳۔ صحیح ترغیب ۲۷۵

(۳۹) فتح الباری ۵۵۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سنن کبریٰ بیہقی میں حسن سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس عورت کا نام ”ام محجن“ آیا ہے۔ جب کہ ابن مندہ کی حضرت انسؓ سے مروی روایت میں اس کا نام ”خرقاء“ وارد ہوا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے۔ کہ اگر ”خرقاء“ نام محفوظ ہے تو پھر یہ نام ہوگا۔ اور اس نیک خاتون کی کنیت ”ام محجن“ ہوگی۔ (۴۰)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نبی اکرم ﷺ کو خبر دیئے بغیر اس عورت کو دفن کر دینے کا سبب صحیح ابن خزیمہ میں، ایسے ہی سنن کبریٰ بیہقی میں مذکور ہے۔ کہ اس کی وفات رات کے وقت ہوئی:

(فَكَرِهْنَا اَنْ نُوْقِظَكَ)

”ہمیں یہ اچھا نہیں لگا کہ آپ ﷺ کو جگا کر (بے آرام) کریں“

اور صحیح بخاری میں کتاب الجنائز میں جا کر جو حدیث وارد کی گئی ہے۔ اس میں ہے:

(فَحَقَّرُوْا شَانَهُ)

”کہ صحابہ نے اسے معمولی سمجھتے ہوئے ایسا کیا“

بہر حال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی ستھرائی کی بہت فضیلت واہمیت ہے۔ اور اس کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے سوال کرنے اور پھر قبر پر جا کر صحابہ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ کا اہتمام کرنے، اور اس کے لئے دعاء مغفرت و رحمت سے ہوتا ہے۔ (۴۱)

---

(۴۰) بخاری مع الفتح ۲۰۵/۳

(۴۱) علامہ زرکشی نے ”اعلام الساجد“ صفحہ نمبر ۳۳۵ میں اس موضوع کی مستقل فصل (۲۷) قائم کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد کے لئے خادم

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے۔ کہ مسجد کے لئے خادم یعنی صفائی ستھرائی کرنے کے لئے کسی کو مخصوص کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ ان احادیث میں مذکور ایک نیک خاتون نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کی اس خدمت کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اسے اس خدمت باسعادت پر برقرار رہنے دیا تھا۔

اور آپ ﷺ کا اسے برقرار رہنے دینا ہی دراصل اس مذکورہ مسئلہ کی دلیل ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس دلیل کی تائید قرآن کریم سورہ آل عمران آیت ۳۵ کے ان الفاظ سے بھی حاصل کی ہے۔ جس میں ارشاد الٰہی ہے، کہ عمران کی بیوی (حنة بنت فاقوذام) نے عرض کیا:

﴿رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا﴾

''اے میرے پروردگار جو میرے پیٹ میں ہے۔ میں اسے آزاد کر کے تیری نذر کر چکی ہوں۔''

اور صحیح بخاری کے ایک ترجمۃ الباب میں تعلیقاً اور ابن ابی حاتم کے یہاں موصولاً ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر بھی مروی ہے۔

جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا ﴾

سے مراد یہ ہے:

(لِلْمَسْجِدِ يَخْدِمُهُ)

''میں اپنے پیٹ والے بچے کو (اے اللہ) تیری نذر کرتی ہوں۔ تا کہ وہ مسجد کی خدمت کیا کرے۔''

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تفسیر وارد کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مسجد کی تعظیم و تکریم کے لئے اس کی خدمت کرنا سابقہ امتوں میں بھی مشروع تھا۔ حتیٰ کہ بعض نے تو اپنی اولاد کو اس خدمت کے لئے اللہ کی نذر کر دیا تھا۔

بہر حال احادیث سے مسجد کی مذکورہ طریق پر خدمت کرنے اور اس کی فضیلت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ (۴۲)

(۴۲) بخاری مع الفتح ۵۵٤/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت

اور یہاں یہ بات بھی ذکر کر دیں۔ کہ جہاں مسجد کی صفائی رکھنے کی اتنی فضیلت ہے۔ وہیں مسجد میں کسی بھی طرح گندگی پھیلانے کی سخت ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ مسجد کی قبلہ جہت والی یعنی مغربی دیوار پر رینٹ (یعنی سینے یا سر سے آنے والی بلغمی تھوک) دیکھی تو غصہ سے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا۔ اور بعض احادیث میں آپ ﷺ نے مسجد میں اور قبلہ رو تھوکنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

جب کہ کچھ لوگ انتہائی لاپرواہی سے سلام پھیرتے ہی اٹھتے ہیں۔ اور مسجد کی قبلہ رو کھلنے والی کھڑکی کھول کر قبلہ رو کھنکارنے اور تھوکنے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ احترام قبلہ کے سراسر منافی فعل ہے۔ اور یہ فعل صرف مسجد کے اندر ہی نہیں، بلکہ کسی اور بھی جگہ کسی بھی حالت میں روا نہیں ہے۔

جب یہ موضوع سامنے آ ہی گیا ہے، تو کیوں نہ اس کی قدرے تفصیلی وضاحت کر دی جائے۔ تاکہ مسجد کے آداب واحترام کے ساتھ ساتھ ہی احترام قبلہ اور تھوکنے کے بعض آداب بھی واضح ہو جائیں۔ اور ان سب مسائل کی بنیاد چونکہ تھوکنے کے صحیح وغیر صحیح طریقہ سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کی مختلف صورتوں کے ذکر کرنے اور قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کے دلائل کے تذکرہ سے یہ مسائل کھل کر سامنے آ جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبلہ رو تھوکنے کی چار صورتیں

قبلہ رو تھوکنے کی عموماً چار ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

① مسجد میں کھڑے ہو کر یا بیٹھے بیٹھے قبلہ رو تھوکنا۔

② نماز کی حالت میں قبلہ رو تھوکنا۔

③ مسجد سے باہر کسی بھی جگہ پر قبلہ رو تھوکنا۔

④ حالت نماز کے بغیر یعنی عام حالت میں قبلہ رو تھوکنا۔

یہ چار ہی کل صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اور ان چاروں کی ممانعت کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے۔

پہلی دو صورتوں کی ممانعت

ان میں سے پہلی دو صورتوں یعنی مسجد میں اور بحالت نماز قبلہ رو تھوکنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور دیگر کتب یعنی مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی قبلہ جانب والی دیوار پر رینٹ (یعنی بلغمی تھوک) دیکھی تو آپ ﷺ پر یہ بہت ہی گراں گزرا۔

حتیٰ کہ اس گرانی و ناراضگی کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر دیکھے گئے۔ آپ ﷺ بہ نفس نفیس اٹھے اور اسے کھرچ کر زائل کیا اور فرمایا:

(إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ وَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَةِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ وَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ) (۴۳)

''تم میں سے جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کررہا ہوتا ہے۔ یا پھر فرمایا کہ اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے مابین ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے قبلہ رو قطعاً نہیں تھوکنا چاہئے۔ بلکہ اپنی بائیں جانب اور پھر پاؤں کے نیچے تھوک لے۔''

آگے یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑا اور اس میں تھوک کر باہم مل دیا اور فرمایا:

(اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا) ''یا پھر اس طرح کرلے''

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

(اَلْحَدِيْثُ دَالٌّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْبُصَاقِ فِي الْقِبْلَةِ) (۴۴)

''یہ حدیث قبلہ رو تھوکنے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔''

اور خود علامہ عینی نے بھی مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ قبلہ رو تھوکنا حرام ہے۔ اور اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ممانعت کا جو سبب ذکر فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نمازی اور قبلہ کے مابین ہوتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبلہ رو تھوکنا حرام ہے۔ یہ مسجد میں ہو یا باہر۔ (۴۵)

---

(۴۳) بخاری مع الفتح ۱/۵۰۸۔ مسلم مع نووی ۳/۵/۴۰۔۴۱۔
صحیح ابی داؤد ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱۔ صحیح ترمذی ۴۶۸۔ صحیح نسائی ۶۹۸

(۴۴) عمدۃ القاری ۲/۴/۱۵۰ دارالفکر بیروت

(۴۵) فتح الباری ۱/۵۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری شریف کی اس سے اگلی حدیث میں جو کہ مسلم و ابو داؤد اور موطا امام مالک میں بھی ہے۔ اس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی قبلہ والی جہت والی دیوار پر تھوک دیکھی تو اسے کھرچ ڈالا، اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

(اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى) (۴۶)

''تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے، کیونکہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔''

نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس کی طرف تھوکنا کتنا ناگوار فعل ہے۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں مثال دے کر سمجھائی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد، صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کو کھجور کے گچھے والی ٹیڑھی لکڑی کا ہاتھ میں رکھنا بہت پسندیدہ تھا۔ ایک دن آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ تو آپ ﷺ کے دست مبارک میں انہی میں سے ایک لکڑی تھی۔ آپ ﷺ نے مسجد کی قبلہ والی دیوار پر کئی جگہ رینٹ لگی دیکھی۔ آپ ﷺ نے ان جگہوں کو خوب صاف کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے غضب ناک ہو کر لوگوں سے فرمایا:

(اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَسْتَقْبِلَهٗ رَجُلٌ فَيَبْصُقُ فِيْ وَجْهِهٖ ؟

''کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا اس کے سامنے

---

(۴۶) بخاری ۱/۵۰۹۔ مسلم مع نووی ۳/۵/۳۸۔ صحیح ابی داؤد ۴۵۴۔
موطا مع تنویر ۱/۱/۲۰۰۔ صحیح ترغیب ۱/۱۱۴۔
شرح السنہ ۲/۳۸۴ المکتب الاسلامی۔ ابن ماجہ ۷۶۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور اس کے منہ پر تھوک دے؟''

اور یہ مثال دے کر سمجھاتے ہوئے آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهٗ وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَلَا يَبْصُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ)) (٤٧)

''تم میں سے جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار کے روبرو ہوتا ہے۔ اور اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سامنے اور دائیں جانب نہیں تھوکنا چاہئے۔''

ایسے ہی صحیح مسلم، نسائی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی قبلہ جانب والی دیوار پر رینٹ لگی دیکھی تو (غصہ کی حالت میں) لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ رَبِّهٖ فَيَتَنَخَّعُ اَمَامَهٗ . اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يُسْتَقْبَلَ فَيُتَنَخَّعَ فِيْ وَجْهِهٖ اِذَا اَبْصَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهٖ اَوْ لِيَتْفُلْ هٰكَذَا فِيْ ثَوْبِهٖ))

''تم میں سے کوئی کس طرح گوارا کر لیتا ہے۔ کہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سامنے ہی تھوک لیتا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے۔ کہ اس کے سامنے ہی کوئی تھوک دے؟ (پھر فرمایا) جب تم میں سے کوئی شخص تھوکے تو اسے چاہئے کہ اپنی بائیں جانب تھوکے یا پھر یوں کپڑے میں تھوک (کر اسے مل) لے۔''

(٤٧) صحیح ابی داؤد ٤٤٥۔ صحیح ابن خزیمہ ٤٦/٢ تحقیق دکتور مصطفی اعظمی۔ صحیح ترغیب ١١٥/١

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آگے راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ پھر اسماعیل، ابن علیہ نے اپنے کپڑے میں تھوک کر اسے مل کر دکھایا۔ (۴۸)

اور صحیح مسلم و ابو داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ ہماری مسجد میں تشریف لائے۔ جب کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں کھجور کے گچھے والی لکڑی تھی۔ آپ ﷺ نے مسجد کی قبلہ جہت والی دیوار پر رینٹ لگی دیکھی تو اسے اس لکڑی سے کھرچ کر صاف کر دیا۔ اور پھر فرمایا:

(اَیُحِبُّ اَنْ یَعْرِضَ اللّٰہُ عَنْہُ ؟ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ فَاِنَّ اللّٰہَ قِبَلَ وَجْھِہٖ فَلَا یَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْھِہٖ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلْیَبْصُقَنَّ عَنْ یَسَارِہٖ تَحْتَ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی فَاِنْ عَجِلَتْ بِہٖ بَادِرَۃٌ فَلْیَفْتِلْ بِثَوْبِہٖ ھٰکَذَا وَ وَضَعَ عَلٰی فِیْہِ ثُمَّ دَلَکَہٗ) (۴۹)

”کیا کوئی یہ بات پسند کرتا ہے۔ کہ اللہ اس سے منہ پھیر لے؟ تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سامنے اور دائیں جانب ہرگز نہیں تھوکنا چاہئے۔ بلکہ اسے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے۔ اور اگر کبھی ناچار تھوک آجائے تو اس طرح اپنے کپڑے میں تھوک لے۔ پھر آپ ﷺ نے منہ پر کپڑا رکھ کر (اس میں تھوکتے ہوئے) مل کر دکھایا۔“

---

(۴۸) مسلم مع نووی ۴۰/۵/۳۔ ابن ماجہ ۷۶۱۔ صحیح الجامع ۵۵۷۰۔ صحیح ترغیب و تحقیقہ ۱۱۴/۱، ۱۱۵

(۴۹) مسلم مع نووی ۱۸/۹، ۱۳۶، ۱۳۷۔ صحیح ابی داؤد ۴۵۹۔ صحیح الترغیب ۱۱۶/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی پہلی دو صورتوں کے ممنوع ہونے کا پتہ سنن ابی داؤد و مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں مذکور اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جس میں حضرت ابوسہیلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے لوگوں کی امامت کروائی، اور قبلہ شریف کی جانب تھوک دیا۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے، اور جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

(لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ ھٰکَذَا)

''آئندہ یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھائے۔''

اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو نماز پڑھانا چاہا تو انہوں نے روک دیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کا اس کے بارے میں ارشاد اسے سنایا۔ اور پھر جب یہ بات نبی اکرم ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے ہاں فرما کر اس ارشاد کی تصدیق فرما دی۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

(اِنَّکَ آذَیْتَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ) (۵۰)

''تم نے (قبلہ رو تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔''

اور ایسے ہی معجم طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائے۔ اس نے لوگوں کو نماز پڑھانے کے دوران ہی قبلہ رو تھوک دیا۔ اور جب نماز عصر کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا پیغام بھیج

---

(۵۰) صحیح ابی داؤد ٤٥٦۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ٤/٥١٦۔ صحیح ترغیب ١/١١٧۔ فتح الباری ١/٥٠٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔اس سے پہلا آدمی ڈر گیا۔اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے پوچھا۔اے اللہ کے رسول ﷺ!

((اَاُنْزِلَ فِیَّ شَیْءٌ))

''کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا وَلٰکِنَّکَ نَفَلْتَ بَیْنَ یَدَیْکَ وَاَنْتَ قَائِمٌ تَؤُمُّ النَّاسَ فَآذَیْتَ اللّٰہَ وَالْمَلَائِکَۃَ)) (۵۱)

''نہیں (آسمان سے تو کوئی حکم نازل نہیں ہوا) لیکن تم نے لوگوں کی امامت کروانے کے دوران ہی کھڑے کھڑے قبلہ رو تھوک کر اللہ اور فرشتوں کو اذیت پہنچائی ہے۔''

دوسری دونوں صورتوں میں اور مطلقاً ممانعت:

ہماری دنیا کا ایک عام اصول ہے۔کہ کسی کی طرف منہ کر کے تھوکنا برا سمجھا جاتا ہے۔اور سامنے والا بگڑ جاتا ہے۔کہ تم نے میری طرف منہ کر کے تھوکا کیوں ہے؟

کیونکہ عرف عام میں یہ تحقیر کی علامت ہے۔جب کہ قبلہ و کعبہ اور بیت اللہ شریف اس تحقیر اور توہین آمیز انداز سے کہیں بالا ہیں۔اس جہت یا جانب کا احترام واجب ہے۔اور قبلہ رو ہو کر تھوکنا حرام ہے۔وہ مسجد کے اندر ہو یا باہر، کوئی نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے بغیر عام معمول کی حالت میں ہو۔یہ مطلقاً ہی ممنوع ہے۔

(۵۱) طبرانی کبیر بحوالہ صحیح الترغیب ۱/۱۱۷، ۱۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل ممانعت

اور اس ممانعت کے دلائل کے سلسلہ میں جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔

1: ان میں سے ہی صحیحین و سنن اربعہ الا ابن ماجہ والی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جو سابقہ نشست میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

(فَلَا یَبْصُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ)

''تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکے۔''

ان کی شرح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

(هٰذَا التَّعْلِیْلُ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْبُزَاقَ فِي الْقِبْلَةِ حَرَامٌ سَوَاءٌ کَانَ فِي الْمَسْجِدِ اَمْ لَا، وَلَا سِیَّمَا مِنَ الْمُصَلِّیْ) (۵۲)

''یہ سبب (کہ اللہ نمازی کے روبرو ہوتا ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ قبلہ کی طرف تھوکنا حرام ہے۔ وہ مسجد کے اندر ہو، کہیں باہر، خصوصاً جب یہ کہ نمازی سے صادر ہو۔''

اور آگے موصوف نے تین صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث ذکر کی ہیں۔ جن سے اس نہی کے تحریمی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ اور ان میں سے بعض ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض آگے چل کر آنے والی ہیں۔

2: علامہ عینیؒ نے عمدة القاری میں امام قرطبیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

(اَلْحَدِیْثُ دَالٌّ عَلٰی تَحْرِیْمِ الْبُصَاقِ فِی الْقِبْلَةِ)

''یہ حدیث قبلہ رو تھوکنے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔''

(۵۲) فتح الباری ۱/۸۰۵ - نیل الاوطار ۱/۲/۳۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3: اور آگے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

(وَالْاَ صَحُّ اَنَّهُ لِتَحْرِيْمِ)

''صحیح تر بات یہ ہے کہ ممانعت و نہی تحریمی ہے۔''

اور آگے اس نہی کے تحریمی ہونے کے دلائل کے طور پر حافظ ابن حجرؒ کی ذکر کردہ تین احادیث سمیت انہوں نے چار صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں سے بعض ہم بھی ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض کا تذکرہ اپنے موقع پر آنے والا ہے۔

4: اور صحیحین و ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہم بھی ذکر کر آئے ہیں جس میں ہے۔

(فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ)

''قبلہ رومت تھوکے کیونکہ قبلہ کی طرف اس کا پروردگار ہوتا ہے۔''

ان الفاظ کی شرح بیان کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

(فَلَا يُقَابَلُ هٰذِهِ الْجِهَةِ بِالْبُصَاقِ الَّذِىْ هُوَا لِاسْتِخْفَافِ بِمَنْ يَبْزُقُ اِلَيْهِ وَاِهَانَتُهُ وَ تَحْقِيْرُهُ) (۵۳)

''یہ قبلہ والی جہت ایسی ہے۔ کہ ادھر تھوکنا نہیں چاہیے، کیونکہ یہ فعل توہین و تحقیر کے مترادف ہے۔''

5: اور بخاری شریف کے ایک ترجمۃ الباب میں امام صاحب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اثر لائے ہیں۔ جسے ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

---

(۵۳) شرح مسلم مع نووی ۳/۵/۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اِنْ وَطِئْتَ عَلٰی قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا) (۵۴)

''اگر تم کسی گیلی غلاظت کو پاؤں تلے روند لو تو پاؤں دھو لو۔ اور اگر وہ غلاظت خشک ہو تو پھر پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں۔''

اور جس بات میں امام بخاریؒ اس اثر کو لائے ہیں۔ وہ مسجد سے رینٹ کھرچنے کے بارے میں ہے۔ لہٰذا عام آدمی کو بظاہر اس سے اس کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے راز دار امام بخاریؒ سے وہ تعلق بھی پوشیدہ نہ رہا۔ لہٰذا انہوں نے فتح الباری میں لکھا ہے:

(وَمُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ الْاِشَارَةِ اِلٰی اَنَّ الْعِلَّةَ الْعُظْمٰی فِی النَّهْیِ اِحْتِرَامُ الْقِبْلَةِ لَا ، مُجَرَّدُ التَّاَذِّی بِالْبُزَاقِ وَ نَحْوُهُ) (۵۵)

''اس اثر کی اس باب سے مطابقت یہ ہے۔ کہ اس سے امام صاحب اس بات کی طرف اشارہ فرما گئے ہیں۔ کہ قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کی اصل اور بڑی علت یا سبب احترام قبلہ ہے۔ تھوک وغیرہ سے محض لوگوں کا اذیت پانا وجہ ممانعت نہیں ہے۔''

اور آگے فرماتے ہیں:

''اگرچہ لوگوں کے لئے اس کا باعث اذیت ہونا بھی ایک سبب ممانعت ہے۔ لیکن سب سے اہم سبب احترام قبلہ ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رینٹ کے خشک یا تر ہونے میں فرق نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس جن اشیاء کی ممانعت کا سبب فقط ان کا غلیظ یا گندہ ہونا ہے۔ ان میں سے کسی خشک کو روند لینے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔''(۵۶)

---

(۵۴) بخاری مع الفتح ۱/۵۰۹، ۵۱۰ (۵۵) فتح الباری ۱/۵۱۰

(۵۶) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6: مطلقاً قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کے دلائل میں سے ہی ابوداؤد اور صحیح ابن حبان اور ابن خزیمہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَتَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ) (۵۷)

''جس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کا وہ تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے مابین (اس کے پیشانی پر) ہوگا۔''

7: اور صحیح ابن حبان اور ابن خزیمہ (واللفظ لہ) اور مسند بزار میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يُبْعَثُ صَاحِبُ النَّخَامَةِ فِي الْقِبْلَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهِيَ فِي وَجْهِهِ) (۵۸)

''قبلہ کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا، کہ وہ تھوک اس کی پیشانی پر ہوگا۔''

8: اور مطلقاً قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت اس حدیث میں بھی وارد ہوئی ہے۔ جو صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں دو صحابہ کرامؓ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی دیوار پر رینٹ لگی دیکھی تو ایک کنکری لے کر اسے کھرچ ڈالا اور ارشاد فرمایا:

---

(۵۷) صحیح ابی داؤد ۳۲۲۹۔ موارد الظمآن ۳۳۲۔ ابن خزیمہ ۹۲۵، ۱۳۱۴ بحوالہ الاحسان ۵۱۸/۴۔ صحیح الترغیب ۱۱۶/۱۔ فتح الباری ۵۰۸/۱۔ نیل الاوطار ۳۴۲/۲/۱۔ عمدۃ القاری ۱۵۰/۴/۲

(۵۸) ابن حبان الموارد ۳۳۳۔ ابن خزیمہ ۱۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ ۳۶۵/۲ بحوالہ الاحسان ترتیب ابن حبان ۵۱۷/۴ و سابقہ حوالہ جات و سبل السلام ۱۴۹/۱ مکتبہ تجاریہ ی مصر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى) (٥٩)

''تم میں سے کوئی شخص جب تھوکے تو اپنے سامنے (یعنی قبلہ رو) ہرگز نہ تھوکے، اور نہ ہی دائیں جانب تھوکے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ اپنی بائیں جانب یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔''

9: امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

''ہر حالت میں قبلہ رو تھوکنا منع ہے۔ کوئی نماز میں ہو یا نماز سے خارج، اور مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر'' (٦٠)

10: اور حافظ ابن حجرؒ نے امام نوویؒ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد مطلقاً ممانعت پر دلالت کرنے والے بعض آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ (٦١)

11: امیر صنعانی نے ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ میں مطلقاً قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت آئی ہے۔ (نماز اور مسجد کی کوئی قید نہیں ہے) اور امام نوویؒ سے مطلقاً ممانعت والا قول نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تو نماز کی قید ہے۔ جب کہ دوسری کئی احادیث میں یہ قید نہیں۔ بلکہ وہ مطلقاً قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کا پتہ دیتی ہیں۔ مسجد کے اندر ہو یا باہر اور نمازی سے ہو یا غیر نمازی سے۔ اور آگے انہوں نے تین احادیث نقل کی ہیں، جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ (٦٢)

---

(٥٩) بخاری مع الفتح ۱/۹، ٥۱۱،۳۰۔ مسلم مع نووی ۳/٥/۳۸، ۳۹۔
مسند احمد ۳/٥۸، ۸۸، ۹۳ بحوالہ الصحیحہ ۱۲۸٤۔ صحیح الجامع ٤۳۸

(٦٠) شرح نووی ۳/٥/۳۹

(٦١) فتح الباری ۱/٥۱۰

(٦٢) سبل السلام ۱/۱/۱٤۹ المکتبہ التجاریۃ الکبری مصر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت

قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کے بارے میں وارد احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال محدثین رحمہم اللہ کے بعد کسی خوش فہمی و خود فریبی میں مبتلا رہنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں اس طرف کچھ توجہ دینی چاہیے۔ اور یہ تو قبلہ و کعبہ اور بیت اللہ کی عظمت و بزرگی اور عقیدت و احترام کا معاملہ ہے۔ جب کہ لگے ہاتھوں یہ بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تو دائیں جانب تھوکنے سے بھی منع فرمایا۔ کیونکہ دائیں جانب کو بائیں پر فوقیت و شرف حاصل ہے۔ چنانچہ صحیحین وسنن اربعہ اور مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ تَنَعُّلِهٖ وَ تَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ) (٦٣)

''نبی اکرم ﷺ کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے اور طہارت کرنے، حتیٰ کہ تمام امور (کی ابتداء کرنے) میں دایاں پہلو محبوب تھا۔''

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کھانے، پینے، نہانے، کپڑا پہننے، کوئی چیز پکڑنے، پکڑانے، مسجد میں داخل ہونے، تسبیح کرنے، لیٹنے، غرض ہر معاملہ میں دائیں ہاتھ، دائیں پاؤں اور دائیں پہلو کو پسند فرماتے تھے۔ اور اسی کی اپنی امت کے افراد کو تاکید بھی فرمائی ہے۔

---

(٦٣) بخاری ١/٢٦٩، ٥٢٣۔ مسلم مع نووی ٢/٣/١٦٠، ١٦١۔
صحیح ابی داؤد ٣٤٨٧۔ صحیح ترمذی ٤٩٨۔ صحیح نسائی ٤٦٨٤۔
ابن ماجہ ٤٠١۔ شرح السنہ ٢١٦۔ صحیح الجامع ٤٩١٨

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ ناک صاف کرنے اور استنجاء کرنے کے لئے بائیں ہاتھ کو، اور لیٹرین میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت بائیں پاؤں کو اولیت دیتے تھے۔ اور اس کا سبب بھی بڑا واضح ہے۔ کہ دائیں ہاتھ اور پاؤں کو جو شرف حاصل ہے یہ امور اس کے شایان شان نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے بائیں کو خاص کر دیا گیا ہے۔ اور دائیں یا بائیں ہاتھ، پاؤں یا پہلو سے متعلقہ ان سب امور کے دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جن کا سر دست تذکرہ خارج از موضوع ہے۔ لہٰذا اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

ممانعت کے دلائل

البتہ دائیں جانب تھوکنے کے دلائل کے سلسلہ میں عرض ہے کہ صحاح وسنن اور معاجم ومسانید میں جہاں جہاں قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت آئی ہے۔ وہیں وہیں دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔ جن میں سے قبلہ رو تھوکنے کی طرح ہی بعض احادیث نماز ومسجد کے ساتھ خاص ہیں۔ جب کہ بعض دیگر اس قید سے آزاد اور مطلق ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ احادیث چونکہ ذکر کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان کے بارے میں شارحین حدیث اور آئمہ وعلماء نے جو تشریحی افادات رقم فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض اور چند آثار صحابہ کے تذکرہ پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

① چنانچہ ابھی ہم نے جو حدیث ابو ہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہما صحیحین کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ اور بخاری والی حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لَا یَتفلن اَحدُکُم بَیْنَ یَدَیْهِ وَلاَ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ رِجْلِهٖ) (۶۴)

''تم میں سے کوئی شخص دائیں جانب ہرگز مت تھوکے بلکہ اپنی بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکے۔''

ان دونوں حدیثوں کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے:

(لَیْسَ فِیْهَا تَقْیِیْدُ ذَالِکَ بِحَالَةِ الصَّلٰوةِ) (۶۵)

''ان دونوں حدیثوں میں (دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت کے لئے) حالت نماز کی بھی کوئی قید یا شرط نہیں ہے۔''

اور آگے ان روایات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جن میں یہ قید وارد ہوئی ہے۔

② اورانہی کی طرح ہی علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بھی عمدۃ القاری میں ایک جگہ تو لکھا ہے۔

(ثُمَّ هٰذَا الْحَدِیْثُ غَیْرَ مُقَیَّدٍ بِحَالَةِ الصَّلٰوةِ) (۶۶)

''ویسے بھی یہ حدیث نماز کے ساتھ مقید نہیں ہے۔''

اور اس سے اگلے ہی صفحہ پر لکھتے ہیں ''ولیس فیه بالصلوٰة'' اور اس حدیث میں نماز کی کوئی قید و شرط نہیں ہے۔

حافظ عسقلانیؒ اور علامہ عینیؒ کی شرح بخاری میں ان تصریحات سے یہ بات

---

(٦٤) بخاری مع الفتح ١/ ٥١٠

(٦٥) فتح الباری ١/ ٥١٠

(٦٦) عمدۃ القاری ٢/٤/ ١٥٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح ہوگئی کہ حال ہی میں ذکر کی گئی۔ دونوں حدیثوں میں دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے۔ نماز کی کوئی قید وشرط نہیں ہے۔ اور یہ حدیثیں صحیح بخاری ومسلم کے علاوہ سنن ومسانید اور معاجم میں بھی مروی ہیں۔

③ شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ نے دائیں جانب تھوکنے کو جزماً ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ نماز کی حالت میں ہو یا حالت نماز کے بغیر اور چاہے مسجد میں ہو یا مسجد کے باہر ہو۔ (٦٧)

④ اور علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے "بلوغ المرام" کی شرح "سبل السلام" میں لکھا ہے:

(وَمَثَلُ الْبُصَاقِ إِلَى الْقِبْلَةِ الْبُصَاقِ عَنِ الْيَمِيْنِ فَإِنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ مُطْلَقًا أَيْضاً) (٦٨)

"قبلہ رو تھوکنے کی طرح ہی دائیں جانب تھوکنا بھی مطلقاً ممنوع ہے۔"

اور یہ بات ذکر کرنے کے بعد انہوں نے بھی وہ احادیث یا آثار ہی ذکر کئے ہیں۔ جو ان کی اس بات کے موید ہیں۔ اور یہ آثار دراصل سب سے پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں ذکر فرمائے تھے۔ اور پھر "عمدۃ القاری" میں علامہ عینی نے "سبل السلام" میں امیر صنعانی نے اور "نیل الاوطار" میں امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل کئے ہیں۔ ان میں سے:

---

(٦٧) شرح نووی ٣/٥/٣٩۔ فتح الباری ١/ ٥١٠

(٦٨) سبل السلام ١/١/١٤٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ اثرِ اول:

سب سے پہلا اثر مصنف عبدالرزاق اور دیگر کتب احادیث و آثار میں مروی ہے۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے بارے میں مذکور ہے:

(اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَبْصُقَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلَيْسَ فِي الصَّلٰوةِ) (٦٩)

''وہ دائیں جانب تھوکنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اگر چہ کوئی نماز کی حالت میں نہ ہو۔''

⑥ اثرِ ثانی:

اور دوسرا اثر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

(مَا بَصَقْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ مُنْذُ اَسْلَمْتُ) (٧٠)

''میں جب سے مسلمان ہوا ہوں، تب سے میں نے کبھی دائیں جانب نہیں تھوکا۔''

⑦ اثرِ ثالث:

جب کہ تیسرا اثر مجدد امت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں ہے۔ جس میں ہے:

(اِنَّهُ نَهٰى اِبْنَهُ عَنْهُ مُطْلَقاً) (٧١)

''انہوں نے اپنے بیٹے کو مطلقاً تھوکنے سے منع فرمادیا تھا۔''

---

(٦٩) فتح الباری ١/ ٥١٠۔ عمدۃ القاری ٢/٤/ ١٥٢۔ سبل السلام ١/١/ ١٤٩۔ نیل الاوطار ١/٢/ ١٤١

(٧٠) حوالہ جات بالا

(٧١) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسبابِ ممانعت

اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں، کہ قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت تو ظاہر ہے کہ:

① احترام و مقام قبلہ کی وجہ سے ہے جب کہ:

② دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت کا سبب نبی اکرم ﷺ کے یہاں "تیمن" یعنی دائیں ہاتھ، پاؤں، پہلو، اور جانب کا محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا ہے۔ اور "تیمن" دائیں پہلو کے اس شرف و فوقیت کے علاوہ دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت کا۔

③ ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ آدمی کے دائیں پہلو میں نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ میں دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت کے ساتھ ہی اس کا سبب بھی مذکور ہے کہ:

(فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا) (۷۲)

''اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔''

بعض اشکالات اور ان کا حل

قبلہ رو یا دائیں جانب تھوکنے کے اس موضوع کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں ان بعض اشکالات کا حل بھی پیش کر دیا جائے۔ جو سابقہ

---

(۷۲) بخاری ۱/ ۵۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیلات میں سے بعض مقامات پر پیش آتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اس سلسلہ میں جو بعض سوالات ذہن میں اٹھتے ہیں۔ ان کا جواب دے دیا جائے، تا کہ کوئی خلش باقی نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں:

① پہلا اشکال یا سوال:

تو یہ ذہن میں آتا ہے کہ اگر ابھی ذکر کی گئی حدیث کی رو سے کہا جائے کہ دائیں جانب والے فرشتے سے مراد کاتب یعنی نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے تو اس میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے، کہ صرف دائیں جانب کو ہی کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟ جبکہ بائیں جانب دوسرا فرشتہ بھی تو ہوتا ہے۔

پہلا جواب:

اس اشکال کو حل کرنے کے لئے اہل علم نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ جن میں سے پہلا جواب بعض قدماء نے یہ دیا ہے۔ کہ دائیں جانب والے فرشتہ کو خاص وجہ سے مخصوص کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے۔ (۷۳)

اور اس کے محل نظر ہونے کا باعث بڑا واضح ہے کہ اس سلسلہ میں بائیں جانب والے فرشتہ کا کیوں خیال نہیں رکھا گیا۔ جب کہ وہ بھی تو فرشتہ ہی ہے۔ اگر چہ وہ نیکیاں نہیں بلکہ برائیاں لکھنے پر مامور ہے۔

دوسرا جواب:

اور اس اشکال کا دوسرا جواب بعض متاخرین اہل علم نے یہ دیا ہے۔ کہ نماز بدنی اعمال میں سے سب سے بڑا اور اہم عمل (ام الحسنات البدنية) ہے لہٰذا

(۷۳) فتح الباری ۱/۵۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران نماز برائیاں لکھنے والے فرشتہ (کاتب السیآت) کو کوئی دخل ہی حاصل نہیں ہوتا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی موقوف روایت جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ہے کہ دائیں جانب بھی نہ تھوکیں کیونکہ:

(فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ كَاتِبَ الْحَسَنَاتِ) (۷۴)

''اس کی دائیں جانب نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔''

علامہ عینیؒ یہی جواب نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ برائیاں لکھنے والا فرشتہ اگرچہ دوران نماز لکھتا نہیں، لیکن کم از کم اپنی جگہ سے غائب بھی تو نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی موجود رہتا ہے۔''(۷۵)

تیسرا جواب:

اور اس اشکال کا تیسرا جواب یہ ہے، کہ طبرانی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

(فَإِنَّهُ يَقُومُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَمَلَكُهُ عَنْ يَمِينِهِ وَ قَرِينُهُ عَنْ يَسَارِهِ) (۷۶)

''نمازی اپنے اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ کہ فرشتہ اس کی دائیں جانب اور قرین (شیطان) اس کی بائیں جانب ہوتا ہے۔''

---

(۷۴) ایضاً

(۷۵) عمدة القاری ۲/۴/۱۵۵

(۷۶) بحوالہ فتح الباری ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شکل میں دائیں جانب تو فرشتہ ہوا۔ لہٰذا ادھر تھوکنا ممنوع ہے۔ اور اگر بائیں جانب تھوکا جائے گا۔ تو وہ قرین یا شیطان پر پڑے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس وقت بائیں جانب والا فرشتہ ایسی جگہ ہوتا ہو، کہ وہ تھوک سے بچ جاتا ہو۔ یا پھر نماز کی حالت میں بائیں جانب والا فرشتہ بھی دائیں جانب ہی چلا جاتا ہوگا۔ اور علامہ عینیؒ۔ نے بھی (فاحسن ما یجاب به) کہتے ہوئے یہی تیسرا جواب ہی پسند کیا ہے۔ (۷۷)

اور ان تینوں طرح کے جوابات کا تعلق بظاہر نماز کی حالت میں دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت سے ہے۔ اور ممانعت کا کم از کم کوئی ایک سبب تو واضح اور ظاہر ہے۔ جب کہ نماز سے باہر اور عام حالت میں دائیں جانب کے تھوکنے کی ممانعت کا سبب بھی وہی ہے، جو ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ دایاں پہلو نبی اکرم ﷺ کو بہت محبوب تھا۔ لہٰذا اس طرف منہ کر کے تھوکنا بھی ممنوع کر دیا گیا ہے۔

② دوسرا اشکال یا سوال:

اور سابق میں ذکر کئے گئے کے بارے میں دوسرا اشکال یعنی معتزلہ کی طرف سے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کا جو یہ سبب احادیث میں آتا ہے کہ:

(اِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ) (۷۸)

''اس کے اور قبلہ کے مابین اس کا پروردگار ہوتا ہے۔''

اور صحیح مسلم و ابوداؤد میں ہے:

---

(۷۷) فتح الباری ایضاً۔ سبل السلام ۱/۱۵۱۔ عمدۃ القاری ۲/۴/۱۵۵

(۷۸) بخاری عن انس ۱/۵۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ) (۷۹)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔''

اور ابوداؤد و مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں ہے:

(فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ) (۸۰)

''وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے۔''

یا پھر ہے:

(فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ) (۸۱)

''پس یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہے۔''

اس سے انہوں نے اپنے باطل نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ موجود ہے۔

جواب:

ان کا یہ اشکال ان کی جہالت و کم عقلی کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کے بقول ہر جگہ بذاتہ خود موجود مانا جائے، تو پھر بائیں جانب اور پاؤں کے نیچے تھوکنا بھی ممنوع ہونا ضروری تھا۔ حالانکہ ان دو جگہوں پر تھوکنے کے جواز کا ذکر بھی انہی احادیث میں مذکور ہے۔ جن میں قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کے سبب یعنی قبلہ رو اور تھوکنے والے کے مابین اللہ تعالیٰ کے ہونے کا بھی ہو سکتا ہے۔

اور ان احادیث سے اللہ تعالیٰ کے **مستوی علی العرش** ہونے کی نفی بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان احادیث میں تو یہ بتایا گیا ہے، کہ بندہ جدھر بھی منہ کرے وہ اللہ

---

(۷۹) مسلم مع نووی ۹/۱۸/۱۳۶، ۱۳۷۔ صحیح ابی داؤد ۴۵۴۔
صحیح ترغیب ۱/۱۱۶

(۸۰) صحیح ابی داؤد ۴۵۵

(۸۱) صحیح ترغیب ۱/۱۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے روبروہی رہتا ہے۔ بلکہ یہ اس کی تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔ اور اسے آسانی کے ساتھ اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ایک دائرہ بنایا جائے تو اس کے مرکز سے نکلنے والے ہر خط کو جہاں سے بھی نکالیں وہ دائرے یا محیط کے روبروہی ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو اس سے بھی کہیں واضح ہے۔ کہ وہ تو ہر چیز کو محیط ہے۔ لہٰذا اس کی تمام مخلوقات گویا اس کے روبرو ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ تمام اشکالات و اعتراضات باطل ٹھہرتے ہیں۔ اور قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت احترام قبلہ کے لئے ہے۔

اس موضوع کی تفصیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتب خصوصاً "الحمویہ" اور "الواسطیہ" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایسے فتح الباری (۵۰۸/۱) میں حافظ ابن حجرؒ نے بھی اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کا رد کیا ہے۔ اور دور حاضر کے معروف شیخ ابن باز نے حاشیہ "فتح الباری" میں اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے کی بھرپور تائید کی ہے۔ اور اسی بات کو محدث عصر شیخ البانی نے "صحیح الترغیب و الترھیب" جلد اول ص ۱۱۶ کے حاشیہ میں بڑے عمدہ طریقے سے سمجھایا ہے۔ اور یہ بھی تب ہے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونے کا کہا جائے، ورنہ تو اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جیسا کہ امام خطابیؒ نے کہا ہے، کہ اس کے سامنے اس کے پروردگار ہونے والی عبارت میں در اصل حذف ہے۔ اصل عبارت کا مفہوم یہ بنتا ہے، کہ اللہ کی عظمت یا اس کا ثواب سامنے ہوتا ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے، کہ یہ کلام مجازاً کعبہ شریف کی عظمت شان کے بیان کے لئے صادر ہوا ہے۔ (۸۲)

اگر ان میں سے کسی مفہوم کو لے لیا جائے تو نہ کوئی اعتراض رہتا ہے، نہ اشکال۔

---

(۸۲) فتح الباری ۵۰۸/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ تیسرا اشکال یا سوال:

اور اب آخر میں ایک تیسرا سوال یہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ بعض احادیث میں جو آیا ہے، کہ نماز کے دوران قبلہ رو اور دائیں جانب مت تھوکو۔ بلکہ بائیں جانب پاؤں کے نیچے تھوکو۔ لہٰذا اگر بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکا جائے تو یہ مسجد میں تھوکنا بھی ہو سکتا ہے۔ جو کہ نا جائز ہے۔ اور آداب مسجد کے خلاف ہے۔

جواب:

اس کا جواب امام نوویؒ نے یہ دیا ہے کہ قبلہ رو اور دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت تو مسجد اور خارج از مسجد دونوں کے لئے عام ہے۔ جب کہ بائیں جانب اور پاؤں کے نیچے تھوکنے کا تعلق مسجد سے باہر ہونے کی صورت سے ہے۔ لہٰذا مسجد میں نماز پڑھنے والے کو اگر نا چار تھوکنا ہی پڑے تو وہ اپنے کپڑے میں تھوکے۔ جیسا کہ احادیث گزری ہیں۔

اور مسجد میں تھوکنا چونکہ گناہ ہے۔ لہٰذا مسجد میں نہ تھوکے جیسا کہ صحیحین، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿ اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ ﴾ (۸۳)

''مسجد میں تھوکنا نا جائز ہے۔''

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے:

﴿ وَ كَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا ﴾

---

(۸۳) بخاری ۱/ ۵۱۱۔ مسلم مع نووی ۳/۵/۴۱۔ صحیح ابی داؤد ۴۴۹، ۴۵۰۔ صحیح ترمذی ۴۶۸۔ صحیح نسائی ۶۹۸۔ صحیح الجامع ۲۸۸۶۔ صحیح ترغیب ۱/ ۱۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر کسی سے یہ خطا سرزد ہو ہی جائے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے مسجد کی زمین میں دفن کرے۔''

اور یہ بھی تب ہے، جب مسجد میں ریت مٹی یا کنکریٹ ہو۔ اور اگر مسجد پختہ ہو تو پھر اسے باہر پھینک کر جگہ صاف کرے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کی یہ تفصیل ذکر کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ اگر پاؤں کے نیچے پختہ جگہ یا قالین و دری وغیرہ ہو تو، پھر کپڑے میں تھوکے اور کپڑا بھی نہ ہو تو پھر تھوک کو نگل لینا ہی اولیٰ ہے، بہ نسبت اس کے کہ ممنوع فعل کا ارتکاب کیا جائے۔ (۸۴)

اور اس موضوع کی تفصیلات نیل الاوطار (۱/۲/۱ ۳۴۱، ۳۴۲) امام شوکانی رحمہ اللہ علیہ، اور سبل السلام (۱/۱/۱۵۰، ۱۵۱) امیر صنعانی میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

الختصر مسجد میں ہرگز نہ تھوکیں، اگر کوئی چارہ ہی نہ رہے تو کپڑے میں تھوکیں، نہ ہونے کی صورت میں نگل لینا اولیٰ ہے۔ اور آخری شکل میں تھوکنا ہی پڑے تو پھر بعد میں صاف کریں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس تفصیل و تفریق کو اچھا قرار دیا ہے۔ (۸۵)

ویسے بھی نماز میں اور مسجد کے اندر تھوکنے کی حماقت تو کوئی شاذ ہی کرتا ہوگا۔ کیونکہ اب ایسا دور کہاں؟ البتہ عام حالات میں قبلہ رو تھوکنے یا دائیں جانب تھوکنے کی بات ہے۔ تو وہ لاعلمی کی وجہ سے عام ہے، اور اس کے بارے میں متنبہ کرنا ہماری اصل غرض ہے۔ اور لگے ہاتھوں قلیل الوقوع مسئلہ بھی بیان کر دیا جائے۔ لہٰذا اصولی طور پر، اور ضروری حد تک یہ موضوع تو مکمل ہو گیا ہے۔

---

(۸٤) فتح الباری ۱/۱/۱۱۵، ۵۱۲۔ شرح مسلم ۲/۵/٤۱

(۸۵) فتح الباری ۱/۳/۵۱۳۔ نیل الاوطار ۱/۲/۳٤۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکی قبول ، گناہ معاف:

یہاں ہم ایک بات کی وضاحت کر دینا مناسب سمجھتے ہیں ۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اسلام وہ دین کامل اور دین یسر و آسانی ہے کہ اس کے احکام فطرت انسانی کے عین موافق ہیں ۔ اور کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا، کہ جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آخری آیت: ۲۸۶ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾

''اللہ تعالیٰ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا کہ وہ اٹھا سکے۔''

اس آیت کی رو سے پہلی بات تو یہ کہ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس پر عمل کرنا ناممکن ہو۔ البتہ اتنا ہے کہ بعض احکام اگرچہ معمولی سے ہوتے ہیں ۔ لیکن وہ انسان سے توجہ چاہتے ہیں ۔ جیسے یہی قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کا حکم ہے ۔ تو یہی انتہائی آسان سی بات ہے، کہ اگر لا ابالی پن یا لا پرواہی نہ برتی جائے تو اس میں کوئی مشکل ہی پیش نہیں آتی ۔ اور مومن سے یہی توقع رکھی جاتی ہے ۔ کہ اس کا کوئی فعل ایسا نہیں ہوتا جو لا پرواہی میں اس سے سرزد ہو۔ بلکہ وہ ہر قدم پھونک کر رکھتا ہے، کہ مبادا کہیں غلطی یا سنت کی خلاف ورزی کا ارتکاب نہ ہو جائے ۔ لیکن اس تمام تر حزم واحتیاط کے باوجود بھی مومن سے خطا اور غلطی کا ارتکاب ہو جانا بشری تقاضا ہے۔ کیونکہ عصمت صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ **والعصمة لله وحده**

یا پھر وہ اپنی عنائت خاص سے اپنے انبیاء کو معصومیت کا شرف عطا کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے امتوں کی رہنمائی و رہبری کا منصب سنبھالنا ہوتا ہے ۔ انبیاء و رسل کے سوا کوئی انسانی طبقہ معصوم عن الخطاء نہیں ہے ۔ نہ صحابہ، نہ تابعین، نہ آئمہ، نہ اولیاء، بلکہ ہر کسی سے خطا کا سرزد ہو جانا ممکن ہے ۔ اور جب خطاء کا صدور ممکن ہے تو اللہ نے ہمیں اس عظیم نعمت سے بھی سرفراز رکھا ہے، کہ ہماری خطائیں مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقوں سے معاف کرتا ہے۔حتیٰ کہ نیک کام کرنے سے خطا معاف ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ خود رب کائنات کا سورہ ہود آیت ۱۱۴ میں ارشاد گرامی ہے۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذَالِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ﴾

''اور (اے پیغمبر) دن کے دونوں کناروں پر (یعنی فجر وعصر یا فجر و مغرب کی) نماز درستی سے ادا کریں۔اور رات کے حصوں میں (یعنی عشاء یا مغرب وعشاء) یہ اس لئے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔یہ ان لوگوں کیلئے نصیحت ہے جو نصیحت مانتے ہیں۔''

اور نیکیوں سے برائیاں کیسے معاف ہوتی ہیں۔اور کس نیکی سے کتنی، بلکہ کتنے سالوں کی برائیاں معاف کردی جاتی ہیں۔ان کی تفصیل ذکر کرنا شروع کردی جائے، تو بات پھر طویل ہو جائے گی۔لہٰذا یہاں چند اشارات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔کہ زیادہ نہیں آپ کم از کم سورہ ہود کی اسی آیت کا پس منظر یا سبب نزول ہی کتب تفسیر سے پڑھ لیں۔یا پھر وضو کے فضائل، نماز پنجگانہ کے فضائل، عمرہ کے فضائل، رمضان کے فضائل، یوم عرفہ و عاشوراء کے روزہ کے فضائل، جمعہ کے فضائل، حج کے فضائل اور دو مسلمانوں کے باہم مل کر سلام و مصافحہ کے فضائل ہی پڑھ لیں۔بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی، کہ اللہ تعالیٰ کس طرح نیکیوں کی وجہ سے برائیوں کو معاف کرتا ہے۔

بھول چوک معاف:

اور یہ تو برائیاں جو عمداً یعنی جان بوجھ کر کی جاتی ہیں۔جو فطرت انسانی کے تقاضوں کے تحت شیطان کے بہکاوے میں آکر ہو جاتی ہیں۔انہیں بھی اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع بموقع نیک اعمال کے ذریعے معاف کرتا رہتا ہے۔ جب کہ وہ افعال جو ناجائز تو ہیں۔ لیکن ان کے ارتکاب میں انسان کی مرضی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ اضطراری و غیر اختیاری حالت میں ہوں یا بھول چوک سے ان کا ارتکاب ہو جائے۔ اور ارتکاب کرنے والے کو بوقت ارتکاب پتہ بھی نہ ہو کہ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوئے جا رہا ہے۔ جو ممنوع ہے، تو ایسی بھول چوک پر رب غفور رحیم ویسے ہی کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔ یعنی ایسے امور پر کوئی پکڑ ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ کتب فقہ واصول میں ایک جملہ حدیث کے طور پر معروف ہے۔ جس میں ہے کہ:

(رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخطَا وَالنِّسْیَانُ)

''میری امت کی بھول چوک معاف کر دی گئی ہے۔''

ایسے ہی الکامل لابن عدی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

(عَفَا لِیْ عَنْ اُمَّتِی الْخطَاَ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِهُوْا عَلَیْهِ) (۸٦)

''میری امت کی بھول چوک اور مجبوری میں کیئے گئے افعال معاف کر دیئے گئے ہیں۔''

لیکن اس روایت کی سند کے دو راوی عبد الرحیم اور اسکے باپ زید دونوں پر محدثین نے سخت تنقید کی ہے۔ اور پہلے کو کذاب اور دوسرے کو ضعیف کہا ہے۔ (۸۷)

لہٰذا یہ روایت تو قابل حجت نہیں۔ اور پہلا معروف جملہ حدیث کے طور پر مشہور ہے۔ لیکن وہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس مفہوم کی حدیث دراصل سنن ابن ماجہ وبیہقی میں ہے۔ جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مرفوعاً مروی ہے۔ جس میں وہ بیان فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِی الْخطَا وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِهُوْا عَلَیْهِ) (۸۸)

---

(۸٦) ارواء الغلیل ۱/۱۲۳۔ تلخیص الحبیر ۱/۱/۲۸۳ (۸۷) حوالہ بالا

(۸۸) صحیح ابن حبان ۱/۳٤۸۔ الارواء ایضاً، تلخیص الحبیر ۱/۱/۲۸۱۔ مشکوٰۃ ۳/۷۷۱۔ نصب الرایہ ۲/٦٤، ٦٦۔ ۳/۲۳۳ بیروت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بھول چوک اور مجبوری میں کیے گئے افعال معاف کر دیئے ہیں۔''

جب کہ ابن ماجہ و بیہقی میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں:

(اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَا وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ) (۸۹)

''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بھول چوک اور مجبوری و ناچاری میں کیے گئے افعال کو معاف کر دیا ہے۔''

اور یاد رہے کہ اس حدیث کا ایک دوسرا طریق بھی ہے۔ جسے امام طحاویؒ نے ''شرح معانی الآثار'' میں دارقطنی نے ''سنن'' میں، حاکم نے ''مستدرک'' میں، ابن حبان نے ''صحیح'' میں، اور ابن حزم نے ''اصول الاحکام'' میں روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔ ان میں سے طریق ثانی کو امام حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اور علامہ ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے اس سے حجت اخذ کی ہے۔ اور علامہ احمد شاکرؒ نے ''اصول الاحکام'' کے حاشیہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ امام نوویؒ نے اسے اربعین اور ''روضۃ الطالبین'' میں حسن درجہ کی حدیث شمار کیا ہے۔ جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''**تلخیص الحبیر**'' میں امام نووی کی تحسین کو برقرار رکھا ہے۔ (۹۰)

ایسے ہی یہ حدیث حضرت ثوبان، ابن عمر، ابوبکرہ، ابو درداء رضی اللہ عنہم سے، اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ اور ان سب میں

(۸۹) صحیح ابن ماجہ ۱/۳٤۷ و مشکوٰۃ ایضاً

(۹۰) الاربعین نووی صفحہ ۱٦۷ تحقیق عبدالرحیم انصاری قطر۔
تلخیص الحبیر ۱/۱/۲۸۱، ۲۸۳۔ الارواء ۱/۱۲۳، ۱۲٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اسباب ضعف پائے جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل علامہ زیلعیؒ نے ''نصب الرایہ'' میں اور حافظ ابن رجب نے ''شرح الاربعین'' یعنی ''جامع العلوم والحکم'' (۳۵۲،۳۵۰) میں ذکر کی ہے۔

جب کہ امام سخاویؒ نے ''المقاصد الحسنہ'' ص۲۳۰ میں لکھا ہے کہ ان تمام طرق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس حدیث کی کوئی اصل ضرور ہے۔ (۹۱)

اور اس سب کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے، کہ ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے اور عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں جو جرح نقل کی ہے۔ اور بعض دیگر اہل علم نے بھی کلام کیا ہے۔ اس کے بارے میں وضاحت ہو جائے کہ بعض نے جرح کی ہے تو کتنے ہی محدثین نے اسے حسن اور صحیح بھی قرار دیا ہے۔ اور دور حاضر کے معروف محدث شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی ''ارواء الغلیل، تحقیق مشکوٰۃ'' اور صحیح ابن ماجہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (۹۲)

اور جرح کا معقول جواب دینے کے علاوہ صحیح مسلم شریف سے ایک حدیث بھی وارد کی ہے۔ جسے ان سے قبل علامہ ابن رجب نے بھی ''شرح الاربعین'' میں نقل کیا ہے۔ اور اسے زیر بحث حدیث کی شاہد و مؤید قرار دیا ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں:

(لَمَّا نَزَلَتْ ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ فَعَلْتُ) (۹۳)

(۹۱) انظر نصب الرایہ ۲/۶۴،۶۵،۶۶۔ احیاء التراث عربی۔ جامع العلوم والحکم ص ۳۵۰، ۳۵۲۔ دار المعرفہ

(۹۲) بحوالہ ارواء الغلیل ۱/۱۲۴

(۹۳) مسلم مع نووی ۱/۲/۱۴۶۔ الارواء ۱/۱۲۴۔ جامع العلوم ص ۳۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد الٰہی ہے: اے ہمارے پروردگار ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا ہی کروں گا۔''

اور صحیح مسلم میں ہی یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور حافظ ابن رجب نے جو کہا ہے۔ کہ کسی نے بھی اس حدیث کو مرفوعاً بیان نہیں کیا تو بات دراصل یہ ہے، کہ ان کے اس قول سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ ایسی بات ہے، کہ جس میں رائے یا اجتہاد کو کوئی دخل حاصل ہی نہیں۔ لہٰذا ایسی حدیث مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔ (۹۴)

غرض اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ بھول چوک معاف ہے۔ اور قبلہ رو تھوکنا ممنوع ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر تھوکے گا، تو اس کا مواخذہ ہوگا۔ جیسا کہ احادیث میں وعید گزری ہے۔ اور اگر کبھی بھول چوک سے ہو جائے تو اللہ غفور رحیم ہے۔ بھول چوک کے احکام کی تفصیل کے لئے دیکھئے ''جامع البیان والحکم. لابن رجب'' (ص۳۵۲، ۳۵۶) اور ''النسیان و اثرہ فی الاحکام الشرعیة. للشیخ یحیٰ حسین الفیفی، طبع موسسة الرسالة بیروت فانه کتاب مهم فی الموضوع'' (۹۵)

آداب مسجد اور آداب کعبہ کے مابین مشترک یہ موضوع تو ضروری حد تک مکمل ہوا جب کہ دیگر کتنے ہی آداب و احکام مساجد بھی باقی ہیں۔ جن میں سے خاص خاص امور کا تذکرہ ضروری ہے۔

---

(۹۴) ایضاً

(۹۵) اس سلسلہ میں (قبلہ رومت تھوکیے) اور احترام قبلہ کے عنوان کے تحت ہمارا ایک مفصل مقالہ ماہنامہ ''محدث'' بنارس اور ماہنامہ ''صراط مستقیم'' اور پاکستان کے بعض مجلات میں شائع ہو چکا ہے۔ قمر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں گمشدگی کا اعلان کرنا

آداب واحکام مساجد سے ہی ایک مسجد میں گمشدہ بچوں یا دیگر چیزوں کا اعلان کرنا بھی ہے۔ اوران عرب ممالک میں تو الحمدللہ امن عامہ کا یہ عالم ہے کہ مساجد میں ایسے اعلانات کی نوبت ہی نہیں آتی۔ نہ بچے اٹھائے جاتے ہیں۔ اور نہ ہی کبھی گمشدگی کا شور سنا گیا ہے۔ حصول انصاف میں آسانی اور قانون کی بالادستی والے ملکوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے۔ لیکن اسے کیا کہیئے کہ کتنے ہی ایسے ممالک ہیں جو امن وامان کی ان بہاروں سے محروم ہیں۔

بہر حال چونکہ ایسے ممالک موجود بلکہ بکثرت موجود ہیں۔ جہاں بچوں کی گمشدگی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ وہ حقیقی گمشدگی ہو یا بردہ فروشوں کی کارستانیوں کا نتیجہ۔ اور کسی دوسری چیز کا گم ہو جانا تو کہیں بھی اور کسی بھی وقت ممکن ہے۔ لہٰذا بچوں یا دوسری چیزوں کی گمشدگی کے اعلانات کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ جس کے لئے ظاہر ہے کہ مؤثر ترین ذرائع ابلاغ واعلان تو ٹیلی ویژن، ریڈیو، اور روزنامہ اخبارات ہی ہو سکتے ہیں۔

ایسے ہی فوری اقدام کے لئے مقامی طور پر یہ بھی کیا جا سکتا ہے، کہ کوئی گاڑی کرائے پر لیں۔ اور ایک لاؤڈ سپیکر اس پر فٹ کر کے اس کے ذریعے سارے شہر کے اہم مقامات، کالونیاں، محلوں اور گلی کوچوں میں گمشدگی کا اعلان کریں۔ یہ زیادہ مؤثر اور زوداثر طریقہ ہے۔ جب کہ ذرائع ابلاغ والا طریقہ اگرچہ کچھ تاخیر طلب ہوتا ہے۔ لیکن اتنا ہی وہ وسیع تر پیمانے پر ہو جاتا ہے۔ جب کہ ہمارے برصغیر کے ممالک میں اس راست اقدام کی بجائے ہوتا یہ ہے، کہ کسی کی مرغی بھی گم ہو جائے تو تھوڑی دیر ادھر ادھر پوچھ تاچھ کے بعد امام مسجد کے پاس جا نکلتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میاں جی، قاری صاحب یا مولوی صاحب ہماری مرغی گم ہوگئی ہے، یا فلاں چیز نہیں مل رہی۔ آپ مسجد کے لاوڈ سپیکر سے ذرا اعلان کردیں۔ اور چیز ملے نہ ملے وہ حضرت اعلان کر کے اس ''فریضہ'' سے گویا سبکدوش ہوجاتے ہیں۔

تو آیئے ذرا شریعت سے دریافت کریں کہ ایسے اعلانات جائز بھی ہیں یا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سلسلہ میں ہمیں کیا ہدایات دی ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں اس موضوع کے بارے میں بڑی کھلی کھلی نصوص اور واضح ہدایات خود نبی اکرم ﷺ سے مروی موجود ہیں، کہ مسجد میں ایسے اعلانات شرعاً درست نہیں ہیں۔

عدم جواز کی پہلی دلیل:

اور اس عدم جواز کے دلائل میں سے پہلی دلیل وہ حدیث ہے۔ جو صحیح مسلم ''کتاب المساجد باب النهى عن نشد الضالة فى المسجد'' میں، ایسے ہی ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد و صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ : لاَ رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا) (٩٦)

''جو شخص کسی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو، اسے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے وہ چیز واپس نہ کرے۔ کیونکہ مساجد اس کام کے لئے تو نہیں بنائی گئی ہیں۔''

(٩٦) مسلم مع نووی ٣/٥/٥٤۔ صحیح ابی داؤد ٤٤٨۔ ابن ماجہ ٧٦٧۔
مسند احمد ٢/٣٤٩۔ بحوالہ حاشیہ الاحسان ٤/٥٣٥۔
صحیح الجامع ٣/٥/٣٠٣۔ صحیح الترغیب ١/١١٨۔ الاحسان ٤/٥١٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری دلیل:

اور اس مسئلہ میں یعنی گمشدہ اشیاء کے اعلانات کے جائز نہ ہونے کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے۔ جو کہ صحیح مسلم شریف کے اسی صفحہ پر اگلی ہی حدیث ہے۔ کہ جہاں حدیث مذکور ہے۔ جو کہ نسائی وابن ماجہ اور مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، طیالسی اور بیہقی میں بھی ہے۔ اور اس میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(اِنَّ رَجُلاً فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا اِلَی الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ . فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا وَجَدْتَ ، اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهُ) (۹۷)

"ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا کہ اس کا گمشدہ سرخ اونٹ کسی نے دیکھا ہو، اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اپنے اونٹ کو نہ پائے۔ کیونکہ مساجد جس مقاصد کے لئے بنائی گئی ہیں۔ وہ انہی کے لئے ہیں۔"

اور مساجد کن مقاصد کے لئے بنائی گئی ہیں؟ ایک اعرابی کے مسجد میں پیشاب کرنے کے واقعہ میں اس کی وضاحت بھی خود نبی اکرم ﷺ نے فرما رکھی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، ایسے ہی صحیح مسلم **کتاب الطھارۃ باب وجوب غسل البول** میں مسند احمد اور ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور مسند ابی عوانہ میں حدیث ہے۔ جس میں حضرت ابوہریرہؓ وانسؓ کے مطابق مساجد کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّمَا هِیَ لِقِرَائَةِ الْقُرْآنِ ، وَ ذِکْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ) (۹۸)

---

(۹۷) مسلم مع نووی ۵۴/۵/۳۔ صحیح نسائی ۶۹۳ ولکنه عن جابر، ابن جابر ۷۶۵۔ الاحسان ۹۳۱/۴۔ صحیح الترغیب ۱۱۸/۱۔

(۹۸) الاحسان حدیث ۱۴۰۱، ۱۴۰۲۔ ابن ماجه ۵۲۹۔ صحیح الجامع ۲۶۲/۲/۱۔ الارواء ۱۹۰/۱، ۱۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ مسجدیں صرف اللہ کے ذکر، نمازوں کی ادائیگی اور قرآن کریم کی تلاوت کے لئے بنائی جاتی ہیں۔''

تو گویا نبی اکرم ﷺ نے مساجد کے اغراض و مقاصد بیان کر کے۔ اور پہلی دونوں حدیثوں میں اپنے ارشاد و عمل مبارک ہر دو سے واضح طور پر گمشدگی کے اعلانات کے سلسلہ میں حکم امتناہی جاری فرما دیا ہوا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں پہلی دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ ان دونوں حدیثوں سے کئی احکام کا استفادہ ہوتا ہے۔ جن میں سے ہی ایک مسجد میں کسی گمشدہ چیز کے اعلان کی ممانعت بھی ہے۔

تیسری دلیل:

اور اس بات کی تیسری دلیل سنن ابن ماجہ **کتاب المساجد باب النهي عن انشاد الضوال في المساجد** میں مروی حدیث ہے۔ جس میں راوی حدیث صحابی بیان فرماتے ہیں کہ:

(نَهىٰ عَنِ النِّشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ) (۹۹)

''نبی اکرم ﷺ نے ایسی گمشدہ اشیاء بشمول حیوانات وغیرہ کے مسجد میں اعلان کرنے سے منع فرمایا۔''

اور نہ صرف آپ ﷺ نے ایسے اعلانات سے منع فرمایا بلکہ ایسا اعلان کرنے والے شخص کے حق میں بددعا فرمائی کہ تیری وہ چیز تجھے کہیں سے بھی نہ ملے۔ اور اعلان سننے والوں کو بھی حکم فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے اسی قسم کی بددعا کریں۔ اور امام نوویؒ نے بقول آپ ﷺ کا یہ بددعا کرنا۔ اور اسی کی تلقین فرمانا ایسے شخص کے لئے اس کے فعل کی فوری سزا کے طور پر ہے۔ کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد و حکم کی نافرمانی کیوں کی؟

---

(۹۹) سنن ابن ماجہ حدیث ۷٦٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی دلیل:

ابوداؤد و ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ و شرح السنہ بغوی اور مسند احمد میں ایک چوتھی دلیل بھی ہے۔ جس میں حضرت ابن عمروؓ بیان فرماتے ہیں:

(نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ يُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ وَاَنْ يُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ وَ نَهٰى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ) (۱۰۰)

''نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں کوئی چیز بیچنے، خریدنے اور کسی گمشدہ چیز کے اعلان کرنے اور مسجد میں (لایعنی قسم کی) شعر گوئی کرنے سے منع فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے مسجد میں حلقے بنانے سے بھی منع فرمایا۔''

اس حدیث میں صرف ایک نہیں بلکہ کئی چیزوں کی ممانعت آگئی ہے۔ جن میں سے مسجد میں خرید و فروخت اور شعر گوئی وغیرہ کا ذکر تو قدرے تفصیل سے آگے چل کر کریں گے۔ سردست یہ ذہن میں رکھیں۔ کہ اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گمشدہ اشیاء کے اعلانات کی ممانعت آئی ہے۔

پانچویں دلیل:

اور سنن نسائی اور ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

(۱۰۰) صحیح ابی داؤد ۹۵۶۔ صحیح ترمذی ۲۶۵۔ صحیح نسائی ۶۹۰۔
ابن ماجہ ۷۴۹، ۱۱۳۳۔ ابن خزیمہ ۱۳۰۴۔ شرح السنہ ۳۷۲/۲ حسنہ الارناؤط۔
صحیح الجامع ۵۳/۶/۳۔ فتح الباری ۵۴۹/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مروی ہے کہ ایک آدمی آیا جس نے مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(لَا وَجَدْتَ) ”تو اسے نہ پائے“

چھٹی دلیل:

ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُولُوا لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ) (١٠١)

”جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھے تو اسے کہے کہ اللہ تیری تجارت کو سودمند و منافع بخش نہ کرے۔ اور جب کوئی شخص کسی کو اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے دیکھے، تو کہے کہ اللہ تجھے وہ چیز واپس نہ لوٹائے۔“

اور محدثین کرام اور فقہاء عظام نے اپنی تالیفات میں ان احادیث کو نقل کرتے وقت جو جو تبویب کی ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ ان حضرات کے نزدیک بھی ایسے اعلانات ایک ممنوع فعل ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں وارد احادیث کی تبویب نوویؒ نے یوں کی ہے۔

---

(١٠١) صحیح النسائی ١/١٥٤، ١٥٥۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اَلنَّھْیُ عَنْ نَشْدِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ)

''مسجد میں کسی گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت کا بیان''

امام ابوداؤد کی تبویب ہے:

(بَابٌ فِیْ کَرَاھِیَةِ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ)

''مسجد میں کسی گم شدہ چیز کے اعلان کے مکروہ (وممنوع) ہونے کا بیان''

امام ترمذی کی تبویب یوں ہے:

(بَابُ مَا جَاءَ فِیْ کَرَاھِیَةِ الْبَیْعِ وَالشِّرَاءِ وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ) (۱۰۲)

اور امام نسائی نے یوں کی ہے:

(بَابُ النَّھْیِ عَنْ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ)

اور امام ابن ماجہ نے دو طرح سے تبویب کی ہے:

۱ (بَابُ النَّھْیِ عَنْ اِنْشَادِ الضَّوَالِّ فِی الْمَسَاجِدِ)

۲ (بَابُ النَّھْیِ عَنْ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِی الْمَسْجِدِ)

اور معنی و مفہوم سبھی کا ایک ہی ہے۔(۱۰۳)

یہ تو واضح احادیث کی روشنی میں ایسے اعلانات کی شرعی حیثیت ہوئی۔

---

(۱۰۲) صحیح ترمذی ۱۰۶۶۔ ابن خزیمہ ۱۳۰۵۔ مستدرك حاکم ۲/۵٦
باب النهی عن البیع فی المسجد ۔ صحیح ترغیب ۱/۱۱۸

(۱۰۳) انظر اعلام الساجد با حکام المساجد ص ۳۲٤ طبع اوقات الامارات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجوزین اوران کے دلائل

بعض لوگوں نے کچھ لغوی مین میخ نکالتے ہوئے یا بال کی کھال اتارتے ہوئے کہا ہے۔ کہ احادیث میں جو "ضــالة" آیا ہے۔اس سے مراد گمشدہ جانور ہیں۔لہٰذا اگر بچہ گم ہو جائے تو اس کے اعلان کی ممانعت نہیں ہوگی۔اور بعض دیگر نے بقاء نفس اور احترام آدمیت کا نقطہ اٹھاتے ہوئے ایک فقہی اصول " الضـرورات تبیح المحذورات " کا سہارالیا ہے۔اور بچوں کے بارے میں اعلان کا جواز کشیدہ کیا ہے۔اور کچھ حضرات وہ بھی ہیں جو مصالح مرسلہ کے حوالہ سے اسے جائز کرتے جا رہے ہیں۔ جب کہ ان تینوں قسم کے لغوی وقیاسی دلائل کا جائز لینے پر اوران کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔کہ ان میں کوئی جان نہیں ہے۔ بلکہ تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔تو آیئے ذرا ان کے دلائل کا کچھ جائزہ لیں۔ چنانچہ

پہلی دلیل:

اس سلسلہ میں بعض لوگ پہلی دلیل کے طور پر لفظ "ضــالة" کے لغوی معنی و مفہوم کی بحث کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اعلان کی ممانعت کے سلسلہ میں احادیث میں جو لفظ "ضــالة" آیا ہے۔اس سے مراد گم شدہ جانور ہیں۔مثلاً اونٹ، بھیڑ اور بکری وغیرہ۔لہٰذا احادیث میں جو ممانعت ہے، وہ جانوروں کی گمشدگی کے اعلانات کی ہے۔

جب کہ انسان کا بچہ ایک دوسری چیز ہے۔اور اگر بچہ گم ہو جائے تو اس کی گمشدگی کا مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ

ان کی یہ پہلی دلیل چونکہ محض لغوی بحث ہے۔ لہٰذا اس کا جائزہ بھی ہم کتب لغت کے حوالہ سے ہی لیتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ "ضـــالة" کا معنی صرف گمشدہ حیوانات یا جانور ہی نہیں۔ بلکہ اس کا اطلاق گمشدہ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی لغت کی کتابوں میں المعجم الوسیط میں "ضالة" کا معنی یوں لکھا ہے۔

(كُـلُّ مَـا ضَـلَّ اَىْ ضَـاعَ وَ فَـقَـدَ مِـنَ الْـمَـحْسُـوْسَـاتِ وَالْمَعْقُوْلاَتِ اَوْ منَ الْبَهَائِمِ خاصَةً) (١٠٤)

"یعنی ضالہ ہر گمشدہ چیز کو کہتے ہیں۔ خواہ محسوسات سے تعلق رکھتی ہو یا معقولات سے یا پھر خاص طور پر یہ لفظ حیوانات کے لئے بولا جاتا ہے۔"

تو گویا عموماً تو یہ حیوانات کے لئے ہی ہے۔ لیکن اس کا اطلاق دیگر محسوسات و معقولات پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ لفظ حکمت و دانائی کی بات کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ سنن ترمذی کتاب العلم باب (١١٩) اور سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب (١٥) اور الضعفاء ابن حبان میں حدیث ہے:

(اَلْـكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فحيْثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ لَهَا) (١٠٥)

"حکمت و دانائی کی بات مومن کی ایک گمشدہ دولت ہے، جہاں بھی وہ پائی جائے وہی اس کا اصل مستحق ہے۔"

---

(١٠٤) المعجم الوسيط ١/٥٢٣ طبع ترکی

(١٠٥) ضعيف الترمذى ص ٣٢٠۔ ضعيف ابن ماجه ص ٣٤٣۔
ضعيف الجامع ٢/٤/١٦٦۔ مشكوٰة ١/٧٥۔ اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے۔
ضعفه الترمذى و الالبانى و غيره

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہمیں چونکہ یہاں صرف اس میں وارد لفظ "ضالة" کے لغوی معنی و مفہوم کی تعیین مطلوب ہے۔ لہٰذا اس کے لئے اس حدیث سے بھی تائید لی جا سکتی ہے۔ کہ حکمت و دانائی کی بات کے لئے بھی "ضالة" کا لفظ وارد ہوا ہے۔ تو گویا المعجم الوسیط میں جو معقولات پر بھی اس لفظ کے اطلاق کی بات آئی ہے۔ تو وہ اس حدیث کے الفاظ سے ثابت بھی ہوگئی۔ اور قرآن کریم کے مطالعہ سے تو پتہ چلتا ہے، کہ یہ لفظ یا اس کا فعل کا صیغہ انسانوں کی گمشدگی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سورہ سجدہ آیت ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے۔ کہ وہ کہیں گے۔

﴿وَقَالُوْٓا أَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ اَئِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ (۱۰۶)

''اور وہ کہنے لگے کہ ہم جب (مرکر) زمین میں گم ہو جائیں گے، تو کیا ازسرنو پیدا ہوں گے۔''

ایسے ہی سورۃ اعراف آیت ۳۷ میں ہے کہ موت کے وقت اللہ کے فرشتے جن منکرین حق سے پوچھیں گے کہ کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے تو وہ جواب دیں گے۔

﴿قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا﴾

''وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے غائب ہوگئے ہیں۔''

ان آیات میں زیر بحث لفظ کے فعل ماضی کے صیغے انسانوں کی گمشدگی کے بارے میں آئے ہیں۔ قرآن کریم میں اس لفظ اور اس کے مشتقات کو کن کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے **المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم** (ص ۴۲۱، ۴۲۴) کا مطالعہ مفید رہے گا۔

ایسے ہی مسند احمد جلد چہارم ص ۴۴۷ اور جلد پنجم کے ص ۳، ۴، ۵ پر ایک

(۱۰۶) بحوالہ المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث ۳/۵۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث ہے جس میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ مذکور ہے۔ جس نے اپنے بچوں کو وصیت کی تھی، کہ میرے مرنے کے بعد مجھے آگ میں جلا کر میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

(لَعَلِّیْ اَضِلُّ اللّٰہَ تبارَکَ وَ تعَالیٰ)

''شاید کہ (ایسا کرنے سے) میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اوجھل رہ سکوں اور اس کے حضور پیش ہونے سے بچ جاؤں۔''

تو گویا قرآن کریم اور احادیث کے یہ استعمالات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کے لفظ ''ضل'' انسانی گمشدگی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا زیادہ استعمال ذہول یا راہ راست سے بھٹک جانے کے لئے ہے۔ اسی لئے عموماً ان الفاظ کا ترجمہ گمراہ ہو جانے اور گمراہی سے کیا جاتا ہے۔

اس ساری لغوی بحث وتفصیل کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے۔ کہ لغوی دلیل پر مبنی جس بات کو بنیاد بنا کر گمشدہ بچوں کے متعلق مساجد میں اعلان جائز قرار دیا جاتا ہے۔ تو وہ بات یا دلیل ہی سرے سے بے بنیاد ہے۔ لہٰذا اس دلیل پر اعتماد کرتے ہوئے ایسے اعلانات کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسری دلیل:

بعض اہل علم نے یہ نقطہ اٹھایا ہے۔ کہ بقاء نفس اور احترام آدمیت کے پیش نظر بچوں کی گمشدگی کے اعلان کو جائز ہونا چاہئے۔ اور پھر اسے ایک فقہی قاعدہ کے تحت لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ:

(اَلضُّرُوْرَاتُ تبِیْحُ الْمحْظُوْرَاتِ)

''ضرورتیں ممنوع اشیاء کو بھی مباح وروا کر دیتی ہیں۔''

لیکن ان کی یہ دلیل بھی ایسی ہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ:

پہلی دلیل کی طرح ہی ان کی یہ دوسری دلیل بھی بس ایسی ہی ہے۔ کیونکہ اس قاعدہ کلیہ کی نوبت صرف اسی صورت میں آتی ہے۔ جب اس کا کوئی دوسرا متبادل انتظام نہ ہوسکتا ہو، لیکن ہمارے یہاں عموماً اور غالباً کوئی ایسی جائز ضرورت یا مجبوری نہیں ہوتی۔ جس کی بناء پر ہم احادیث میں وارد صریح حکم امتناعی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس امر کو جائز قرار دیں۔ کیونکہ مسجد سے باہر اس کا معقول بندوبست ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اس موضوع کو شروع کرتے وقت ہم اس کا طریقہ بلکہ کئی طریقے ذکر کر آئے ہیں۔

ہاں اگر واقعی کوئی ایسی مجبوری ہو اور مسجد سے باہر اس کا انتظام کرنا ناممکن ہو تو، پھر اس اعلان کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا محض پیسے بچانے کے لئے ضرورت کا ہوّا کھڑا کر کے "الضرورات تبیح المحذورات" کے قاعدہ سے فائدہ اٹھانا اس قاعدے کا ناجائز استعمال ہوگا۔

تیسری دلیل:

اور ایسے اعلانات کے جواز کے لئے بعض حضرات ایک تیسری دلیل کے طور پر مصالح مرسلہ کا سہارا بھی لیتے ہیں۔ اور اسی اصطلاح کو سامنے رکھ کر بچوں کی گمشدگی کے اعلان کو جائز قرار دیتے ہیں۔

جائزہ:

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے۔ کہ آج کل کے جدید مسائل میں بلاشبہ "مصالح مرسلہ" بڑی کارآمد چیز ہے۔ لیکن صریح نصوص کے مقابلہ میں مصالح مرسلہ کا سہارا لینا ایک چور دروازہ کھولنا ہے۔ کیونکہ مصالح مرسلہ کا سہارا لینے کی جو شرائط فقہاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام نے ذکر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین شرط یہ بھی ہے۔ کہ کسی نص یا اجماع سے ثابت شدہ شرعی حکم کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ اور وہ مصلحت وضرورت بھی قطعی وکلی، یا قطعی واجتماعی قسم کی ہو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس سے عام نصوص کی تخصیص بھی ناممکن ہے۔

چہ جائیکہ ان نصوص کو ترک و معطل ہی کر دیا جائے۔ اور پھر مصالح مرسلہ سے فیصلہ کرنا بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور جمہور علماء اصول تو نفی کے قائل ہیں۔ لیکن اس کے اعتبار کی صورت میں کم ازکم اس کی شرائط تو پوری ہونی چاہئیں۔ اور یہ چونکہ ایک خالص اصولی مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

بلکہ جنہیں تفصیل مطلوب ہو وہ کتب اصول فقہ کی طرف رجوع کریں۔ مثلاً شیخ محمد خضری بک مصری کی کتاب اصول الفقہ (ص ۳۴۲، ۳۴۸، المکتبۃ التجاریۃ الکبرائ) اور جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ الریاض کے مدیر ڈاکٹر عبداللہ ترکی کی کتاب اصول مذہب الامام احمد (ص ۴۵۹، ۵۹۴۔ مؤسسۃ الرسالہ) امام شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول (ص ۲۴۱، ۲۴۳۔ حلبی) اور الاعتصام شاطبی، الاحکام فی اصول الاحکام آمدی اور المستصفی غزالی وغیرہ کتب اس سلسلہ میں بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

یہاں ایک بات آپ پیش نظر رکھیں۔ کہ اگر ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا اعتبار کرتے ہوئے اور نصوص کی موجودگی میں بھی مصالح مرسلہ کا سہارا لینا شروع کر دیا جائے، تو پھر یہ ایک ایک چور دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ جس کے ذریعے ہر قسم کے دنیوی، تجارتی اور غیر تجارتی سبھی قسم کے اعلانات جائز قرار پائیں گے۔ اور مساجد ایک اکھاڑا اور بے ہنگم شور کا ذریعہ بن جائیں گی۔ بلکہ ہمارے بعض لوگوں کے ایسے فتاویٰ کے نتیجہ میں آج کل ایسے اعلانات کا مشاہدہ ہمارے ممالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بکثرت بلکہ ہر روز ہوتا ہے۔ جو کہ مسجد کے تقدس واحترام کے منافی ہے۔ یہ تو ہوا مجوزین کے دلائل کا مختصر جائزہ۔

ایک مناسب حل:

اور اب آیئے دیکھیں کے جب مساجد سے ایسے اعلانات ناجائز ہیں تو پھر کیا اس کا کوئی دوسرا مناسب حل بھی ہے یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایک تو ہم موضوع کے شروع میں ہی ذکر کر آئے ہیں۔ کہ اس کے دوسرے کئی طریقے ہیں جو جائز ومفید اور موٴثر بھی ہیں۔ بس ان میں ذرا خرچہ ہوتا ہے۔ تو بھئی بچے سے قیمتی کیا چیز ہوسکتی ہے۔ اور چلئے اگر اسے کچھ لوگوں کے لئے ناقابل عمل ہی سمجھا جائے۔ تو پھر اس مسئلہ کا ایک دوسرا اور مناسب حل یہ بھی ہے۔ کہ اہل گاؤں یا شہر کے اہل محلّہ باہمی تعاون سے مسجد کے ساتھ لیکن مسجد سے باہر اس کا بندوبست کریں۔ بالکل اسی طرح جیسے نمازیوں کے لئے طہارت خانے اور ٹوٹیاں وغیرہ کا انتظام مسجد کے لوازمات سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان اعلانات کے لئے بھی مسجد سے باہر انتظام کردیا جائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا تقاضا یہی ہے۔ کہ انہیں ان کے اصل حال پر رکھتے ہوئے اپنایا جائے۔

اور کوئی ایسا مستقل انتظام کردینے سے یہ تقاضا بھی پورا ہو جائے گا۔ بقاء نفس اور احترام آدمیت کے جذبہ پر بھی عمل ہو جائے گا۔ اور مصالح مرسلہ کی شرائط کو توڑ کر انہیں ناجائز طور پر استعمال کرنے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ اور نہ ہی بلاضرورت قطعیہ وکلیہ " الضرورات تبیح المحذورات " کا سہارا لینے کی نوبت آئے گی۔

ہاں اگر باہر سے کوئی گمشدہ چیز ملے تو اس کے متعلق نمازیوں کو اطلاع دینے میں انشاءاللہ مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ کسی گمشدہ چیز کی تلاش کا اعلان نہیں ہے۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ممانعت والی احادیث کی زد میں بھی نہیں آتا۔ اگرچہ بہتر اور مناسب تو اس کے لئے بھی یہی ہے۔ کہ اس سے بھی بچنے کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق کے متعلق بعض آثار سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے گمشدہ چیز لانے والے کو مسجد کے دروازے پر اعلان کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جیسا کہ المغنی ابن قدامہ (۶۰۶/۵ بحوالہ ہفت روزہ اہلحدیث ایضاً) میں مذکور ہے۔ (۱۰۷)

مساجد میں خرید و فروخت

مساجد میں گمشدگی کے اعلانات کی ممانعت کے سلسلہ میں بعض احادیث کے ضمن میں یہ بات گزری ہے۔ کہ مساجد میں خرید و فروخت یعنی کسی چیز کا سودا کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنے والے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے بددعا فرمائی ہے۔ چنانچہ سابق میں ذکر کی گئی ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور شرح السنہ کی حدیث حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

(نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ وَاَنْ يُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ وَاَنْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ وَ نَهٰى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ) (۱۰۸)

”نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس بات سے منع فرمایا کہ مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان کیا جائے۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ مسجد میں فضول شعر گوئی کی جائے۔ اور جمعہ کے دن نماز سے قبل مسجد میں حلقے بنانے سے بھی منع فرمایا۔“

---

(۱۰۷) اس موضوع کیلئے ہم نے دیگر مراجع اور مصادر کے علاوہ سب سے زیادہ استفادہ اس فتویٰ سے کیا ہے۔ جو دارالافتاء جامعہ اسلامیہ فیصل آباد سے شائع ہوا۔ اور ہفت روزہ ”اہلحدیث“ مذکور میں نشر ہوا۔ قمر

(۱۰۸) [illegible] ۲۳۱/۴/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی ترمذی، نسائی فی عمل الیوم واللیلة، ابن خزیمہ، ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی، دارمی، ابن السنی اور المنتقی ابن الجارود میں حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لاَ اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَکَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَنْ یَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لاَ رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَیْکَ) (۱۰۹)

''جب تم کسی شخص کو مسجد میں خریدتے یا بیچتے دیکھو تو اسے کہو کہ اللہ تمہاری تجارت کو سودمند و منافع بخش نہ بنائے۔ اور جب کسی کو گمشدگی کا اعلان کرتے دیکھو تو اسے کہو کہ تمہاری چیز اللہ تمہیں واپس نہ لوٹائے۔''

ان اور ایسی ہی دیگر احادیث کے پیش نظر مسجد میں کسی چیز کے خریدنے یا بیچنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور مازری سے نقل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱/۵۵۰) میں لکھا ہے کہ:

''مسجد میں خرید و فروخت کے جواز میں تو اختلاف ہے۔ البتہ اگر کوئی عقد بیع و شراء ہو جائے تو اس کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔''

اور ظاہر ہے کہ خرید و فروخت خالص کاروبار دنیا ہے۔ جو مساجد کے اغراض و مقاصد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس لئے مسجد میں بیٹھ کر کسی قسم کا سودا نہیں کرنا چاہئے۔ اور غالباً ایسا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہم اس موضوع کو طول نہیں دینا چاہتے۔ (۱۱۰)

---

(۱۰۹) صحیح ترمذی ۱۰۶۶۔ نسائی عمل الیوم واللیلة ۱۷۶۔
ابن خزیمه ۱۳۰۲، ۱۳۰۵۔ الحاکم ۲/۵۶۔ بیهقی ۲/۴۴۷۔
دارمی ۱/۳۶۶/ ابن السنی ۱۵۳۔ ابن الجارود ۵۶۲۔
اور اس کی مفصل تخریج کیلئے ملاحظہ ہو الاحسان ترتیب ابن حبان ۴/۵۲۸ تا ۵۳۰۔
تخریج حدیث ۱۶۵۰، ۱۶۵۱

(۱۱۰) بالتفصیل اعلام الساجد للزرکشی ص ۳۲۴، ۳۲۶۔
شرح السنه بغوی ۲/۲۷۲، ۲۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد میں شعر گوئی

اور انہی دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث میں دوسری بات یہ مذکور ہے۔ کہ مسجد میں شعر گوئی سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے:

(وَاَنْ يُنْشِدَ فِيهِ شِعْرٌ)

''نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں فضول شعر گوئی کی جائے۔''

اور شارح بخاری لکھتے ہیں کہ اس موضوع کی متعدد احادیث ہیں، لیکن ان سب کی اسناد پر کلام کیا گیا ہے۔ البتہ یہ حدیث جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے۔ اس کی سند کو بعض محدثین نے حسن قرار دیا ہے۔ اور اس کی سند ابن عمرو تک تو صحیح ہے۔ لہٰذا بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جو لوگ ابن عمرو کے نسخہ کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

اور ممانعت والی حدیث کے علاوہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی، نسائی، مسند حمیدی، ابن حبان، ابن خزیمہ، عبدالرزاق، بیہقی، شرح السنہ بغوی و طحاوی و مستدرک حاکم اور دیگر کتب سنن میں ایک واقعہ معروف ہے۔ کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو شاعر و مداح رسول اللہ ﷺ کے لقب سے معروف ہیں۔ انہیں نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ کفار و مشرکین کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی ہجو یا مذمت میں کہے گئے اشعار کا جواب دیں اور فرمایا تھا:

(یا حسان اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)

''اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کے دفاع میں ان کفار کی ہجو کا جواب دو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

(اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) (۱۱۱)

''اے اللہ! ان کی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے مدد فرما۔''

اور بعض طرق میں یہ تفصیل بھی موجود ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسانؓ کو مسجد میں شعر کہتے ہوئے سنا تو تعجب کے انداز سے فرمایا کہ تم مسجد میں شعر گوئی کر رہے ہو۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا تھا:

(کُنْتُ اُنْشِدُ فِیْہِ وَ فِیْہِ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِنْکَ) (۱۱۲)

''میں اس وقت بھی اس مسجد میں شعر کہا کرتا تھا، جب اس میں آپ سے بدرجہا بہتر شخصیت موجود تھی۔ (یعنی نبی اکرم ﷺ)''

اور پھر ساتھ ہی ابو ہریرہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہیں قسم دے کر پوچھا کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے ان کفار کو جواب دے۔ اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! حسان کی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے مدد فرما۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہاں کہہ کر ان کی تصدیق کی۔

اور **باب الشعر فی المسجد** میں امام بخاری رحمہ اللہ جو متن لائے ہیں۔ اس سے بقول ابن بطال یہ تو پتہ نہیں چلتا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شعر گوئی مسجد نبوی میں اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تھی۔ لیکن صحیح بخاری ہی

(۱۱۱) بخاری مع الفتح ۴۵۳، ۳۲۱۲، ۶۱۵۲۔ مختصر مسلم ۱۷۱۳۔
شرح السنہ ۳۷۴/۲۔ مفصل تخریج کیلئے ملاحظہ فرمائیں
الاحسان ترتیب ابن حبان ۵۳۲/۴ تا ۵۳۴۔ تخریج حدیث ۱۶۵۳

(۱۱۲) بخاری مع الفتح ۳۰۴/۶۔ صحیح ابی داؤد ۱۴۹۱۔ مسلم مع نووی ۴۵/۱۶/۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایک دوسرے مقام کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملائکہ میں وارد حدیث کے متن میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

(اَجِبْ عَنِّیْ) (۱۱۳)

''میری طرف سے جواب دو۔''

ارشادِ نبوی کے ان دو لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔ بلکہ ابوداؤد و ترمذی شریف اور شرح السنہ و مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں تو بڑی واضح صراحت موجود ہے۔ چنانچہ وہ بیان فرماتی ہیں:

(كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْصِبُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُوْمُ عَلَيْهِ يَهْجُوا الْكُفَّارَ) (۱۱۴)

''نبی اکرم ﷺ حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھوایا کرتے تھے۔ جس پر چڑھ کر وہ کفار کی ہجو میں شعر کہا کرتے تھے۔''

اب ایک طرف ممانعت کی احادیث ہیں تو دوسری طرف جواز کی، ان ہر دو طرح کی احادیث سے جو اختلاف سا بنتا نظر آتا ہے۔ اس سے پریشان مت ہوئیے۔ محدثین کرام اور اہل علم نے ان دونوں طرح کی احادیث کے مابین مطابقت و موافقت پیدا کر کے اس اختلاف کو رفع کر دیا ہے۔

دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت و موافقت:

مساجد کی شعر گوئی سے متعلقہ دو طرح کی احادیث گزری ہیں۔ جن میں سے بعض میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں شعر گوئی سے منع فرمایا۔ جب کہ

---

(۱۱۳) ایضاً

(۱۱۴) صحیح ابی داؤد حدیث ۴۱۹۳، صحیح ترمذی ۲۲۸۲، الحاکم ۴۸۷/۳۔ [illegible] ۲۹/۳ [illegible] حدیث ۱۶۵۷ [illegible] ۵۴۸/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی بعض احادیث میں وارد نبی اکرم ﷺ کے خود عمل مبارک سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ ناجائز نہیں ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے مسجد میں حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ کفار و مشرکین جو میری ہجو میں شعر کہہ رہے ہیں۔ تو تم میرے دفاع کے لئے ان کا جواب دو۔ اور اس غرض کے لئے وہ مسجد میں برسر منبر شعر گوئی کیا کرتے تھے۔

ان دو طرح کی احادیث میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ محدثین کرام اور اہل علم نے اسے رفع کرنے کے لئے کہا ہے کہ:

اولاً:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شعر گوئی عام سی شاعری کی طرح نہیں تھی کہ جس میں کوئی ایسی ویسی بات ہوتی۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کفار کو ان کے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی گستاخی میں کہے گئے ہجو یہ اشعار کا جواب دینے کا حکم ملا تھا۔

ثانیاً:

یہ کہ مسجد میں ایسے اشعار پڑھنے کی ممانعت ہے جن کا تعلق عہد جاہلیت سے ہو، اور ان میں ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کا متکبرانہ نظریہ۔ بلا وجہ کا غلو اور ایسے ہی دیگر جاہلانہ امور کا تذکرہ ہو، باطل و لغو قسم کی گفتگو ہو، گل و بلبل، شراب و شباب اور غازہ و رخسانہ کا ذکر ہو تو گویا جاہلانہ اور عاشقانہ ہر دو طرح کی شاعری ہو تو ایسے اشعار کی ممانعت ہے۔ اور جو اشعار ایسے ہوں جو حق بات پر مبنی ہوں تو وہ مسجد میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ خبیث لغو اشعار یا بیہودہ گفتگو احترام و تقدس مسجد کے منافی ہے۔ جب کہ اچھے اور مبنی برحق میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ (۱۱۵)

(۱۱۵) فتح الباری ۱/ ۵۴۸ و تحقیق شرح السنہ ۲/ ۳۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہاں اچھے برے اور حق و ناحق قسم کے اشعار کے مابین امتیاز کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر سلیم فطرت مسلمان یہ امتیاز کر سکتا ہے۔ البتہ یہاں ایک بات بطور خاص ذہن نشین کر لیں کہ مساجد میں ایسے اشعار پڑھے تو جا سکتے ہیں۔

جن میں توحید باری تعالیٰ کو اچھے پیرائے میں پیش کیا گیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے منصب نبوت و رسالت کا بیان ہو۔ اتباع کتاب و سنت، اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کی رغبت دلائی گئی ہو۔ حسن اخلاق کو اختیار کرنے کی تلقین ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر ابھارا گیا ہو۔ اور اس سب کچھ کیلئے اچھی اور صاف ستھری زبان استعمال کی گئی ہو۔

اب ایسے اشعار کو حمد کہیں یا نعت، نظم کہیں یا کچھ اور، ان کی گنجائش تو ملتی ہے۔ لیکن اگر کسی شاعر یا نعت گو نے اپنے کلام میں نبی اکرم ﷺ کی نعت کے بھیس میں ایسی باتیں کہی ہوں۔ جو آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے منافی، بلکہ حقیقت کے بھی خلاف ہوں۔ تو ایسے اشعار سے مساجد کو پاک و محفوظ رکھنا تو کجا۔ انہیں تو کہیں بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔ اور نہ ہی سننا چاہئے۔ اور یہی معاملہ ایسی حمد کا بھی ہے۔

مثلاً کوئی شاعر راہ صواب سے ہٹ کر یہ سمجھتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ہر جگہ بذاتہ موجود ہے۔ اور ہر چیز میں ہے۔ جسے حلولیے یا وحدۃ الوجد کے باطل عقیدہ والے معتزلہ سے متاثر ہو کر تو ایسے شاعر کے اشعار کو مسجد سے نہیں اپنے گھر کی یا دفتر کی لائبریری سے بھی دور رکھیں۔ اور اپنی مجلسوں میں بھی ایسے لوگوں کی پذیرائی نہیں ہونی چاہئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی ذات باری تعالیٰ یا صفات باری تعالیٰ سے متعلق شرکیہ اشعار بھی ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں شمار ہونے والے اشعار بھی ہیں۔ جنہیں اگرچہ نعت ہی کیوں نہ کہا جاتا ہو۔ جیسے کوئی کہے کہ ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ لینا ہے مانگ لیں محمد سے

اور حمد کی نسبت نعت میں شعراء سے کم علمی یعنی علم دین کی کمی کی وجہ سے بہت کوتاہیاں اور لرزشیں ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مصنف مزاج آدمی جس کا عقیدہ بھی اہلسنت کے متفقہ عقائد کے مطابق ہو آج تک لکھے جانے والے اردو نعتیہ کلام کا ذخیرہ اپنے سامنے دھر لے، اور حق و ناحق یا صحیح و غیر صحیح اشعار کو الگ الگ کرتا چلا جائے ۔ تو بعید نہیں کہ غلط عقائد ،غلو و مبالغہ آمیزی ، نام نہاد عقیدت ،مگر فی الحقیقت جہالت جیسے عواقل کی تاثیر میں لکھے جانے والے ناحق و غیر ناحق صحیح اشعار کا پلڑا ہی بھاری نکلے۔

اب آپ ہی بتائیے کہ بھلا ایسے اشعار مساجد میں پڑھے جانے بلکہ گائے جانے کے قابل کہاں ہیں۔ اور یہ گائے جانے کا اس لئے کہہ رہے ہیں، کہ عوام کا مزاج تو بگڑا ہی تھا۔ شاعروں نے بھی ''چلوتم ادھر جدھر کی ہوا ہو'' کی رو سے ہوا کا رخ دیکھ کر فلمی گانے پڑھے یا سنے، اور پھر انہی کے ردیف و قافیہ یا طرز پر نعتیہ اشعار بھی کہہ دیئے۔ جنہیں پھر ان گانوں کی طرز پر ہی سنایا جاتا ہے۔

اب اگر ایسے اشعار نبی اکرم ﷺ کی شان میں مبالغہ و غلو جیسی صفات یا گستاخیوں اور شرکیہ عقائد و نظریات پر بھی مشتمل ہوں تو ایسے اشعار کو مساجد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا تو کجا، کہیں بھی پڑھنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پرانے نام کو اس کے معنی و مفہوم کے صحیح نہ ہونے اور اسے ایک طرح سے بھلا دینے کے لئے یثرب کا نام ''طیبہ'' و ''طابہ'' رکھا اور جو مدینۃ الرسول ﷺ مدینہ طیبہ یا مدینہ منورہ ہے۔ اور اسے اس کے پرانے نام سے یاد کرنے کو مکروہ قرار دیا۔ آج کا نعت گو اور نعت خواں اشعار میں پھر یثرب ہی کہنے اور سنانے پر اصرار کرے تو ایسے شخص کے اشعار کو، اور اسی طرح کے دوسرے امور غیر صحیحہ پر مشتمل اشعار کو مساجد میں پڑھنا روا نہیں ہو سکتا۔ اور بعینہ کلام یا نعتوں میں کون کون سے غیر صحیح امور پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے تقریباً بڑے امور کا تذکرہ کسی حد تک ہمارے سیرۃ النبی ﷺ سے متعلقہ پروگرام میں آچکا ہے۔ جو آپ سن چکے ہیں۔ (۱۱۶)

ثالثا:

ان تفصیلات سے قطع نظر مساجد میں شعر گوئی کے جواز و عدم جواز میں موافقت پیدا کرنے کے لئے اہل علم نے جو تیسری بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح قسم کے اشعار کے کبھی کبھی مسجد میں پڑھ لینے میں حرج نہیں، لیکن اگر یہ بکثرت ہو حتیٰ کہ اہل مسجد کو تعلیم و تدریس اور ذکر و تلاوت قرآن وغیرہ سے روکنے کا باعث بنے تو ایسی شعر گوئی بھی ممنوع ہے۔ (۱۱۷)

---

(۱۱۶) الحمدللہ سیرۃ النبی ﷺ کے یہ پروگرام بھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھپ چکے ہیں۔ اور اس کتاب کا نام سیرۃ امام الانبیاء ﷺ ہے۔

(۱۱۷) فتح الباری ۱/۵۴۹، مختصر شرح السنۃ ۶/۳۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کے خطباء کی ذمہ داریاں

اور فضول قسم کی شعر گوئی کرنے والے نعت خواں عموماً جاہل اور علم دین سے خالی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ علماء اور مساجد کے خطباء و واعظین کی ذمہ داری ہے، کہ وہ ایسے لوگوں کا مواد چیک کر لیا کریں۔ اگر ٹھیک ہو تو فبہا ورنہ روک دیا جائے۔ لیکن اب اس کا کیا کریں کہ مسؤلین ہی اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے۔ جب کہ اہل علم نے اس سلسلہ میں ان کی ذمہ داری کے امور گن کر بتائے ہیں۔ مثلاً علامہ محمد جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ نے اپنی نفیس کتاب "اصلاح المساجد من البدع والعوائد" میں نقل کیا ہے۔ کہ واعظین کی ذمہ داریاں چند امور میں منحصر ہیں۔

اول:

یہ کہ عوام کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی صفات عالیہ، اس کے حق میں محال اور جائز امور اور انبیاء و رسل کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کریں۔

دوم:

یہ کہ دین کے ارکان مثلاً نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ کی تعلیم دیں، اور ان کے آداب و احکام اور ان کے دنیاوی و اخروی فوائد بتائیں۔

سوم:

یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ یعنی بھلائی کی دعوت دیں۔ اور برائی سے باز کریں، اور دینی آداب و فضائل پر کاربندی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی پابندی پر ابھاریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہارم:

یہ کہ وہ عوام الناس کو اچھے اعمال کے اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور انہیں یہ سمجھائیں کہ ہر شخص کو اس کے اچھے اور برے کاموں کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

پنجم:

لوگوں کو جائز شرعی امور میں تعاون کرنے کی ترغیب دلائیں، اولاد کی اچھی تربیت پر توجہ دلائیں، ہر کام کو صحیح طور پر سرانجام دینے پر زور دیں، امانت کے تحفظ کی ضرورت کو واضح کریں اور آپس میں اخوت، بھائی چارگی کا احساس پیدا کریں۔ کیونکہ یہی قوموں کی زندگی کا سرچشمہ اور دنیا و آخرت میں ان کی بہبود کا باعث ہے۔

ششم:

دلوں کو فاسد اوہام وخیالات سے پاک کریں کیونکہ انہی کی وجہ سے۔ باطل عقیدے جنم لیتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور عاجزی کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ آگے چل کر علامہ شام محمد جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں۔ کہ اللہ جانتا ہے، کہ واعظین نے اپنے ان فرائض و واجبات یا ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا۔ بلکہ وہ اوہام وخرافات اور باطل وموضوع احادیث واقوال کا سہارا لے کر اپنی محفلوں میں رنگ بھرتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ اپنے واعظوں میں زہر گھولتے ہیں، اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی جانب غلط حدیثوں اور حقائق سے بعید باتوں کو منسوب کرتے ہیں۔ ترغیب وترہیب میں تشدد و مبالغہ اور سہولت سے حسب منشاء کام لیتے ہیں۔

اور پھر اس قسم کے واعظین سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے واعظو! نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے تمہیں انسیت سی ہو گئی ہے۔ اور تم اسی کو حقائق کہتے ہو۔ حالانکہ یہ کھلا ہوا اور واضح گناہ ہے۔ جس کے حرام پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ (جو بہتر صحابہ کرام سے بیس کتب میں مروی ہے) جسے صحیح و متواتر حدیث قرار دیا گیا ہے۔ اس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) (۱۱۸)

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پہ جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''

امام نووی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں لکھا ہے:

''من گھڑت حدیث کا علم یا ظن ہو جانے کے بعد اس کی روایت حرام ہے۔ (سوائے اس کا ضعف واضح کرنے والے کیلئے) اور جو جانتے ہوئے ایسا کرے گا۔ وہ اس حدیث میں مذکور وعید کا مستحق ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کوئی فرق نہیں کہ اس جھوٹ کا تعلق احکام سے ہے یا ترغیب و ترہیب اور مواعظ سے۔ کیونکہ ہر مسئلہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کرنا حرام ہے۔ تمام دانش مندوں کا اتفاق ہے۔ کہ کسی بھی شخص کی طرف جھوٹ بات کا انتساب حرام ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف کسی بات کو غلط طور پر منسوب کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔''(۱۱۹)

(۱۱۸) بخاری ۱۰۷، ۱۱۰۔ مختصر مسلم ۱۸۶۱، ۱۸۶۲۔ صحیح ابی داؤد ۳۱۰۲۔ صحیح ترمذی ۲۱۴۱، ۱۲۵۰۔ ابن ماجہ ۳۰، ۳۳۔ صحیح الجامع ۶۵۱۹

(۱۱۹) اصلاح المساجد للقاسمی اردو از ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ص ۱۵۰، ۱۵۲۔ الدار السلفیہ بمبئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کے قصہ خواں

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو مساجد میں بر سر منبر موضوع و من گھڑت اور باطل روایات و حکایات بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ اور سمجھتے ہیں کہ انہی کہانیوں سے تو خطبہ وتقریر میں رنگ آتا ہے۔ اور پھر وہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز کئے بغیر اپنی لچھے دار تقریروں میں یہ قصے، کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں۔ انہیں خطباء و واعظین کی بجائے مساجد کے قصہ خواں کہنا چاہئے۔ جنہیں امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' یہی نام دیا ہے۔ اور مساجد کے منکرات یعنی مساجد میں مروج غلط امور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مساجد کے منکرات میں سے ہی قصہ خواں اور واعظین کا وہ کلام بھی ہے، جو بدعت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر کوئی قصہ خواں جھوٹے واقعات بیان کرے تو وہ فاسق ہے۔ اسے ٹوکنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی واعظ بدعتی ہو تو اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا چاہئے۔'' (۱۲۰)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ مساجد میں صرف غلط یا فضول قسم کی شعر گوئی ہی ممنوع نہیں۔ بلکہ ایسی وعظ گوئی اور قصہ خوانی بھی ممنوع ہے۔ جس کی بنیاد ہی ضعیف و موضوع یا کمزور اسناد والی من گھڑت و جعلی روایات پر رکھی گئی ہو۔ ہاں اگر لاعلمی کی وجہ سے ایسا کچھ ہو جائے تو الگ بات ہے۔ مسجد میں کچھ کہنے سے پہلے اپنے آپ کو اس کا اہل بنانا چاہئے۔ جو کچھ کہنے کا خیال ہو اس کی تحقیق و تیاری کر لینی چاہئے۔ تاکہ اس وعید سے بچ سکیں۔

غرض ان تمام امور سے مساجد جیسے مقدس مقامات کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ اور

---

(۱۲۰) بحوالہ اصلاح المساجد اردو ص ۱۴۹، ۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متولیان مساجد کا فرض بنتا ہے۔ کہ اگر انہیں غیر عالم ہونے کی وجہ سے خود توفیق نہ ہو تو کم از کم اہل علم کے تعاون سے اپنی مساجد کو ایسے امور سے بچانے کا اہتمام کریں۔ کیونکہ مساجد کے تقدس و احترام کا تقاضا یہی ہے۔

مساجد میں دنیاوی بات چیت

اور اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایک اور اہم بات کی طرف بھی اشارہ کردیں۔ جو پاک و ہند کی اکثر مساجد میں بہت مروج ہے۔ وہ ہے اپنے دنیاوی امور کے بارے میں باتیں کرنے کے لئے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھ جانا اور عموماً ہوتا یوں ہے۔ کہ گاؤں یا محلے کی مسجد میں نماز کے بعد بعض لوگ اپنے ساتھ والے کے ساتھ سر جوڑ کر باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اور پھر کوئی تیسرا آجاتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک حلقے کی شکل بنا لیتے ہیں۔

یوں ہر کوئی بھانت بھانت کی بولی بولتا جاتا ہے۔ سارے دن کا کیا کرایا اور کھایا پیا سامنے رکھ دیتے ہیں۔ گائے بھینس اور بھیڑ بکریوں کی قیمتوں کا اتار چڑھاؤ گندم، چاول کے مارکیٹ ریٹ اور دنیا بھر کی اول فول خبریں اگلتے چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو جتنی زیادہ باتیں کرے اور بڑھ چڑھ کر بولے وہ اتنا ہی زیادہ سیانا اور جو اخباری ونشریاتی اداروں کا نام لے کر جھوٹی سچی خبریں سنائے وہ اتنا ہی زیادہ پڑھا لکھا سمجھا جاتا ہے۔ اور اسے بنظر اعجاب دیکھا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ تمام امور تقدس و احترام مساجد کے منافی اور آداب مساجد کے خلاف ہیں۔ کیونکہ دنیاوی بات چیت کے لئے ایسے حلقے بنانے والوں کے بارے میں۔ نبی اکرم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی اور ان کی مذمت کرتے ہوئے ان کے پاس نہ بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ابن حبان اور معجم طبرانی میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَجْلِسُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ حَلْقًا حَلْقًا اِمَامُهُمُ الدُّنْيَا فَلَا تُجَالِسُوْا هُمْ فَاِنَّهُ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ) (۱۲۱)

''آخری زمانہ میں ایک قوم ایسے لوگوں کی ہوگی، جو مساجد میں حلقے بنا کر بیٹھے گی اور دنیا داری کی باتیں کرے گی۔ تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

یہ طبرانی کے الفاظ ہیں، جبکہ ابن حبان کے الفاظ یوں ہیں:

(سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ) (۱۲۲)

''آخری زمانہ میں ایک قوم ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگی، جن کی سبھی باتیں مساجد میں ہوں گی۔ اللہ کو ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔''

اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے۔ جس میں ہے

(يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَحْلِقُوْنَ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ وَلَيْسَ هَمُّهُمْ اِلَّا الدُّنْيَا ، وَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِ حَاجَةٌ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ) (۱۲۳)

''لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا، کہ وہ مسجدوں میں حلقے بنا کر

---

(۱۲۱) الصحیحة ۳/۱۵۱، ۱۵۲

(۱۲۲) موارد الظمآن فی زوائد ابن حبان ص ۹۹۔

(۱۲۳) تحفة الساجد (اصلاح المساجد) ص ۱۲۵ اردو

وقال الالبانی فی تحقیقه حدیث حسن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھیں گے اور ان کا ہدف دنیاوی بات چیت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ایسے لو
گوں کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔''

اور انہی احادیث کے پیش نظر اہل علم نے مساجد میں دنیاوی بات چیت کرنے اور اس کے لئے حلقے بنانے کو ممنوع لکھا ہے۔ چنانچہ امام ابن الحاج نے لکھا ہے:

''دنیاوی معاملات اور لوگوں کو روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں باتیں کرنے کے لئے مساجد کے اندر اجتماعی صورت میں بیٹھنے سے روکنا چاہئے۔''

انہوں نے اس موضوع کے متعلق مختلف آثار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''مسجد میں صرف نماز، تلاوت، ذکر وفکر یا تعلیم وتدریس کے لئے بیٹھا جاسکتا ہے۔ اور ان کاموں میں بھی آواز اس حد تک بلند نہیں ہونی چاہئے۔ کہ دوسرے نمازیوں اور ذکر الٰہی میں مشغول لوگوں کے لئے باعث خلل ہو۔'' (۱۲۴)

تنبیہ: یہاں یہ بھی ذکر کردیں کہ ابن الحاج کی یہ بات اپنی جگہ بجا ہے، کہ دوسرے لوگوں کے لئے خلل کا باعث نہیں بننا چاہئے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ اگر کسی کی فرض نماز یا اس کے متعلقات یعنی سنن رواتب یا مؤکدہ سنتیں باقی ہیں۔ تو وہ انہیں ادا کرے۔ اسی طرح اگر تعلیم وتدریس ایسی زبان میں ہے، جسے وہ نہیں جانتا یا جس سے وہ کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا، تو بھی اسے اختیار ہے کہ تلاوت یا ذکر وفکر اور عام نفلی نماز میں مشغول رہے۔ جبکہ

(۱۲۴) صحیح الترغیب ۱/۳۱۔ صحیح الجامع ۴۲۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلت علم وطالب علم:

اس صورت میں بھی افضل یہی ہے کہ وہ تعلیم وتدریس کے حلقے میں جا بیٹھے کیونکہ تلاوت ونوافل کی عبادت سے تعلیم وتدریس علم کی عبادت کو زیادہ افضل بتایا گیا ہے۔ چنانچہ معجم طبرانی اوسط میں اور مسند بزار میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ارشادنبوی ہے:

(فَضْلُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ وَ خَيْرُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ) (۱۲۵)

''علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے، اور تمہارا بہتر دین تو ورع وتقویٰ ہے۔''

ایسے ہی صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور مستدرک حاکم میں مختلف مگر ملتے جلتے الفاظ سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ) (۱۲۶)

''جو شخص حصول علم کے لئے اس کی راہ پر چل نکلے، اللہ تعالیٰ اس کے

---

(۱۲۵) ایضاً

(۱۲۶) مسلم مع نووی ۲۱/۱۷/۹۔ صحیح ابی داؤد ۳۰۹۷۔ صحیح ترمذی ۲۱۳۴۔ ابن ماجہ ۲۲۵۔ الموارد ۷۸۔ صحیح ترغیب ۱/۳۲۰۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے جنت کی راہ آسان کر دے گا، اور کوئی قوم جب اللہ کے کسی گھر میں (مسجد و مدرسہ وغیرہ) بیٹھے اور کتاب اللہ کی تلاوت اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جائے، تو اللہ کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے، اور اللہ ان کا ذکر اپنے مقربین فرشتوں میں کرتا ہے۔"

اور حصول علم کے لئے درس و تدریس کے حلقوں میں جا کر بیٹھنے والوں کی فضیلت کا اندازہ تو اس حدیث سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ جو کہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی میں حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَصْنَعُ) (۱۲۷)

"جو شخص حصول علم کی راہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔ اور اس طالب علم کے ساتھ اپنی رضامندی کا اظہار کرنے کے لئے فرشتے اس کی راہوں میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔"

اور ابن ماجہ و ابن حبان، معجم طبرانی و مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ ﷺ اپنی سرخ چادر پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا، کہ میں حصول علم کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱۲۷) صحیح ابی داؤد ۳۰۹۶۔ صحیح ترمذی ۲۱۵۹۔ ابن ماجہ ۲۲۳۔
الموارد ۸۰۔ صحیح ترغیب ۳۳/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَرْحَباً بِطَالِبِ الْعِلْمِ اَنَّ الطَّالِبَ الْعِلْمَ تَحفَّتَهُ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا ثُمَّ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ، حَتّٰى يَبْلُغُوا السَّمَاءَ الدُّنْيَا مِنْ مَحَبَّتِهِمْ بِمَا يَطْلُبُ) (۱۲۸)

''طالب علم کو خوش آمدید، بے شک طالب علم کو فرشتے اپنے پروں میں لپیٹ لیتے ہیں، اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہو کر آسمان دنیا تک چڑھ جاتے ہیں۔ اور یہ ان کا طالب علم سے اظہار محبت ہوتا ہے۔''

اور انہی جیسی احادیث میں سے ہی ایک ترمذی و ابن ماجہ، ابن حبان اور مستدرک میں بھی ہے۔ جس میں زر بن حبیش بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے پوچھا: کیا لینے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں حصول علم کی کوشش میں سرگرداں ہوں، تو انہوں نے فرمایا: کہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:''

(مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ ، اِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا بِمَا يَصْنَعُ) (۱۲۹)

''کوئی بھی شخص جب حصول علم کی غرض لے کر اپنے گھر سے نکلتا ہے، تو اس کے اس فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار کرنے کے لئے فرشتے اس کی راہ میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔''

اور معجم طبرانی و مستدرک حاکم میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱۲۸) ابن ماجہ ۲۲۶۔ الموارد ۷۹۔ صحیح ترغیب ۱/۳٤۔

(۱۲۹) ابن ماجہ ۲۲۶۔ الموارد ۷۹۔ صحیح ترغیب ۱/۳۸۔ مسند احمد و مستدرک حاکم بحوالہ الصحیح الجامع ۵۷۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا اَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ لَهُ اَجْرُ كَاَجْرِ حَاجٍّ، تَامًّا حَجَّتُهُ) (۱۳۰)

''جو شخص محض اس غرض سے مسجد کی طرف گیا کہ وہ علم سیکھے یا سکھلائے تو اسے پورے ایک حج کا ثواب ملے گا۔''

جب کہ ابن ماجہ و بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ جَاءَ مَسْجِدِيْ هٰذَا لَمْ يَأْتِهِ اِلَّا الْخَيْرَ يَتَعَلَّمُهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذَالِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلَى مَتَاعِ غَيْرِهٖ) (۱۳۱)

''جو شخص میری مسجد میں محض اس غرض سے آئے، کہ وہ کوئی بھلائی (علم) سیکھے گا یا سکھلائے گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا شمار ہوگا۔ اور جو کسی دوسری غرض سے آئے گا۔ وہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی کسی دوسرے کی چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔''

اور درس قرآن و حدیث سننے والوں کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جو کم و بیش چوبیس صحابہ کرامؓ سے اور کم و بیش ایک سو ستاون (۱۵۷) طرق سے سینتیس (۳۷) آئمہ نے صحیحین کے سوا، دیگر کتب حدیث و سنت میں سے پینتالیس (۴۵) سے زیادہ کتب میں مروی ہے۔ جس کی تخریج و تحقیق، تعلیق و تشریح پر بعض اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور حال ہی میں مدینہ

(۱۳۰) صحیح ترغیب ۳۸/۱

(۱۳۱) ابن ماجہ ۲۲۷۔ صحیح الجامع ٦١٨٤۔ صحیح ترغیب ۳۹/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونیورسٹی کے ایک پروفیسر عبدالمحسن حمد العباد نے روایت کے اعتبار سے اس حدیث کے مطالعہ پر مشتمل "دراسة الحديث" "نظر الله امرا سمع مقالتي" روایۃ ودرایۃ لکھی ہے۔ جو درمیانے سائز کے سوا دوسو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ (طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ) غرض اس حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

(نَظَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَ رَعَاهَا ثُمَّ ذَهَبَ بِهَا اِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا) (۱۳۲)

''اللہ اس شخص کو سرسبز وشاداب (پررونق، سرخ رو) رکھے۔ جس نے میری بات سنی اور اسے خوب اچھی طرح سے یاد کئے رکھا۔ پھر وہ ان لوگوں تک جا نکلا جنہوں نے وہ بات (حدیث) نہیں سنی ہوئی (اور انہیں جا کر سنائے)''

اور ترمذی وابن حبان کے الفاظ حضرت ابن مسعودؓ سے یوں مروی ہیں کہ:

(نَظَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ) (۱۳۳)

''اللہ اس شخص کو شاداب و سرخ رو رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا، اور جیسا سنا آگے پہنچا دیا۔ آگے والے لوگوں میں سے کتنے لوگ اس سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔''

اور ابن حبان میں "نظر الله امرا" کی بجائے "رحمه الله امرا" ہے

(۱۳۲) صحیح ترغیب ۱/۴۱۔ مجمع الزوائد ۱/۱/۱۳۹۔
صحیح الجامع ۳/۶/۲۹، ۳۰۔ الصحیحہ ۱/۶۸۹۔ انظر کتاب العباد ص ۳۳، ۷۴

(۱۳۳) صحیح ترمذی ۲۱۴۰۔ ابن ماجہ ۲۳۲۔ ابن حبان الموارد ۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ اس پر رحم فرمائے۔

فضیلت علم و طالب علم اور فضیلت علماء ایک طویل موضوع ہے۔ جس پر بعض آئمہ نے ضخیم کتب تصنیف کی ہیں۔ حتیٰ کہ علامہ ابن عبدالبر کی کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ" غالباً سب سے ضخیم اور جامع کتاب ہے۔ تفصیل مطلوب ہو تو ایسی کتب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی ''الترغیب والترہیب'' للمنذری اور خصوصاً ''صحیح الترغیب والترہیب'' للالبانی کی جلد اول میں کتاب العلم (ص ۳۱ تا ۶۱) بھی قابل مطالعہ ہیں۔ اور ہم یہاں تفصیل میں جانے کی بجائے انہی اشارات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کیونکہ ان سے اتنا تو واضح طور پر معلوم ہو ہی جاتا ہے، کہ علم و طالب علم کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ نوافل و تلاوت پر علمی حلقوں میں بیٹھنے کو ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا اگر مسجد میں خالص قرآن و حدیث کا درس ہو رہا ہو تو ایسے درس کے حلقوں میں بیٹھنا عام نفلی نمازوں سے بہتر ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''درمختار'' میں لکھا ہے:

(فَاِسْتِمَاعُ الْعِظَةِ اَوْلٰی) (۱۳۴)

''اور وعظ و درس کا سننا اولیٰ و بہتر ہے۔''

اور ردالمختار المعروف فتاویٰ شامیہ (حاشیہ ابن عابدین) میں بھی مصنف نے درمختار والے کی تائید و مزید تشریح کی ہے۔ (۱۳۵)

---

(۱۳۴) در مختار مع درالمختار ۶۶۳/۱ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

(۱۳۵) رد المختار حاشیہ در مختار ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العودۃ الی المقصود:

یہی وجہ ہے کہ امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الامر باتباع والنھی عن الابتداع" میں لکھا ہے۔ کہ بدعات یا نو ایجاد و امور میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ کوئی انسان جہالت و لاعلمی کے با وجود علمی مجلسوں کو چھوڑ کر نفلی عبادت میں مصروف رہے۔ یہ ایک ایسی غلطی ہے۔ کہ جس سے انسان بہت ہی مخالف شریعت آفتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں خود اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو اس بات کی تلقین فرمائی ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

"آپ ﷺ کہہ دیجئے! کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر"

اس آیت میں علم کی زیادتی کو طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سورہ کہف میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے شروع میں ہی آیت نمبر ۶۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہے۔

﴿هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾

"کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں، کہ آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے۔ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں گے۔"

انبیاء کرامؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کی مدد و نصرت کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انہیں حکم دیا جا رہا ہے، کہ وہ مزید علم کی طلب رکھیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ علم کی کوئی انتہاء نہیں۔ ہر شخص مزید علم کا محتاج رہتا ہے۔ (۱۳۶)

غرض علم سیکھنا فرض ہے۔ اور علم و علماء سے دوری جہالت کے تسلط کو مضبوط

---

(۱۳۶) بحوالہ اصلاح ص ۱۵۹، ۱۶۰ مترجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناتی ہے۔اور حصول علم کے فرض ہونے کا پتہ اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جو ابن ماجہ، الکامل ابن عدی اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت انسؓ سے معجم طبرانی صغیر اور تاریخ بغداد للخطیب میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے، معجم طبرانی اوسط میں حضرت ابن عباسؓ سے، معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابن مسعودؓ سے، تاریخ بغداد للخطیب میں حضرت علیؓ سے، طبرانی اوسط اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ) (۱۳۷)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مردوزن) پر فرض ہے۔''

اور **جامع بیان العلم و فضله لابن عبدا لبر** میں حضرت انسؓ سے مروی حدیث کے شروع میں تو ایسے ہی ہے۔البتہ آخر میں مزید اضافی الفاظ یہ ہیں:

(وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْبَحْرِ) (۱۳۸)

''طالب علم کے لئے دنیا کی ہر چیز دعاء مغفرت کرتی ہے۔حتیٰ کہ سمندر کے اندر مچھلیاں بھی اس کے لئے بخشش کی دعائیں کرتی ہیں۔''

اور ''**طلب العلم فريضة على كل مسلم**'' تک تو یہ حدیث صحیح ہے۔ جبکہ اس کے آخر میں جو بعض طرق میں ''........ **و مسلمة**'' کا لفظ آیا ہے۔وہ صحیح نہیں۔محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔اور ویسے بھی اس کے بغیر بھی لفظ ''**مسلم**'' مردوزن سب کو شامل ہے۔

اور یہاں اس بات کی صراحت بھی کرتے جائیں۔کہ جس علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے، اور جس کے حصول کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور جس علم کے

---

(۱۳۷) ابن ماجه ۲۲٤ بحواله صحيح الجامع ۲/٤/۱۰۔ صحيح ترغيب ۱/ ۳٤

(۱۳۸) صحيح الجامع ۲/٤/۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقوں میں بیٹھنے کی طرف پر زور انداز سے دعوت دی گئی ہے۔ اس سے علم قرآن و سنت مراد ہے۔ نہ کہ قصے کہانیوں کی کوئی کتاب۔ اور ان حلقوں سے مراد بھی درس قرآن وحدیث کے حلقے ہیں، نہ کہ وہ حلقے جن میں محض باتیں ہو رہی ہوں، یا قصہ گوئی کا دور چل رہا ہو۔ کیونکہ مساجد میں ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی تقریر یا خطاب اور ایسی باتوں کیلئے حلقہ بنانا ممنوع ہے۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ نفلی عبادت سے افضل اس حلقے میں بیٹھنا ہے جس میں قرآن و سنت کا درس ہو رہا ہو۔

اور بعض لوگ اس حلقے میں بیٹھنے سے اعراض کرتے ہیں۔ جس میں کوئی عالم دین وعظ و نصیحت کرتا ہے۔ اور قرآن وحدیث کے جواہر اور حکمت و دانائی کے موتی بانٹتا ہے۔ ایسے حلقوں کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص دوسری طرف محض وقت گزاری کیلئے مجمع لگا لے۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے میں مشغول ہو جائے۔ تو ایسے شخص پر صحیح بخاری کی وہ حدیث صادق آتی ہے۔ جسے امام صاحب نے:

(بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ مَجْلِسٌ وَ مَنْ رَاٰی فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا)

''یعنی اس شخص کا باب جو جہاں جگہ پائے وہاں بیٹھ جائے۔ اور جو کسی حلقے میں کوئی خالی جگہ دیکھے وہاں جا بیٹھے''

اس باب میں وارد حدیث میں حضرت ابو واقد لیثیؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

''نبی اکرم ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہؓ بھی موجود تھے۔ اسی اثناء میں تین آدمی آئے۔ دو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور ایک واپس چلا گیا، ان دو میں سے ایک حلقے کی خالی جگہ میں بیٹھ گیا اور دوسرا پیچھے بیٹھ گیا۔ جب نبی اکرم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا، فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ، وَاَمَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْآخَرُ فَأَعْرَضَ ، فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ) (۱۳۹)

''میں تمہیں تین افراد کے بارے میں بتاتا ہوں۔ایک نے اللہ سے جگہ مانگی تو اللہ نے اسے جگہ مہیا فرمادی۔دوسرے کو حیا آگئی تو اللہ کو بھی اس سے حیا معلوم ہوئی۔اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔''

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے علمی مجلسوں کے حلقوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔اور یہ بھی کہ مجلسوں میں با ادب رہنا چاہئے ۔ اور جو خلا ہو اسے پر کرنا چاہئے ۔ اسی طرح اس حدیث سے ان لوگوں کی تعریف نکلتی ہے ، جو بھلائی (یعنی علم) کی طلب میں دوسروں کے ساتھ نکلتے ہیں۔''

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

''علمی حلقوں کی حاضری اور عالم کا مسجد میں بیٹھنا باعث فضیلت و برکت ہے۔'' (۱۴۰)

اور موصوف کی اس بات کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتے جائیں کہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں، کہ علم کی اشاعت کے لئے عالم کا بیٹھنا عوام کیلئے بہت بڑی نعمت ہے۔لوگوں کا فرض تو یہ بنتا ہے کہ وہ علم حاصل کریں چاہے اس کے لئے انہیں دور دراز کا سفر کر کے ہی کیوں نہ جانا پڑے۔اگر کوئی علم سکھانے والا ان کے پاس ہی موجود ہو، اور وہ اس سے منہ موڑے رہیں تو پھر یہ ان کی شقاوت و بدبختی ہے۔قرون اولیٰ میں لوگ صرف ایک حدیث رسول کے حصول کے لئے مہینوں کا سفر طے کیا کرتے تھے۔اور آج احادیث وحکمت کی باتوں کا بازار سب سے زیادہ سونا پڑا ہے۔اور لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۱۴۱)

(۱۳۹) بخاری مع الفتح ۱/۱۵۶ و ۵۶۲

(۱٤۰) فتح الباری ۱/۱۵۷

(۱٤۱) اصلاح المساجد ص ۱٤۵، ۱٦۱۔ اعلام المساجد ص ۳۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا

آداب مسجد میں سے ہی یہ بھی ہے۔ کہ کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں اس وقت تک نہ جائیں جب تک منہ سے اس کی بدبو زائل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسے کچا پیاز یا لہسن اور مولی وغیرہ۔ تو ان کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، ابوعوانہ، ابن السنی اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا اَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ) (۱۴۲)

”جس نے لہسن یا پیاز کھایا، وہ ہم سے دور ہی رہے۔ یا وہ ہماری مسجد سے دور رہے۔ اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔“

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی، ابن حبان، ابی عوانہ، بیہقی، ابن خزیمہ، مصنف عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ، بغوی، طحاوی اور طبرانی صغیر میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ اَكَلَ هٰذِهِ الْبَقْلَةَ الثُّوْمَ وَالْبَصَلَةَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يُقْرِبُنَا فِيْ مَسَاجِدِنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى فِيْمَا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ آدَمَ) (۱۴۳)

---

(۱۴۲) بخاری ۸۵۵۔ مسلم مع نووی ۵۰/۵/۳۔ صحیح ابی داؤد ۳۲۲۸۔
ابن خزیمہ ۸۳/۳۔ تحقیق الاعظمی الارواء ۳۳۴/۲۔
صحیح الجامع ۲۰۰/۵/۳

(۱۴۳) مسلم مع نووی ۴۹/۵/۳۔ صحیح نسائی ۶۸۳۔ صحیح ترمذی ۱۴۷۵۔
صحیح الجامع ۲۵۶/۵/۳۔ الارواء ۳۳۴/۲۔
شرح السنہ ۳۸۷/۲، ۳۸۹۔ للتفصیل الاحسان ۵۲۲/۴، ۵۲۳۔ تخریج حدیث ۱۶۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے لہسن پیاز اور گندنا میں سے کچھ کھایا وہ ہماری مساجد میں ہمارے قریب نہ آئے۔ کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے اذیت پہنچتی ہے۔ جن چیزوں سے انسانوں کو اذیت پہنچتی ہے۔''

ایسے ہی ابو داؤد اور بیہقی، ابن ابی شیبہ، ابن حبان اور ابن خزیمہ میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ اَكَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ الْخَبِيْثَةَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلَاثًا)

(۱۴۴)

''جس نے اس خبیث پودے میں سے (یعنی لہسن میں سے) کچھ کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرا کر فرمائی۔''

امام ابن حبان نے اسحاق سے نقل کیا ہے۔ جو اس حدیث کی سند کے ایک راوی ہیں۔ کہ اس درخت سے مراد لہسن ہے۔ ایسے ہی صحیح مسلم اور ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، سنن کبریٰ، بیہقی و شرح السنہ، مسند ابی عوانہ و مسند احمد، موطا امام مالک میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

(مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يُؤْذِيْنَ فِيْ مَجَالِسِنَا يَعْنِيْ الثُّوْمَ) (۱۴۵)

''جس نے اس خبیث پودے (یعنی لہسن) سے کچھ کھایا وہ ہماری مجلسوں میں آکر ہمیں اذیت و تکلیف ہرگز نہ پہنچائے۔''

---

(۱۴٤) صحیح ابی داؤد ۳۲۳۹۔ بیهقی ۷۶/۳۔ صحیح ابن خزیمه ۸۳/۳۔ الموارد ۳۱۷۔ الاحسان ٥۲۱/٤، ٥۲۲

(۱٤٥) مسلم مع نووی ٤۹/٥/۳۔ موطا مع زرقانی ٤۰/۱۔ دار المعرف صحیح الجامع ۲٥۸/٥/۳۔ الاحسان ٥۲۳/٤، ٥۲٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَکَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ يَعْنِي الثَّوْمَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا)) (١٤٦)

''جس نے اس خبیث پودے یعنی لہسن میں سے کچھ کھایا وہ ہماری جانماز کے قریب بھی نہ پھٹکے۔''

جبکہ صحیح مسلم و ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن خزیمہ اور بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرُبَنَّ الْمَسَاجِدَ)) (١٤٧)

''جس نے اس لہسن کے پودے میں سے کچھ کھایا وہ مساجد کے قریب نہ آئے۔''

اور صحیح مسلم و بخاری، ابی عوانہ میں حضرت انسؓ سے مروی ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ اَکَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرُبَنَّ وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا)) (١٤٨)

''جس نے اس لہسن کے پودے میں سے کچھ کھایا وہ ہمارے قریب نہ آئے۔ اور نہ ہی ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔''

اور صحیح مسلم و ابوداؤد ابن خزیمہ اور مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ارشاد نبوی ہے:

(١٤٦) بخاری مع الفتح ٨٥٣۔ مسلم مع نووی ٤٨/٥/٣۔ صحیح الجامع ٢٥٨/٥/٣

(١٤٧) مسلم مع نووی ٤٨/٥/٣۔ صحیح ابی داؤد ٣٢٤٠۔ ابن ماجه ١٠١٦۔ ابن خزیمه ٨٢/٣۔ صحیح الجامع ٢٥٧/٥/٣۔ تحقیق الاحسان ٥٢٢/٤

(١٤٨) بخاری مع الفتح ٨٥٦۔ مسلم مع نووی ٤٩/٥/٢۔ صحیح الجامع ٢٥٨/٥/٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيْثَةِ شَيْئًا فَلَا يَقْرُبْنَا فِي الْمَسْجِدِ . يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَيْسَ لِيْ تَحْرِيْمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ وَلٰكِنَّهَا شَجَرَةٌ اَكْرَهُ رِيْحَهَا) (۱۴۹)

''جس نے اس خبیث پودے میں سے کچھ کھایا، وہ ہماری مسجد میں ہمارے قریب نہ آئے۔ اے لوگو! مجھے حق نہیں کہ میں اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کروں لیکن ہمیں اس پودے کی بو ناگوار ہے۔''

اور ابوداؤد و ابن حبان، بیہقی و مسند احمد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(مَنْ اَكَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ الْخَبِيْثَةَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيْحُهَا) (۱۵۰)

''جس نے اس خبیث پودے میں سے کچھ کھایا، وہ تب تک ہماری جانماز کے قریب نہ آئے جب تک اس کی بو زائل نہ ہو جائے۔''

لہسن پیاز اور گندنا وغیرہ بدبودار چیزیں کھاتے ہی مسجد میں نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ یہ چیزیں اگر کھانا ہی ہوں، تو اتنی دیر پہلے کھائیں کہ مسجد میں جانے تک ان کی بدبو زائل ہو چکی ہو۔ یا پھر ایسی چیز یا کھانا استعمال کریں جو ان کی بدبو کو ختم کر دے۔ تاکہ مسجد میں آس پاس کے نمازیوں کو اذیت نہ ہو۔ اگر کوئی دوسرا نہ ہو تو، کم از کم اللہ تعالیٰ کے فرشتے تو ہوتے ہی ہیں۔ انہیں اس بدبو سے تکلیف نہ ہو۔

---

(۱۴۹) مسلم مع نووی ۳/۵/۰۵۰، ۵۱۔ ابن خزیمہ ۳/۸۴۔ صحیح الجامع ۳/۵/۲۵۷۔ سنن ابی داؤد ۳۸۲۳۔

(۱۵۰) صحیح ابی داؤد ۳۲۴۱۔ ابن حبان الموارد ۳۱۹۔ صحیح الجامع ۳/۵/۲۵۷

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ ترکاریوں کو پکا لینے کے بعد ان کا حکم:

اور یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے، کہ ان ترکاریوں کو کھانے کے بعد مسجد میں جانے کی ممانعت صرف اس شکل میں ہے۔ جبکہ انہیں کچا کھایا جائے۔ اور منہ سے ان کی بو پھوٹتی رہے۔ اگر تاخیر یا کسی چیز کے استعمال سے ان کی بو زائل ہو جائے تو پھر ممانعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ممانعت کا اصل سبب بدبو ہے نہ کہ یہ ترکاریاں۔ اور اس بات کی صراحت بعض طرق سے حدیث میں بھی وارد ہوئی ہے۔ کہ یہ حکم صرف ان ترکاریوں کے کچا کھائے جانے کی صورت میں ہے۔ یا ان کی بدبو کے وجود کی صورت میں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ذکر کی گئی احادیث میں سے پہلی حدیث جو بخاری و مسلم، ابوداؤد، ابوعوانہ، بیہقی اور مسند احمد کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے:

(قُلْتُ مَا يَعْنِي بِهِ)

''میں نے پوچھا کہ اس سے (نبی اکرم ﷺ کی) کیا مراد ہے؟)''

توانہوں نے بتایا:

(مَا أَرَاهُ إِلَّا نِيئَهُ)

''میرے خیال میں آپ ﷺ کی مراد کچے لہسن سے تھی''

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے، یہ سوال کس کی طرف سے ہے۔ اور جواب کس نے دیا ہے۔ اس کا ٹھیک پتہ تو نہیں چل سکا، البتہ میرا خیال ہے کہ سوال ابن جریج نے کیا ہے۔ اور یہ جواب امام عطاء رحمہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق میں وارد امر سے اس بات کا ہی اشارہ ملتا ہے۔ البتہ کرمانیؒ نے کہا ہے کہ یہ سوال امام عطاء کی طرف سے ہے اور جواب حضرت جابرؓ نے دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تو اس شکل میں اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی لہسن سے مراد کچے کا استعمال ہے۔(۱۵۱)

اور اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں ۔ کہ مخلد بن یزید نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے، کہ اس سے مراد اس کی بد بو ہے۔

اور مصنف عبدالرزاق میں ہے:

(اَرَاهُ یَعْنِی النِّیئَةَ الَّتِی لَمْ تُطْبَخْ) (۱۵۲)

''میرا خیال ہے کہ اس سے مراد کچا لہسن ہے۔جو پکایا نہ گیا ہو۔''

اور مستخرج ابو نعیم میں بھی یہی الفاظ ہیں:

(یُرِیْدُ النِّیئَةَ الَّتِی لَمْ تُطْبَخْ) (۱۵۳)

''کہ اس سے آپ ﷺ کی مراد کچا لہسن ہے جو پکایا نہ گیا ہو۔''

اور کچے لہسن کو پکا لینے سے اس کا حکم ہی بدل جاتا ہے ۔ پھر اس کے استعمال میں کراہت نہیں رہتی ۔ کیونکہ اس طرح اس کی بد بو ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح مسلم ،نسائی ،ابن ماجہ ،ابن خزیمہ اور مسند احمد میں ہے، کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک خطبے میں فرمایا:

(اِنَّكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ تَاْكُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَیْنِ مَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَیْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَلَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ وَجَدَ رِیْحَهَا مِنَ الرَّجُلِ اَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ اِلَی الْبَقِیْعِ فَمَنْ اَكَلَهَا فَلْیُمِتْهَا طَبْخًا) (۱۵۴)

---

(۱۵۱) فتح الباری ۲/۳٤۱

(۱۵۲) ایضاً

(۱۵۳) بحواله فتح الباری ایضاً

(۱۵٤) مسلم مع نووی ۳/۵/۵۳، ۵٤۔ صحیح نسائی ٦۸٤۔ ابن ماجه ۳۳٦۳۔ ابن خزیمه ۳/۸٤۔ الارواء ۸/۱۵٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو! تم یہ پودے لہسن اور پیاز کھاتے ہو، جبکہ میں انہیں خبیث سمجھتا ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے، کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بقیع کی طرف نکلوا دیا تھا۔ کیونکہ اس سے ان کی بو آ رہی تھی۔ اور جو شخص یہ کھانا چاہے اسے چاہئے کہ انہیں (ہنڈیا میں) پکا کر ان کی بو کو مار لے۔''

اس حدیث پر امام ابن خزیمہؒ نے یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ النَّهْيَ عَنْ اِتْيَانِ الْمَسْجِدِ لِاٰ كِلِهِنَّ نَيِّئاً غَيْرَ مَطْبُوْخٍ) (۱۵۵)

''اس بات کی دلیل کا بیان کہ مساجد میں آنے کی ممانعت ان لوگوں کیلئے ہے، جو اسے پکائے بغیر کچا ہی کھائیں۔''

اور یہی بات حضرت علیؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے۔

چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی میں شریک بن حنبل بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے بیان کیا:

(نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثَّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا) (۱۵۶)

''انہوں نے لہسن کھانے سے منع فرمایا الا یہ کہ اسے ہنڈیا میں پکا لیا جائے۔''

اور دوسری روایت میں ہے:

(لَا يَصْلُحُ اَكْلُ الثَّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا)

''پکائے بغیر لہسن کھانا ٹھیک نہیں ہے۔''

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے۔ لیکن یہ حدیث اپنی

---

(۱۵۵) ابن خزیمہ ۳/۸۳

(۱۵۶) صحیح ابی داؤد ۳۲۴۳، صحیح ترمذی ۱۴۷۷، ارواء الغلیل ۸/۱۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری شاہد و مؤید حدیث کی بنا پر محدثین کرام کے نزدیک صحیح ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور امسند احمد میں حضرت مرہ المزنیؓ بیان فرماتے ہیں:

(نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَقَالَ لِمَنْ أَكَلَهَا فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيْهِ فَأَمِيْتُوْهَا طَبْخًا قَالَ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ) (۱۵۷)

''نبی اکرم ﷺ نے ان دو پودوں یا ترکاریوں یعنی لہسن اور پیاز سے منع فرمایا۔ اور فرمایا جو شخص ان میں سے کچھ کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اور فرمایا اگر تم ضرور ہی یہ کھانا چاہو، تو انہیں پکا کر ان کی بو کو مار لیا کرو۔''

اور یہی بات حضرت عمر فاروقؓ سے بھی مروی ہے۔ جو ابھی گزری ہے۔ اور وہ بھی اس حدیث کا مؤید و شاہد ہے۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ لہسن پیاز وغیرہ کو جب سالن میں پکا کر کھایا جائے۔ جبکہ مرچ مسالے اور گھی میں روسٹ ہو جانے سے اس کی بو زائل ہو چکی ہو تو پھر اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے۔ (۱۵۸)

حرام نہیں:

اور یہاں اس بات کی وضاحت بھی کرتے جائیں کہ یہ ترکاریاں بذاتہ حرام تو کیا مکروہ بھی نہیں۔ ان کا کھانا مباح ہے۔ بس صرف یہ شرط ہے کہ انہیں پکا کر کھایا جائے۔ یا پھر کھاتے ہی مسجد وغیرہ میں نہ جایا جائے۔ اور اس کے حرام نہ ہونے کی دلیل کے طور پر ایک حدیث ذکر کی جا چکی ہے۔ جس میں صحیح مسلم،

(۱۵۷) صحیح ابی داؤد ۳۲۴۲،۲/۷۲۶۔ ارواء الغلیل ۸/۱۵۵

(۱۵۸) انظر اعلام الساجد ص ۳۲۹، ۳۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو داؤد، ابن خزیمہ اور مسند احمد کے مطابق حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کہ لہسن کھا کر کوئی شخص ہماری مسجد میں ہمارے پاس نہ آئے۔''

اور فرمایا اے لوگو!

(اِنَّہُ لَیْسَ لِیْ تَحْرِیْمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ وَلٰکِنَّھَا شَجَرَۃٌ اَکْرَہُ رِیْحَھَا) (۱۵۹)

''مجھے حق نہیں کہ میں اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کر دوں، لیکن اس پودے کی بو مجھے ناگوار ہے۔''

اس حدیث پر امام ابن خزیمہؒ نے یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ النَّھْیَ عَنْ ذَالِکَ لِتَاذِّی النَّاسَ بِرِیْحِہٖ لَا تَحْرِیْمًا لِاَکْلِہٖ) (۱۶۰)

''اس بات کی دلیل کا بیان کہ لہسن کھا کر مسجد جانے کی ممانعت اس کی بو سے لوگوں کے اذیت پانے کی وجہ ہے۔ اسے کھانے کی حرمت نہیں۔''

لہسن پیاز حرام نہیں ہیں۔ اور انہیں کچا کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت محض ان کی بو کی وجہ سے ہے۔ پکے لہسن کو کھانے کے بعد چاہے فوراً ہی کیوں نہ مسجد میں چلے جائیں۔ کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حلال ہیں حرام نہیں ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت جابر بن سمرہؓ کے طریق سے اور ابن خزیمہ میں سفیان بن وہب کے طریق سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے۔ جبکہ یہی حدیث ترمذی و ابن حبان اور مسند ابو داؤد اور طیالسی میں خود حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے

(۱۵۹) مسلم مع نووی ۳/۵/۰۵۰۱۵

(۱۶۰) ابن خزیمہ ۳/۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ اَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهٖ اِلَیَّ وَاَنَّهٗ بَعَثَ اِلَیَّ یَوْمًا بِفَضْلِهٖ لَمْ یَاْكُلْ مِنْهَا لِاَنَّ فِیْهَا ثُوْمًا فَسَاَلْتُهٗ أَحَرَامٌ هُوَ قَالَ : لَا وَلٰكِنِّیْ اُكْرِهُهٗ مِنْ اَجْلِ رِیْحِهٖ) (١٦١)

''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب کھانا بھیجا جاتا تو آپ ﷺ کھانا کھا چکنے کے بعد فاضل کھانا میری طرف بھیج دیتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے فاضل کھانا میری طرف بھیجا تو پتہ چلا کہ اس میں سے آپ ﷺ نے لہسن ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا۔ میں نے پوچھا کیا یہ لہسن حرام ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن مجھے اس کی بو ناگوار ہے۔''

اور ابن خزیمہ میں ہے:

(اَسْتَحْیِ مِنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ وَلَیْسَ بِمُحَرَّمٍ) (١٦٢)

''یہ حرام تو نہیں، لیکن میں اللہ کے فرشتوں سے حیا کرتے ہوئے نہیں کھاتا۔''

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ ذِكْرُ مَا خَصَّ اللّٰهُ نَبِیَّهٗ ﷺ مِنْ تَرْكِ اَكْلِ الثُّوْمِ الْبَصَلِ وَالْكُرَاثِ مَطْبُوْخًا)

''اس بات کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے خصائص میں سے یہ بات بھی رکھی، کہ آپ ﷺ پکا ہوا لہسن پیاز اور گندنا بھی نہیں کھاتے تھے۔''

اور ابن خزیمہ میں حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے:

(١٦١) صحیح ترمذی ١٤٧٦۔ ابن حبان الموارد ٣٢٠۔ ابن خزیمہ ٣/٥/٨٦۔ مسلم مع نووی ٧/١٤/٩

(١٦٢) صحیح ابن خریمہ ٣/٨٥،٨٦۔ ارواء الغلیل ٨/١٥٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نَـزَلَ عَلَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَتَكَلَّفْنَا لَهُ طَعَامًا فِيْهِ بَعْضُ الْبَقُوْلِ فَلَمَّا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ كُلُوْا فَاِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِنْكُمْ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ اُوْذِيَ صَاحِبِيْ) (١٦٣)

''نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اپنی میزبانی کے شرف عظیم سے نوازا تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے پرتکلف کھانا تیار کیا۔ جس میں بعض سبزیاں (لہسن وغیرہ) تھیں ، جب کھانا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تم لوگ کھالو میرا معاملہ تم جیسا نہیں ہے ۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس کے کھانے سے کہیں میرے صاحب (جبرائیل) کو تکلیف نہ پہنچے ۔''

امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے :

(بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خُصَّ بِتَرْكِ اَكْلِهِنَّ لِمُنَاجَاةِ الْمَلَائِكَةِ)

''اس بات کی دلیل کا بیان کہ فرشتوں سے مناجات کے شرف کی وجہ سے لہسن وغیرہ کو ترک کرنا نبی اکرم ﷺ کا خاصہ تھا ۔''

ان احادیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا ، کہ یہ ترکاریاں حلال ہیں حرام نہیں ۔ اور یہ بھی کہ نبی اکرم ﷺ کا انہیں ترک کرنا حضرت جبرائیلؑ سے ہمکلامی کے شرف کی وجہ سے تھا ۔ نہ کہ حرمت کی وجہ سے ۔ اب اگر کوئی شخص پکے ہوئے لہسن کو بھی ترک کردے تو وہ اس کی مرضی ہے ۔ ورنہ امت کے لئے کراہت والی کوئی بات نہیں ۔ جیسا کہ پہلے ذکر کردہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے لہسن کی وجہ سے کھانا نہیں کھایا تو سبب پوچھا تب آپ ﷺ نے بتایا کہ یہ حرام تو نہیں البتہ میں اسے اس کی بو کی وجہ سے ناپسند کرتا

---

(١٦٣) [illegible] ٣/٨٦ [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ تو اس حدیث میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔ کہ حضرت ابو ایوبؓ نے بھی وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیا، اور فرمایا:

(فَاِنِّیْ اَکْرَہُ مَا کَرِھْتَ) (۱۶۴)

''میں بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ جو چیز آپ ﷺ کو ناگوار ہے۔''

یہ میزبان رسول ﷺ صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اپنا اختیار تھا ورنہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نظافت اور طہارت و پاکیزگی اور منہ کی ہوا کو عمدہ سے عمدہ تر رکھنے کی غرض سے پکا ہوا لہسن بھی نہ کھائے تو وہ اس کی مرضی ہے۔ البتہ اس کے کھانے کی ممانعت نہیں ہے۔

عذر کی حالت میں:

اور اس بو کی موجودگی میں اس کا کچا کھانا ٹھیک نہیں۔ اور یہ حکم بھی خاص ان کے لئے ہے جو محض منہ کے ذائقہ کے لئے اسے استعمال کریں۔ اور اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے اسے استعمال کرتا ہے تو اسے اس کی اجازت دی گئی ہے۔

جیسا کہ مجبوری کی حالت میں ایک صحابی نے اسے استعمال کیا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس کا عذر قبول فرمایا: چنانچہ ابوداؤد، صحیح ابن حبان، ابن خزیمہ، مسند احمد اور بیہقی میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان فرماتے ہیں:

(اَکَلْتُ ثُوْمًا، ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَوَجَدْتُہُ قَدْ سَبَقَنِیْ بِرَکْعَةٍ فَلَمَّا صَلّٰی قُمْتُ اَقْضِیْ فَوَجَدَ رِیْحَ الثُّوْمِ فَقَالَ مَنْ اَکَلَ ھٰذِہِ الْبَقْلَةَ، فَلَا یَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا حَتّٰی یَذْھَبَ رِیْحُھَا)

''میں نے ایک دن لہسن کھایا اور مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ کے پاس

(۱۶۴) مسلم مع نووی ۱۴/۷/۱۰۹-۱۱۰۔ ارواء الغلیل ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیا۔ میرے پہنچنے تک آپ ﷺ نماز کی ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو میں اپنی بقیہ رکعت پڑھنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے لہسن کی بو محسوس کی، اور فرمایا جو شخص یہ ترکاری کھائے وہ اس کی بو زائل ہو جانے تک ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اپنی نماز مکمل کر لی تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ:

(اِنَّ لِیْ عُذْرًا)

''میں نے عذر و مجبوری کی وجہ سے لہسن کھایا ہے۔''

(نَاوِلْنِیْ یَدَکَ فَوَجَدْتُهُ سَهْلًا فَنَاوَلَنِیْ یَدَهُ فَاَدْخَلْتُهَا مِنْ كُمِّیْ اِلٰی صَدْرِیْ فَوَجَدَهُ مَعْصُوْبًا)

''مجھے اپنا دست مبارک پکڑائیں تو میں نے آپ ﷺ کو بہت آسان پایا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے پکڑا دیا جسے میں نے گریبان کے راستے اپنے سینے پر جا رکھا۔ تو آپ ﷺ نے میرے سینے کو اس حال میں پایا کہ اس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔''

تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّ لَکَ عُذْرًا) (۱۶۵) www.KitaboSunnat.com

''تم معذور ہو''

تو گویا کسی بیماری وغیرہ میں اسے کچا یا نیم پختہ کھا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

---

(۱۶۵) صحیح ابی داؤد حدیث ۳۲۴۱۔ صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۶، ۸۷۔ ابن حبان الموارد ۳۱۹۔ اصلاح المساجد ص ۱۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام مساجد کیلئے ایک عام حکم:

لہسن پیاز اور گندنا کو بلا عذر کچا کھا کر مسجد جانے کی ممانعت کے سلسلے میں جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث میں آپ نے دیکھا ہے، کہ ارشاد نبوی ہے:

(اَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا) ''وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔''

(فَلاَ يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا) ''وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے''

(فَلاَ يَقْرُبْنَا فِي الْمَسْجِدِ) ''وہ مسجد میں ہمارے قریب نہ آئے''

ان الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض نے کہہ دیا ہے۔ کہ لہسن وغیرہ کھا کر مسجد نہ جانے کا حکم نبی اکرم ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری مساجد کیلئے یہ حکم نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے، کہ یہ حکم تمام مساجد کیلئے یکساں ہے۔ کیونکہ دوسری کئی احادیث میں خود نبی اکرم ﷺ نے عام مساجد کے لئے مطلقاً یہی حکم صادر فرمایا۔ جیسا کہ بعض احادیث میں گزرا ہے:

(فَلاَ يَقْرُبْنَا فِيْ مَسَاجِدَ)

''وہ ہماری مسجدوں میں ہمارے قریب نہ آئے''

بلکہ ایک حدیث میں تو یہ الفاظ بھی گزرے ہیں:

(فَلاَ يُؤْذِيْنَا فِيْ مَجَالِسِنَا)

''وہ ہماری مجلسوں میں آکر ہمیں اذیت نہ پہنچائے۔''

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ حکم تمام مساجد کے لئے عام ہے۔ مسجد نبوی کیلئے خاص نہیں ہے۔ اور ویسے بھی ان احادیث میں سے بعض میں اس کا جو سبب بتایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی بو سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ہر مسجد کے نمازیوں کے لئے باعث تکلیف ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ جس چیز سے بنی آدم کو تکلیف ہوتی ہے اسی سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اور فرشتے بھی ظاہر بات ہے کہ ہر مسجد میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ اس حکم کو کسی کا مسجد نبوی کے ساتھ خاص ماننا صحیح نہیں ہے۔ آئمہ حدیث کی تبویب بھی یہی پتہ دیتی ہے۔ (۱۶۶)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ابن جریجؒ کے حوالے سے مصنف عبدالرزاق میں مروی ایک اثر نقل کیا ہے۔ جس میں ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے (معروف تابعی اور معتبر امام) امام عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا:

(هَلِ النَّهْيُ لِلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خاصَّةً اَوْ فِي الْمَسَاجِدِ)

''کیا یہ ممانعت مسجد حرام کیلئے خاص ہے یا عام مساجد کیلئے بھی''

تو انہوں نے جواب دیا:

(لا بَلْ فِي الْمَسَاجِدِ) (۱۶۷)

''نہیں بلکہ اس کا حکم تمام مساجد کیلئے عام ہے۔''

ایسے ہی شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے بھی تخصیص والے قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ زرکشی نے ''اعلام الساجد باحکام المساجد'' میں اس تخصیص کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے

(وَالْمَشْهُوْرُ خلاف ذالک) (۱۶۸)

''لیکن مشہور عدم تخصیص ہی ہے۔''

اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' میں امام نووی رحمہ اللہ اور ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے بھی عدم تخصیص کی تائید ہی نقل کی ہے۔ (۱۶۹)

---

(۱۶۶) دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۲، ۸۵ باب ۱۵۴، ۱۶۱۔
اور دیگر کتب حدیث ایسے ہی فتح الباری ۲/۴۰
(۱۶۷) فتح الباری ۲/۴۰ تحت ضعیف[illegible] الاقناع (۱۶۸) اعلام المساجد ص ۳۳۰
(۱۶۹) نیل الاوطار ۱/۲/۱۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کے علاوہ بعض دیگر مقامات:

اور یہاں یہ بات بھی ذکر کرتے جائیں کہ یہ حکم نہ صرف مسجد نبوی یا مسجد حرام کے ساتھ خاص نہیں ۔ بلکہ تمام مساجد کے لئے عام ہے ۔ اور مساجد میں ان کے صحن بھی شامل ہیں ۔ بلکہ مسجد کے حال سے منسلکہ جو جو جگہ ہیں، جہاں نماز پڑھی جاتی ہے چاہے وہ کبھی کبھار بوقت ضرورت ہی زیر استعمال کیوں نہ آتے ہوں ۔ ان سب کا حکم بھی مسجد کا ہی ہے ۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ جس میں لہسن کی بو والے شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع کی طرف نکال دینے کا حکم فرمایا ۔ (۱۷۰)

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہ ان ترکاریوں کو کچی اور بدبودار کیفیت میں کھا کر مساجد تو ایک طرف ایسی مجالس و مقامات پر بھی نہیں جانا چاہئے ۔ جہاں لوگ قرآن و حدیث کا درس سننے کے لئے جمع ہوئے بیٹھے ہوں ۔ کیونکہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے ۔ ایسی مجالس کے بارے میں بھی اس حکم کا ذکر امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' (۱۲/۲۶۸) میں امام زرقانی نے مؤطا کی شرح (۱/۴۱) میں کیا ہے ۔ (۱۷۱)

اور اس معاملے میں عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا مسجد سے الحاق تو بڑا معقول ہے ۔ جبکہ بعض اہل علم نے تو کچا لہسن اور پیاز کھا کر ولیمہ و عقیقہ جیسی دعوت اور ایسی ہی دیگر تقریبات میں بھی جانے سے منع کیا ہے ۔ (۱۷۲)

---

(۱۷۰) فتح الباری ۲/۳٤٤

(۱۷۱) انظر تحقیق الاحسان ٤/٥٢٤ ۔ تحقیق شرح السنہ ۲/۳۸٦

(۱۷۲) حوالہ جات بالا و نیل الاوطار ۱/۲/۱٥٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ سب محض اس لئے ضروری ہے کہ آدمی تمام اجتماعی جگہوں پر خصوصاً مقامات عبادت وذکر الٰہی پر حاضری کے وقت نظافت و پاکیزگی کی عمدہ ترین حالت میں ہو۔

مولی کا حکم:

لہسن پیاز اور گندنا کا یہ حکم تو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جبکہ بو کو اصل علت یا باعث ممانعت مانتے ہوئے بعض اہل علم نے مولی کو بھی لہسن وغیرہ کے حکم میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابن التین نے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

(اَلْفُجلُ اِنْ کَانَ یَظْهَرُ رِیْحُهُ فَهُوَ کَالثُّوْمِ) (۱۷۳)

''اگر مولی کی بو بھی ظاہر ہو رہی ہو، تو اس کا حکم بھی لہسن کا ہی ہے۔''

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مولی کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت کو اس قید کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ کہ مولی کھانے والا آدمی بار بار ڈکاریں مار رہا ہو تب ممنوع ہے۔ کہ وہ مسجد میں آئے ورنہ نہیں۔ (۱۷۴)

اور اس سلسلہ میں معجم طبرانی صغیر میں ایک حدیث ہے۔ جس میں باقاعدہ مولی کا نام وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ابو الزبیرؒ حضرت جابرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ جس میں مولی بھی شامل نص ہے۔ لیکن اس روایت کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ (۱۷۵)

---

(۱۷۳) فتح الباری ۲/۳۴۴، شرح زرقانی ۱/۴۱

(۱۷۴) حوالہ جات بالا و نیل الاوطار ایضاً

(۱۷۵) فتح الباری ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اس سے استدلال تو صحیح نہیں، البتہ اس کی بو والی علت معقول ہے۔ اس لئے احتیاط میں ہی بہتری ہے۔

بعض دیگر اشیاء

اور بعض لوگوں نے بو والی علت کو بنیاد بنا کر کئی دیگر امور کو بھی مسجد میں داخل ہونے کے موانع میں شمار کیا ہے۔ جیسے کسی کے منہ یا بغلوں سے ناگوار بو مسلسل آتی ہو، یا بعض لوگوں کو کوئی ایسا زخم ہوتا ہے۔ جس سے سخت قسم کی بو پھوٹتی رہتی ہے۔ اور بعض نے صنعت ماہی گیری والوں کو بھی شمار کر لیا ہے۔

کہ مسلسل مچھلیوں میں رہتے رہتے مچھلی کی بو ان میں رس بچ گئی ہوتی ہے، جو محض وضو کرنے سے زائل نہیں ہوتی۔ اس قسم کے امور کی طرف اشارہ کرنے کے بعد امام ابن دقیق العید نے لکھا ہے کہ:

''یہ توسع کہ ان سب امور کو لہسن وغیرہ والی احادیث کے تحت داخل کر لیا جائے، یہ کوئی ٹھیک بات نہیں۔ (یعنی اس پر انہوں نے رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔)''(۱۷۶)

حتیٰ کہ البدر ابن المنیر نے حاشیہ بخاری میں اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہاں تک نقل کیا ہے۔

''کہ موذی مریض جیسے جذام یا کوڑھ وغیرہ کے مرض کے لوگ ہیں

(۱۷۶) بحوالہ فتح الباری ۲/۳۴٤۔ نیل الاوطار و زرقانی۔ اعلام الساجد ص ۳۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں بھی مساجد میں نہیں جانا چاہئے۔ جب تک کہ بیماری ختم نہ ہو جائے۔'' (۱۷۷)

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس بات کو محل نظر قرار دیتے ہوئے فتح الباری میں لکھا ہے:

''کہ کوڑی کی بیماری وعلت آسمانی امر ہے۔اس کے بس سے باہر ہے، جبکہ لہسن یا پیاز کھانے والا اس معاملے میں خود مختار ہوتا ہے۔لہٰذا اس پر کوڑی کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔'' (۱۷۸)

لمحہ فکریہ:

امام ابن دقیق العید اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کے دلائل بڑے مضبوط ہیں۔ البتہ ہم یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام ابن دقیق العید کی عدم رضامندی اگر کسی حد تک اپنی جگہ بجا ہے۔تو منہ اور بغلوں کی بدبو کی بیماری والے لوگوں ، بدبودار زخم والے مریضوں اور صنعت ماہی گیری میں کام کرنے والے لوگوں کو کچا لہسن کھانے والے پر قیاس کرنے والے علماء کی بات بھی سراسر پھینک دینی والی نہیں۔ بلکہ اگر ان لوگوں کو کچا لہسن کھانے والوں کے حکم میں شمار کرنے کی کوئی نص صریح والی دلیل نہیں تو کم از کم یہ بات ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ تو ضرور مہیا کرتی ہے، کہ وہ مختلف تدابیر تیار کر کے مسجد میں آیا کریں ،اور صفائی ستھرائی کا اس قدر خیال رکھیں ان پر اس حکم کے اطلاق کا کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔

(۱۷۷) تفسیر القرطبی ۲۶۸/۱۲۔ بحوالہ تحقیق اعلام الساجد ص ۳۲۰

(۱۷۸) فتح الباری ۲/۲۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند تدابیر:

① جن کو منہ یا بغلوں سے بدبو پھوٹنے کا مرض ہو وہ ایک تو ہر ممکن طریقے سے بغلوں کو صاف رکھا کریں۔ان میں بال نہ بڑھنے دیں، جو غلاظت و بدبو کا باعث بنیں۔اور یہ تو عام حالت میں ہے جب کہ

② بوقت نماز مسجد میں جاتے ہوئے کسی اچھی سی خوشبو کا استعمال کرلیا کریں۔

③ دانتوں کو برش وغیرہ کرلیا کریں۔پانچوں وقت کے اس عمل سے بعید نہیں کہ یہ مرض بھی جاتا رہے۔اور برش کرنے کے لئے بہتر ہے۔کہ پیلو کی مسواک استعمال کیا کریں۔جو کہ نبی اکرم ﷺ کی مرغوب و پسندیدہ مسواک بھی ہے۔اور طبی لحاظ سے مفید بھی۔اور پیلو کی مسواک میسر نہ ہونے کی صورت میں کریم یا منجن سے بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔جب کہ اصل غرض صفائی ہے۔

④ اور رہا وہ شخص جسے کوئی ایسا زخم یا پھوڑا ہے، جو بدبو چھوڑتا رہتا ہے۔یا جس سے خون اور پیپ کے مسلسل رستے رہنے سے بدبو پیدا ہو جاتی ہو۔ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اس زخم کے سلسلہ میں لاپرواہی نہ کرے جو نتیجۃً بدبو کا سبب بنے۔بلکہ اس کو خوب اچھی طرح سے ڈریسنگ اور مرہم کروائے رکھے، تاکہ بدبو کا سدباب ہو سکے، اور اس پر کچا لہسن کھانے والے کے حکم کے اطلاق کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔یہی جذام یا کوڑھ والے کے لئے بھی ضروری ہے۔

⑤ اب رہے وہ لوگ جو ماہی گیری یا مچھلی کے شکار کے پیشے سے منسلک ہیں۔ان کے بارے میں یہ تو واضح امر ہے کہ ماہی گیری یا مچھلی کا شکار ایک مباح و جائز پیشہ ہے۔اس کی کسی طرح کوئی ممانعت و کراہت ہرگز نہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب بھی تو نہیں کہ وہ مچھلیاں پکڑتے پکڑتے اور انہیں ایک جگہ دوسری جگہ منتقل کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے انہی کپڑوں میں سیدھے مسجد میں آنکلیں۔ اور وضو کر کے مسجد کے ہال میں داخل ہو جائیں۔ اور دوسرے لوگوں کو مچھلی کی بو سے پریشان کریں۔

مچھلی بلاشبہ پاک وحلال ہے، اس کے کسی کپڑے کو لگ جانے سے وہ نجس نہیں ہو جاتا۔ لیکن اس پیشہ سے منسلک لوگوں کو اپنے دوسرے بھائیوں کی خاطر ہی سہی، مسجد میں ذرا ڈھنگ سے آنا چاہئے۔ اگر بار بار وہ نہا نہیں سکتے تو جسم کے مچھلی لگنے والے اعضاء کو تو دھو سکتے ہیں۔

⑥ ایسے ہی کپڑوں کو بار بار دھونا ممکن نہ ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا نماز کے لئے خاص تو کیا ہی جا سکتا ہے۔ کہ جب نماز کا ارادہ ہو تو ضروری اعضاء جسم دھو کر نماز والے کپڑے پہن لیں۔ اور وضو کر کے خوشبو وغیرہ لگا کر مسجد میں چلے جائیں۔ تاکہ اگر کلی طور پر نہیں تو کم از کم خاصی حد تک تو بو زائل ہو جائے اور لوگ اذیت سے بچ جائیں۔

اگر اس قسم کی معمولی معمولی تدابیر اختیار کی جائیں تو یقیناً بو کا سد باب ہو سکتا ہے۔ اور کسی کو ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ان کے بارے میں لہسن کھانے والوں کا حکم سوچتا پھرے۔ اور اگر لاپرواہی ہی کرنا ہو تو وہ صرف عام حالات میں ہو تو ہو مسجد میں داخل ہونے کے معاملہ میں نہیں ہونی چاہئے۔

پسینے سے عدم احتراز:

اور یہ امور ایسے ہی ہیں کہ جن میں کسی نہ کسی حد تک آدمی کو معذور تصور کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً کوڑھی کا مرض قدرتی امر ہے، ماہی گیری کا پیشہ اس کی مجبوری ہے، بدبودار زخم اور منہ یا بغلوں کی بو والے امراض میں مبتلا لوگ بھی اس سلسلہ میں لاچار ہیں۔ صرف لاپرواہی ترک کر کے کچھ اہتمام کرتے رہیں۔ تو وہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ کسی درجہ تک معذور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانے جاسکتے ہیں۔ جب کہ ہمارے ہی بھائیوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو کسی بھی درجہ میں مجبور ولاچار نہیں ہوتے۔ انہیں کسی قسم کا کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا، اس کے باوجود وہ لاپرواہی ولاابالی پن میں یا پھر اپنی عادت سے مجبور ہو کر مساجد میں دوسروں کے لئے اذیت کا باعث بنتے ہیں۔

ہماری مراد ان لوگوں سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے جسموں سے پسینے کی بدبو زائل کرنے کی کوئی تدبیر اختیار نہیں کرتے۔ یہ تو مانا جاسکتا ہے، کہ وہ محنت کش ہوتے ہیں، محنت ومشقت کرنے سے انہیں پسینہ آتا ہے، اس حد تک تو کوئی حرج نہیں۔ محنت وحرکت تو باعث برکت ہے۔ لیکن یہ کہاں ضروری ہے، کہ محنت والے کپڑوں کو آٹھ آٹھ دن بدلا ہی نہ جائے۔ اور بدبو کوان میں خوب اچھی طرح پاؤں جمانے دیئے جائیں۔

ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اول تو محنت کے وقت والے کپڑے الگ رکھیں اور فارغ ہوتے ہی دوسرے پہن لیا کریں۔ جن سے وہ مسجد میں نماز پڑھا کریں۔ اور بوقت کام اتار لیا کریں، اور کام والے کپڑے پہن لیا کریں۔ جیسا کہ عموماً ہوتا بھی ہے۔ کہ کام کے کپڑے الگ، اور معمول عام کے کپڑے الگ۔ اس طرح وہ لوگوں کو پسینے کی بو سے بچا سکتے ہیں۔ اور اس پر کوئی بڑا ساخرچہ بھی نہیں آتا محض تھوڑا سا اہتمام ہی مطلوب ہے۔

اور انہی لوگوں میں ایک دوسری عام عادت یہ بھی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ بنیان وغیرہ داخلی لباس استعمال نہیں کرتے۔ اور یہ شاید رواج کسی حد تک عادت ہے۔ اسے اگرچہ فرض وواجب کا درجہ تو حاصل نہیں۔ لیکن پسینے کی بدبو سے خود کو اور لوگوں کو محفوظ رکھنے کا ایک طریقہ یا تدبیر یہ بھی ہے۔ اور وہ یوں کہ بنیان خالص کاٹن یا سوتی دھاگے سے تیار کی گئی ہو۔ اور وہ پسینہ جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔اس طرح قمیض کا بچاؤ ہو جاتا ہے۔اور بو کم سے کم پیدا ہوتی ہے۔لیکن پسینہ جب سیدھا قمیض، کپڑے کو لگے گا جو عموماً پولیسٹر اور نائیلون وغیرہ کی آمیزش سے تیار کردہ ہوتا ہے۔اور اپنے انہی اجزاء کی وجہ سے جذب کرنے کی بہت تھوڑی صلاحیت رکھتا ہے۔اور پولیسٹر یا نائیلون سے مل کر پسینہ بدبو پیدا کرنے لگتا ہے۔ لہٰذا فیشن یا رسم ورواج سے قطع نظر پسینے کی بدبو سے بچنے کیلئے بنیان کا استعمال انتہائی مناسب ہے۔اور ایک بہترین تدبیر بھی ہے۔تاکہ مسجد میں نماز کے دوران لوگ اذیت سے محفوظ رہیں۔

اور اگر ایسے لوگ ہماری ذکر کردہ تدابیر وتجاویز پر عمل کرنے لگیں، تو یقیناً وہ کچا لہسن کھانے والوں کے حکم سے بھی بچ جائیں گے۔اور اس طرح وہ صاف ستھرے بھی رہیں گے۔ جو کہ خود انہی کی صحت وتندرستی کیلئے مفید ہے۔نہ لوگوں کو ان سے گھن آئے گی، نہ ان کی بو زخم اور قمیض کی پشت پر لگے، پسینے کے ساتھ جسم سے خارج ہونے والے نمکیات وغیرہ دیکھ کر ذہنی کوفت واذیت پہنچے گی۔

تمباکو نوشی:

اسی قسم کے لوگوں میں سے خاصہ بڑا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے، جو ایک دوسری عادت میں مبتلا ہوتے ہیں۔اور مساجد میں دوسروں کے اذیت وپریشانی کا باعث بنتے ہیں۔اور وہ ہیں تمباکو نوشی کرنے والے لوگ۔

اور یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ بکثرت سگریٹ نوشی کرنے والے کے نہ صرف منہ سے، بلکہ ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں سے، بلکہ ان کے تو کپڑوں سے بھی تمباکو کی مکروہ ترین بدبو آتی رہتی ہے۔اور کپڑوں یا ہاتھوں سے آنے والی بو تو کسی حد تک کم ہوتی ہے۔ جو شاید اتنی تکلیف دہ نہ ہو جتنی تکلیف دہ اور اذیت رساں وہ بدبو ہوتی ہے۔ جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔اور نماز کے دوران تمباکو نوشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کے دائیں یا بائیں ایک ایک اور بعض دفعہ حساس قسم کے دو دو اور تین تین نمازیوں کو تکلیف دہ بدبو پہنچتی اور انہیں پریشان کرتی رہتی ہے۔

اور یقین مانیں کہ بعض دفعہ مسجد میں کسی ایسی جگہ پر نماز پڑھنے کی نوبت آجاتی ہے۔ جہاں کوئی تمباکونوش نماز پڑھ کر گیا ہوتا ہے۔تو جہاں وہ سجدہ کر کے گیا تھا وہاں سجدہ ریز ہونے پر اختناق کی حد تک تکلیف اس بو سے ہوتی ہے۔ جو اس جگہ سے آرہی ہوتی ہے۔ اس جگہ پر چند لمحات کے سجدہ میں اس تمباکونوش کی مہربانی سے دم گھٹنے لگتا ہے۔آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ ایسے میں خشوع وخضوع کیسے حاصل ہوگا۔اور جب یہ حاصل نہ ہوگا تو اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہوگا۔ یقیناً تمباکونوش ہے۔ لہٰذا اس کے ممکنہ عقاب کا سزاوار بھی وہی ہوگا۔تو گویا یہ کتنے خسارے اور گھاٹے کا سودا ہے۔

اور پھر اگر یہ حقہ، سگریٹ، بیڑی، سگار اور نسوار جیسی اشیاء مادی وطبی اعتبار سے ہی کچھ مفید یا کوئی معمولی ضرر رساں ہوتیں تو شاید زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہ رہتی۔ لیکن یہ اشیاء تو ہر اعتبار سے ہی انتہائی نقصان دہ بھی ہیں۔ جسے مسلمان تو کجا غیر مسلم حکومتوں، اداروں اور صحافت نے بھی خاص موضوع بنایا۔ اور اس کے نقصانات واضح کیے ہیں۔

اور یہاں ہم صرف تمباکو کی مختلف شکلوں کا ہی نام لے رہے ہیں۔ کیونکہ نمازیوں اور مساجد میں جانے والوں کا عمومی شوق اسی حد تک ہی رہتا ہے۔ ہاں اگر کسی کی شقاوت وبدبختی اس سے بھی آگے حشیش یا چرس وافیون اور شراب وغیرہ تک بھی لے جاتی ہے۔تو وہ اس کی کم نصیبی ہے۔ ورنہ عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ اور چرس و گھانجا کا بدبودار ہونا کس سے مخفی ہے۔ لیکن ہم فی الحال اس بات کو صرف تمباکو نوشی تک ہی محدود رکھ رہے ہیں۔ چنانچہ غیر مسلم انجمنوں نے انسداد تمباکونوشی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقاعدہ مہمیں چلائیں۔اور غیر مسلم مفکرین نے تمباکو کے خلاف بیانات نشر کیے۔ اور تمباکو کی خرابیاں بیان کیں۔

عقل سلیم میں تو یہ چیز بری ہے۔طبی تحقیقات نے بھی اس کے اضرار و مضرات ثابت کر دیئے ہیں۔ کہ تمباکو سخت مضر صحت ہے، اس سے کئی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔جن میں سے ایک کینسر بھی ہے۔اور آج میڈیکل نے ثابت کر دیا ہے، کہ سگریٹ نوشی کرنے والی عورتوں کو چھاتی (پستان) کا کینسر اکثر صرف اس تمباکونوشی کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور کئی سروے رپورٹس سے اسے عورتوں کی کثیر تعداد کا پتہ چلایا گیا ہے، کہ جو سگریٹ نوشی کی وجہ سے چھاتی کے کینسر میں مبتلا ہیں۔ان سب نقصانات اور منہ کی بدبو کے باوجود خواتین کا اپنے شوہروں کی سگریٹ نوشی پر صبر اثبات اور خصوصاً مردوں کا اپنی بیویوں کی سگریٹ نوشی پر خاموش تماشائی بنے رہنا قابل داد ہی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ ان کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

اور اس کے نفسیاتی اور اجتماعی اور مالی یا مادی نقصانات اس کینسر وغیرہ پر مستزاد ہیں۔اور اس کے یہ سارے نقصانات صرف ایک تمباکونوش شخص تک ہی محدود نہیں رہتے، بلکہ اس کے بیوی بچے اور اعزہ و اقارب بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔اور شریعت اسلامیہ کا تمباکو کے بارے میں حرمت یا کم از کم کراہت تحریمہ کا حکم اپنی جگہ ہے۔اور یہاں ان سب امور کی طرف محض اشارہ کر دینے پر ہی ہم اکتفاء کر رہے ہیں۔ کیونکہ شراب نوشی اور دیگر منشیات کے بارے میں ہم دو ماہ پر مشتمل ۷۵ قسطوں کا طویل پروگرام پیش کر چکے ہیں۔جن میں سے آخر میں تیرہ چودہ دنوں کی قسطوں کا موضوع ہی صرف تمباکونوشی کی تاریخ، نقصانات اور شرعی حکم پر مشتمل تھا۔لہٰذا تفصیل کیلئے ان کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔اور آج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کے نشر شدہ دیگر تمام موضوعات کی طرح اس کے آڈیو کیسٹ بھی متحدہ عرب امارات کے تقریباً ہر شہر کے علاوہ بحرین، مسقط، عمان اور دوحہ، قطر حتیٰ کہ پاک و ہند میں بھی کئی جگہوں پر دستیاب ہیں۔(۱۷۹)

لہٰذا تمباکونوشی کے مالی، اخلاقی، اجتماعی، مادی اور طبی نقصانات کے پیش نظر اسے فوری طور پر ترک کر دینا چاہئے۔ اور اگر کسی کو طب وغیرہ پر اعتماد نہ ہو اور وہ طویل تمباکونوشی کے باوجود اس کے برے اثرات سے کسی حد تک بچا رہا ہو تو وہ اللہ کا شکر بجالائے۔ اور ماضی کو بھول کر آیندہ کے لئے فوراً تائب ہو جائے۔ کیونکہ سائنس و طب سے نہ سہی، شریعت سے فرار تو ممکن نہیں۔ اور شریعت نے اس کے نقصانات کے پیش نظر ہی اس کی ممانعت کر رکھی ہے۔ اور تمام دیگر امور سے قطع نظر تمباکونوشی کرنے والے کے منہ سے جو بدبو کے بھبو کے نکلتے ہیں۔ اور مساجد کی صفوں، دریوں اور قالینوں کو بدبودار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دوسروں کے لئے ان کے بعد ان کی جائے سجدہ پر سجدہ ریز ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ محض اسی بات کو ہی سامنے رکھا جائے، تب بھی نمازی آدمی کے لئے اس کا جواز باقی نہیں رہتا۔

اور یہ سب امور غور وفکر اور سوچ و بچار کرنے والوں کے لئے ہیں۔ ورنہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ انہیں تو آپ قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث سے ثابت شدہ حرام چیز شراب کے بارے میں کہیں تو وہ پھر بھی کوئی نہ کوئی راستہ نکالنے کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمباکونوشی کرنے والوں اور خصوصاً نمازیوں کو اسے ترک کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین

---

(۱۷۹) ان پروگراموں کو کتابی شکل دے دی گئی ہے۔ جن کو ہمارے فاضل دوست مولانا غلام مصطفی فاروق صاحب (خطیب جامع مسجد توحید ڈسکہ) نے ترتیب دیا ہے۔ اور چھپ چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں کھانا پینا

اور کچھ امور ایسے بھی قابل ذکر ہیں، جن کے بارے میں انسان کو بادی النظر میں ایسے لگتا ہے، کہ جیسے یہ تقدس و احترام مسجد کے منافی ہوں گے۔ اور شرعاً ممنوع بھی، جب کہ درحقیقت ایسا نہیں۔ بلکہ وہ شرعاً جائز ہوتے ہیں اور بعض شرائط و آداب کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ان جائز امور میں سے ہی ایک مسجد میں کھانا پینا بھی ہے۔ بشرطیکہ آداب مسجد کا خیال رکھا جائے۔ اور اسے ہر قسم کی غلاظت سے اور کھانے کے اجزاء سے محفوظ رکھا جائے۔

اور اس طرح با آسانی ممکن ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر اگر کبھی کھانے کی نوبت آجائے تو کسی کونے میں کوئی دستر خوان بچھا کر اس پر کھانا رکھیں اور احتیاط کے ساتھ کھالیں۔ مسجد کو کھانے کے اجزاء اور سالن وغیرہ سے محفوظ رکھیں تا کہ وہ بعد میں چیونٹیوں کی آمد کا سبب نہ بننے پائے۔ اس طرح کی احتیاط پر عمل کر کے مسجد میں بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔ اور یہ محض بوقت ضرورت تو جائز ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسجد کو ہوٹل ہی بنالیں۔ گرمی کے موسم میں کہیں سے پارسل کھانا لیا اور مسجد کی ائیر کنڈیشنڈ فضاء میں جا بیٹھے اور دستر خوان بچھا کر کھانے لگے۔ ایسا نہیں بلکہ یہ محض بے گھر اور مسافر قسم کے لوگوں کیلئے اور کبھی کبھار ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد اور زوائد المسند لابن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا مام احمد میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ بیان فرماتے ہیں:

(كُنَّا نَأكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ) (١٨٠)

''ہم نبی اکرم ﷺ کے عہد مسعود میں مسجد میں بیٹھ کر گوشت روٹی کھالیا کرتے تھے۔اور پھر از سر نو وضو کئے بغیر نماز پڑھ لیتے تھے۔(یعنی پہلے وضو سے ہی)''

ایسے ہی سنن ابن ماجہ، شمائل ترمذی اور مسند احمد میں ابن لہیعہ کے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔جس میں حضرت عبداللہ بن حارثؓ کے الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں:

(اَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ لَحْمًا قَدْ شُوِيَ، فَمَسَحْنَا اَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ ثُمَّ قُمْنَا نُصَلِّيْ وَلَمْ نَتَوَضَّأْ) (١٨١)

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر بھنا ہوا گوشت کھایا، کنکریوں سے ہاتھ پونچھ لئے اور از سر نو وضو کئے بغیر نماز کیلئے اٹھ گئے۔''

اور علامہ بوصیری نے ''مصباح الزجاجه فی زوائد ابن ماجه'' میں کہا ہے کہ ابن لہیعہ کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔جبکہ شیخ الارناؤوط نے ''الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان'' (۵۴۰/۴) کے حاشیہ میں لکھا ہے۔کہ اس طریق سے تو یہ سند ضعیف ہے۔لیکن اس سے پہلا طریق اسے تقویت دے رہا ہے۔

(١٨٠) ابن ماجه ٣٣٠٠۔ مسند احمد ١٩٠/٤، ١٩١۔
بحواله الاحسان حاشيه ٥٤٠/٤۔ المنتقىٰ مع نيل ٢٣٠/٢/١۔
الاحسان ٥٤٠/٤۔ الموارد ٢٢٣

(١٨١) ابن ماجه ٣٣١١۔ مسند احمد و زوائده ١٩٠/٤، ١٩١۔
بحواله تحقيق الاحسان ٥٤٠/٤۔ مختصر شمائل المحمديه ١٣٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یاد رہے کہ بوقت ضرورت مسجد میں کھانا کھانے کے جواز کا نفس مسئلہ تو ان دونوں احادیث کے علاوہ بھی متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سب سے اہم حدیث وہ ہے۔ جو صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ جس میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے مسجد نبوی میں ہی مستقل سکونت اختیار کیے ہوئے کا ذکر آیا ہے۔ (۱۸۲)

اور ظاہر ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہی کھاتے پیتے بھی تھے۔ کیونکہ ان کے کوئی گھر اور اہل وعیال نہیں تھے۔ بلکہ وہ فقراء تھے اسی طرح صحیح بخاری ومسلم، ابی عوانہ اور طبرانی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ عکل اور عرینہ کے سات آدمیوں کے مدینہ آنے اور اصحاب صفہ کے ساتھ رہنے کا واقعہ ہے۔ (۱۸۳)

وہ لوگ بھی اصحاب صفہ کے ساتھ ہی مسجد نبوی میں رہے، اور وہیں کھاتے پیتے رہے۔ ایسے ہی صحیح بخاری ومسلم کی وہ حدیث بھی ہے، جس میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے نجد کی طرف ایک دستہ روانہ فرمایا جو (یمامہ کے حاکم اور) بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لایا اور انہوں نے اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

نبی اکرم ﷺ تین دن تک اس کے پاس تشریف لاتے اور اس سے گفتگو فرماتے۔ وہ سخت وست، بلکہ تلخ و درشت باتیں کرتا رہا اور آخر تیسرے دن آپ ﷺ نے اسے کھول دینے کا حکم فرمایا۔ اور بس اس حسن اخلاق کے نتیجے میں

---

(۱۸۲) بخاری علامات النبوة والصلوٰة ۱/ ۵۳۶

(۱۸۳) المنتقیٰ ۱/۱/۱۰۴۸/۲/۱۶۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی وہ مسلمان ہو گیا ۔ اس واقعہ اسلام کی تفصیل صحیح بخاری و فتح الباری (۸/۸۷،۸۸۔المغازی) پر دیکھی جا سکتی ہے۔ (۱۸۴)

نیچے اس واقعہ سے مسجد میں کھانا کھانے کے جواز پر یوں استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے وہ تین دن تک قیدی کی حیثیت سے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھے رہے اور نبی اکرم ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین سے قطعا بعید ہے کہ آپ ﷺ اسے کھانا نہ پہنچاتے ہوں ۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مسجد میں ہوتے ہوئے ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ (۱۸۵)

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک واقعہ مروی ہے۔ کہ جس میں وہ بیان فرماتی ہیں، کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضرت سعد بن معاذؓ ایک قریشی مشرک حبان بن عرقہ کے تیر سے زخمی ہو گئے، آگے فرماتی ہیں:

(فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ) (١٨٦)

”نبی اکرم ﷺ نے ان کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کروایا، تا کہ قریب سے ان کی عیادت اور بیمار پرسی کر سکیں“

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم، ابن ماجہ، ابن خزیمہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اور

---

(۱۸٤) بخاری مع الفتح ۸/۸۷، ۸۸۔ مسلم مع نووی ۱۲/٦/۸۷تا ۹۰

(۱۸۵)۔ انظر نیل الاوطار ۱/۲/۱٦۳

(۱۸٦) بخاری مع الفتح ۱/٥٥٦۔ مسلم مع نووی ۱۲/٦/۹٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ اور ابن خزیمہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی ایک عورت کا واقعہ بھی ہے۔ (۱۸۷)

اس عورت کیلئے بھی مسجد نبوی میں خیمہ لگایا گیا تھا، اور ان دونوں کے واقعات سے بھی مسجد میں کھانا کھانے کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خیمے میں رہنا اس جگہ کھانا کھانے کو مستلزم ہے۔

اسی طرح وفد ثقیف کی آمد کا واقعہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور مسند احمد میں وارد ہوا ہے۔ جس میں یہ بھی مذکور ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مسجد میں رکھا تھا۔ (۱۸۸)

اور وفد کو کھانا وغیرہ مسجد میں ہی کھلایا جاتا تھا۔

غرض مسجد میں کھانا کھانے کے جواز کا پتہ دینے والی احادیث بکثرت ہیں۔ البتہ مسجد کی نظافت وصفائی، تقدس واحترام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ امام مالک سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک دو لقمے کھانے کے جواز کے قائل تھے، زیادہ کے نہیں۔ جیسا کہ علامہ زرکشی نے ''اعلام المساجد'' (ص ۳۲۹) میں نقل کیا ہے۔ تو ان کا یہ قول بھی تقدس واحترام کے پیش نظر ہی ہوگا۔ ورنہ احادیث سے ثابت جواز کی مخالفت تو ان کا مقصود ہرگز نہیں ہوسکتا۔

---

(۱۸۷) بخاری مع الفتح حدیث ۴۶۰ و ۴۵۸۔ صحیح ترغیب ۱/۱۲۱۔
مسلم مع نووی ۴/۷/۲۵، ۲۶۔ ابن ماجہ ۱۵۲۷، ۱۵۳۳

(۱۸۸) نیل الاوطار ۱/۲/۱۶۳۔ المعجم المفھرس لالفاظ الحدیث ۷/۴ ۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں سونا اور بعض دیگر امور

ان احادیث میں کھانا کھانے کا ذکر تو ضمناً ہے۔ جب کہ ایک دوسرا مسئلہ اصلاً بھی مذکور ہے۔ اور وہ ہے بوقت ضرورت مسجد میں سونے کا جواز۔

1 اصحاب صفہ والی اور بعد والی دوسری حدیث سے واضح طور پر یہ جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی سکونت ہی مسجد میں تھی۔ اور

2 دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور مسجد کی صفائی کرنے والی

3 نیک خاتون رضی اللہ عنہا کے مسجد میں خیمے تھے۔

4 اور عکل وعرینہ کے (سات) افراد بھی صفہ میں ہی آ کر رہے تھے۔ اور ان پر مستزاد

5 پانچویں حدیث وہ ہے، جو صحیح بخاری، ابوداؤد ترمذی، نسائی، شرح السنہ بغوی، سنن کبریٰ، بیہقی، ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ کہ جس میں حضرت نافع، سالم اور حمزہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہؓ نے بتایا:

(إِنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ) (۱۸۹)

''وہ نبی اکرم ﷺ کی مسجد (نبوی) میں سویا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ابھی اہل وعیال والے نہیں بلکہ غیر شادی شدہ تھے۔''

(۱۸۹) بخاری ۵۳۵/۱۔ صحیح ابی داؤد ۳۶۸۔ صحیح ترمذی ۲۶۴۔ صحیح نسائی ۶۹۷۔ ابن ماجہ ۷۵۱۔ شرح السنہ ۲۹۲/۲، ۳۷۹۔ ابن خزیمہ ۲۸۶/۲۔ اور مسند احمد ۷۰/۲، ۷۱۔ بیہقی ۴۹۲/۲۔ بحوالہ الاحسان ۵۳۷/۴، ۸۳۸۔ منتقیٰ مع نیل ۲۲۸/۲/۱۔طبع الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسند احمد کے الفاظ ہیں:

(كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَ نَقِيْلُ فِيْهِ وَ نَحْنُ شَابٌّ) (۱۹۰)

''نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہم مسجد میں دوپہر اور رات کو سویا کرتے تھے، اور ہم جوان تھے۔''

6 اور چھٹی حدیث صحیح بخاری و طبرانی اور دیگر کتب میں ہے۔ جس میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ جگر گوشہ رسول حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ گھر میں ان کے شوہر نامدار حضرت علیؓ نہیں ہیں۔ پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میری اور ان کے درمیان کچھ گرمی سردی ہو گئی ہے۔ اور وہ ناراض ہو کر گھر سے نکل گئے ہیں۔ اور آج دوپہر گھر پر قیلولہ (دوپہر کا معمولی سا سونا) بھی نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے کسی کو بھیجا کہ جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ تو اس نے واپس آکر بتایا اے اللہ کے رسول ﷺ:

(هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ)

''وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ مسجد تشریف لے گئے۔ اور دیکھا کہ وہ اس طرح لیٹے ہیں، کہ ان کے ایک پہلو سے چادر ہٹی ہوئی ہے، اور انہیں مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے مٹی کو جھاڑنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ پیار سے فرمانے لگے۔

(قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ، قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ) (۱۹۱)

(۱۹۰) مسند احمد ۲/۰۷۱۰۷- بحوالہ المنتقیٰ و تحقیق الاحسان

(۱۹۱) صحیح بخاری و فتح الباری ۱/۵۳۵، ۵۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے مٹی والے اٹھو، اے مٹی والے اٹھو۔''

اس حدیث سے بھی بوقت ضرورت مسجد میں سونے کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن بقول شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ دوپہر کے قیلولہ اور رات کی نیند میں فرق کرنا ممکن ہے۔ اور چونکہ مسجد میں سونے کے عام جواز پر صرف یہی حدیث دال ہے۔ لہٰذا جب یہ فرق مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رات کے سونے کی صریح دلیل کوئی نہ ہوئی، جو جواز کے حکم کا پتہ دے۔ لہٰذا ان احادیث کے پیش نظر تبلیغی جماعت والوں کے رویہ پر اعتراض تو نہیں، البتہ نظر ثانی کا مشورہ دیا جا سکتا ہے۔

غرض ان احادیث کی بناء پر ہی جمہور اہل علم مسجد میں سونے کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسجد میں سونے کی کراہت کا قول مروی ہے۔ سوائے اس کے جو محض سونے کے لئے نہیں نماز کے لئے آئے اور سو بھی لیا تو حرج نہیں۔ کیونکہ امام بغوی نے شرح السنہ میں ان کا قول تعلیقاً نقل کیا ہے۔ کہ وہ فرماتے تھے:

(لَا تَتَّخِذُوْهُ بَيْتًا وَ مَقِيْلًا) (۱۹۲)

''مسجد کو قیلولہ (یعنی دوپہر کے سونے) اور رات کے سونے کی جگہ نہ بناؤ (سوائے نمازی کے)''

جب کہ حضرت ابن مسعودؓ مطلقاً مسجد میں سونے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ کہ جس کا اپنا گھر ٹھکانہ موجود ہو تو مسجد میں سونا مکروہ ہے۔ اور جس کا گھر نہ ہو اس کے لئے مباح ہے۔ (۱۹۳)

---

(۱۹۲) شرح السنہ ۷۳۹/۲

(۱۹۳) فتح الباری ۵۳۵/۱۔ نیل الاوطار ۲۲۸/۲/۱۔ شرح السنہ ۷۳۹/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں سونے یا لیٹنے کے آداب

جب مسجد میں بوقت ضرورت سونا جائز ہے، تو محض استراحت و آرام کرنے کے لئے تھوڑا سا لیٹنا نا جائز ہوسکتا ہے۔ بلکہ مسجد میں لیٹنے کا ثبوت تو صحیح احادیث میں خود نبی اکرم ﷺ سے بھی ملتا ہے۔ البتہ چونکہ مسجد ہے، لہٰذا اس کے تقدس و احترام کے پیش نظر ان آداب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جو اس کے لئے ضروری ہے۔

جیسے کوئی دری، چٹائی یا گدا وغیرہ ڈال لینا، اور ایسا لباس پہننا جس میں ننگے ہونے کا خدشہ نہ ہو، اور انڈر ویئر کا ضرور پہننا تا کہ بدخوابی کی صورت میں مسجد کی سطح زمین یا اس پر بچھائی گئی دری، صف یا قالین وغیرہ ہر قسم کی آلائشوں سے محفوظ ہے۔

پاؤں دراز کر کے ایک دوسرے پر رکھنا:

اور مسجد میں لیٹنے کا انداز تو خود نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ جسے اختیار کرنے والے کے لئے ننگا ہونے یا شرمگاہ کھلنے کے امکانات ختم نہیں، تو کم از کم ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، شرح السنہ بغوی اور موطا امام مالک میں حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا (عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی) سے بیان کرتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا:

(اِنَّهُ رَاٰیٰ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ مَسْجِدِ وَضَعَ اِحْدٰی رِجْلَیْهِ عَلٰی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأُخْرىٰ) (۱۹۴)

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو مسجد میں اس انداز سے لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک قدم مبارک دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔''

جب کہ صحیح بخاری و مؤطا امام مالک میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور شرح السنہ بغوی میں ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:

(اِنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ وَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا یَفْعَلَانِ ذَالِکَ) (۱۹۵)

''حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ایسا کیا کرتے تھے۔''

اور حمیدیؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے اس فعل کے ساتھ ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بھی یہی فعل نقل کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس انداز سے لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھنا بھی جائز ہے۔ اور امام بغویؒ و علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں۔ کہ چت لیٹ کر اگر پاؤں دراز ہوں، کوئی گھٹنا کھڑا نہ ہو اور کپڑا بھی ساتر ہو تو شرم گاہ نہیں کھلتی، بلکہ یہ زیادہ ساتر ہوگا بہ نسبت دراز مگر الگ الگ پاؤں رکھنے کے۔ (۱۹۶)

(۱۹٤) بخاری ۱/٥٦٣۔ مسلم مع نووی ۷/۱٤/۷۷، ۷۸۔
موطا امام مالك مع زرقانی ۱/۳٥۳۔ شرح السنه بغوی ۲/۳۷۷۔
منتقیٰ ۱/۲/۲۲۷۔مسلم ۳/۱٦٦۲۔ تحقیق محمد فواد عبد الباقی ۔ بیروت

(۱۹٥) حواله جات بالا

(۱۹٦) شرح السنه ۲/۳۷۸۔ لغات الحدیث ٥/کتاب الا م ص٥٨۔
طبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی امام خطابی وبیہقی، امام نووی، حافظ ابن حجر اور علامہ زرقانی و دیگر اہل علم نے بھی اس طریقہ چت لیٹنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (۱۹۷)

ایک تعارض اور اس کا حل:

پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنے سے صحیح مسلم اور دیگر کتب سنن میں وارد حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے، جس میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔

(اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ اَنْ یَرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی وَھُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ) (۱۹۸)

"نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پر رکھے، اور پشت کے بل چت لیٹا ہوا بھی ہو۔"

اور دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

(وَلَا تَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْکَ عَلَی الْاُخْرٰی اِذَا اسْتَلْقَیْتَ) (۱۹۹)

"جب تم چت لیٹے ہوئے ہو تو اپنا پاؤں دوسرے پر مت رکھو۔"

اور تیسری روایت میں ہے:

(لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی) (۲۰۰)

---

(۱۹۷) فتح الباری، زرقانی، نووی و تحقیق شرح السنہ ایضاً

(۱۹۸) مسلم ۱۶۶۱/۳۔ تحقیق محمد فواد عبد الباقی احیاء التراث العربی

(۱۹۹) ایضاً

(۲۰۰) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے کوئی شخص چت نہ لیٹے کہ پھر وہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے۔''

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ ممانعت اس شکل پر محمول ہوگی جس میں چت لیٹ کر آدمی اپنا گھٹنا کھڑا کر لے۔ اور دوسرا پاؤں اس کے اوپر رکھ لے۔ جیسا کہ انفرادی حالت میں ہوسکتا ہے۔ اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایسا کرنے سے ستر کھل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔''

اور جو پہلی جواز والی صورت ذکر کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''بے پردگی نہ ہونے کی صورت میں اس طرح چت لیٹنے میں کوئی حرج و کراہت نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کا اس انداز سے لیٹنا ممکن ہے کہ جواز کے لئے ہو۔ کہ میں نے تمہیں چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھنے سے منع کیا تھا۔ لیکن اگر ایسے لیٹنا ہی ہو تو، پھر یوں پاؤں پر پاؤں رکھ لیا کرو۔ (اور گھٹنا نہ اٹھایا کرو)''

اور قاضی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''ممکن ہے آپ ﷺ نے چت لیٹے پاؤں پر پاؤں رکھنے کی صورت بھی محض تھکاوٹ کی وجہ سے اور طلب راحت کی خاطر اختیار فرمائی ہو، ورنہ عموماً آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ لوگوں میں مختلف اندازوں سے بیٹھا کرتے تھے۔ لیٹتے نہیں تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھنے کے چار مسنون انداز

آپ ﷺ کے بیٹھنے کی بھی عموماً چار صورتیں ہوتی تھیں۔ سب سے زیادہ "محتبیا" یا پھر" متربعا" یا پھر "قر فصاء" یا پھر "مقعیاء"۔ (۲۰۱)

① **اجتباء:**

عربی میں گوٹ (گوٹھ) مار کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ عربوں کے بیٹھنے کا اکثر مروج انداز تھا۔ کیونکہ وہ جنگلوں اور ریگستانوں میں رہنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ جہاں ٹیک لگانے کے لئے دیوار وغیرہ تو ہوتی نہیں۔ لہٰذا وہ لوگ گوٹھ مار کر بیٹھتے تھے۔ اور اسی سے ہے:

(اَلْاِحْتِبَاءُ حِیْطَانُ الْعَرَبِ)

''کہ احتباء اہل عرب کی دیواریں ہیں۔''

اور احتباء یا گوٹھ مارنا یہ ہے کہ کسی کپڑے یا ہاتھوں سے اپنے پاؤں اور پیٹ کو ملا کر کمر سے جکڑ لینا۔ اور طیبی نے کہا ہے کہ:

'' دونوں گھٹنے کھڑے کر کے تلوے زمین پر لگا کر بیٹھنے اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں تو اس بیٹھک کو احتباء (گوٹھ مار کر بیٹھنا) کہا جاتا ہے۔'' (۲۰۲)

اور بیٹھنے کے اس انداز کے جواز کا پتہ صحیح بخاری و مسلم، الادب المفرد اور المناقب امام حاکم کی اس حدیث سے چلتا ہے۔ جس میں حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت کا واقعہ بیان کرتے

---

(۲۰۱) شرح نووی ۷/۱٤/۷۸

(۲۰۲) لغات الحدیث جلد اول کتاب "ح" ص ۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس میں یہ بھی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ گھر سے نکلے تو مجھے مسجد میں پایا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں آپ ﷺ کے ساتھ چل دیا۔ آپ ﷺ سوق بن قینقاع پہنچے، اور ادھر ادھر پھرے، اور واپس ہوئے۔

(حَتّٰی جِئْنَا الْمَسْجِدَ فَجَلَسَ فَاحْتَبٰی) (۲۰۳)

''حتیٰ کہ ہم دوبارہ مسجد میں پہنچے تو آپ ﷺ گوٹھ مار کر بیٹھ گئے۔''

اور خود حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا احتباء کرنا بھی صحیح بخاری (مع الفتح ۵۴۱/۱) کی ایک حدیث میں ثابت ہے۔ ہاں اگر آدمی صرف ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے ہو، جس میں اس طرح بیٹھنے سے ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایسے بیٹھنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم اور نسائی میں حضرت ابو سعید خدریؓ والی حدیث کی ممانعت اسی حالت پر محمول ہوگی۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے دو قسم کی بیع و شراء اور دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ اس میں ہی ہے:

(وَاللِّبْسَةُ الْاُخْرٰی اِحْتِبَاءُهُ بِثَوْبِهٖ وَجَالِسٌ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ) (۲۰۴)

''اور دوسرا ممنوع انداز لباس یہ ہے، کہ کوئی شخص بیٹھا ہو، اور اپنے اکلوتے کپڑے سے گوٹھ مار لے، جب کہ اس کے ستر پر کوئی کپڑا نہ ہو۔''

تو یہ ممانعت صرف ایک ہی چادر باندھے ہوئے ہونے کی صورت میں ہے۔ کیونکہ اس طرح بسا اوقات ستر کھل جاتا ہے۔ (۲۰۵)

(۲۰۳) بخاری مع الفتح ۳۳۹/٤، ۲۷۹/۱۰۔ مسلم مع نووی ۱۹۳/۱۵/۸۔ لیکن اس میں "احتباء" کے لفظ نہیں ہیں۔ الا دب المفرد ص ۵۱۹

(۲۰٤) بخاری ۲۷۸/۱۰۔ مسلم مع نووی ۱۵۵/۱۰/۵۔ لیکن مذکورہ الفاظ نہیں ہیں۔ صحیح ابی داؤد ۷۶۸/۲، ۷۶۹۔ ترمذی مع التحفۃ ۴۵۰/۵، ۴۵۱۔ الا دب المفرد ص ۵۱۵۔ صحیح نسائی ۱۰۸۱/۳

(۲۰۵) لغات الحدیث ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② تربع:

اور تربع عربی زبان میں چار زانو ہو کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ جسے ہم چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں امام بخاری کی کتاب الادب المفرد، الاستیعاب ابن عبد البر اور تہذیب الکمال مزی میں حنظلہ بن خذیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَرَاَيْتُهُ جَالِسًا مُتَرَبِّعًا) (۲۰۶)

''میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ کو چار زانو بیٹھے ہوئے دیکھا۔''

اور صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءُ) (۲۰۷)

''نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر چار زانو ہو کر بیٹھ جاتے، حتیٰ کہ سورج خوب اچھی طرح چڑھ آتا۔''

ایسے ہی الادب المفرد اور معانی الآثار طحاوی میں عمران بن مسلم بیان کرتے ہیں:

(رَاَيْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَجْلِسُ هٰكَذَا مُتَرَبِّعًا وَ يَضَعُ اِحْدٰى قَدَمَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى) (۲۰۸)

---

(۲۰۶) الادب المفرد ص ۵۱۷

(۲۰۷) مسلم مع نووی ۱۷۱/۵/۳۔ ابو داؤد مع العون ۱۹۹/۳۔ صحیح ترمذی ۴۷۹۔ صحیح نسائی ۱۲۸۵، ۱۲۸۱

(۲۰۸) الادب المفرد ص ۵۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو چارزانو بیٹھے دیکھا، کہ انہوں نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔''

ایسے چارزانو چوکڑی مار کر بیٹھنے کے بارے میں بعض آثار بھی ہیں۔ جو اس طرح بیٹھنے کے جواز و مشروعیت کا پتہ دیتے ہیں۔ (۲۰۹)

اور بعض صحابہ سے مروی ہے:

(لَمْ يُرٰى مُتَرَبِّعًا قَطُّ) (۲۱۰)

''کہ نبی اکرم ﷺ کبھی بھی چوکڑی مار کر بیٹھے نہیں دیکھے گئے۔''

تو اس کے بارے میں علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ شاید اس راوی نے نہیں دیکھا ہوگا۔

③ قرفصاء:

اور بیٹھنے کا تیسرا انداز ہے قرفصاء، جب کہ عرب لوگ کہتے ہیں:

(قَرْفَصَ الرَّجُلُ)

''آدمی اپنے پاؤں پر بیٹھا اور رانوں کو پنڈلیوں سے ملا دیا۔''

اس کو اسیفاز بھی کہتے ہیں، یعنی اکڑوں بیٹھنا جو جلدی اور ضرورت کی حالت میں ہوتا ہے۔ جسے ہم پاؤں پر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ یہ انداز بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی، الادب المفرد اور طبرانی میں حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

(۲۰۹) لغات الحدیث جلد دوم کتاب "ر" ص ۲۶

(۲۱۰) صحیح ابی داؤد ۴۰۵۷۔ صحیح ترمذی ۲۲۵۶۔ لیس فیه کیفیة الجلوس۔ الادب المفرد ص ۵۱۷۔ مختصر الشمائل ۱۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَاعِدًا الْقُرْفُصَاءِ) (۲۱۱)

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو اکڑوں (یعنی پاؤں کے بل) بیٹھے دیکھا۔''

④ اقعاء:

بیٹھنے کی چوتھی شکل ہے اقعاء، اور اقعاء بھی دو طرح کا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار میں ہے کہ اقعاء نماز میں یہ ہے کہ آدمی اپنے سرین زمین پر لگا دے۔ اور دونوں رانوں نیز پنڈلیوں کو کھڑا کرے۔ اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ اور یہی بات ابو عبید نے بھی کہی ہے۔

یہ اقعاء نماز میں ممنوع ہے، بلکہ اسے کتے کے بیٹھنے کا انداز کہا گیا ہے۔ تشہد میں ایسے بیٹھنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مسند احمد و طیالسی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

(نَهَانِیْ خَلِیْلِیْ عَنْ اِقْعَاءٍ کَاِقْعَاءِ الْکَلْبِ) (۲۱۲)

''مجھے نبی اکرم ﷺ نے کتے کی طرح اقعاء کر کے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

جب کہ اس اقعاء کی دوسری شکل یہ ہے کہ پیروں کے پائینچے زمین پر ہوں، اور پاؤں کھڑے ہوں، اور آدمی اپنے پاؤں کی ایڑیوں پر سرین رکھ کر بیٹھے۔ دو سجدوں کے درمیان والے جلسے میں اور عام حالت میں اس طرح بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم و ابو عوانہ اور بیہقی میں ہے:

---

(۲۱۱) ابو داؤد مع العون ۱۳/۱۹۵، ۱۹۶۔ ترمذی مع التحفۃ ۸/۶۸، ۶۹۔
و حسنہ المنذری و ابو عمر ابن عبد البر۔
لغات الحدیث جلد پنجم کتاب ''ج'' ص ۱۳۲۔ صفۃ صلاۃ النبی للالبانی ص ۹۳

(۲۱۲) صفۃ صلاۃ النبی للالبانی ص ۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وَ هِیَ سُنَّةُ نَبِیِّکَ وَ کَانَ اَحْیَا نًا یُقْعِیْ) (۲۱۳)
"یہ تمہارے نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، آپ ﷺ کبھی کبھار اقعاء کر کے بھی بیٹھتے تھے۔"

ایسے ہی مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کا جواز مروی ہے۔ اور انہوں نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ اور بیہقی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح یا کم از کم حسن سند سے یہ مروی ہے۔ (۲۱۴)

اور ابواسحاق حربی نے غریب الحدیث نامی اپنی کتاب میں صحیح سند سے امام طاؤس کا قول نقل کیا ہے:

(اِنَّهُ رَاٰی ابْنَ عُمَرَ وَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقْعِیَانِ) (۲۱۵)
"میں حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کو اقعاء کرتے دیکھا ہے۔"

غرض یہ بیٹھنے کی چار شکلیں عربوں میں معروف تھیں۔ اور نبی اکرم ﷺ بھی مختلف اوقات میں ان مختلف اندازوں سے بیٹھا کرتے تھے۔

آمدم برسر مطلب:

اور حافظ ابن حجرؒ نے امام خطابیؒ سے نقل کرتے ہوئے فتح الباری میں لکھا ہے، کہ اس طرح پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔ یا پھر ممانعت کو اس صورت پر محمول کرنا پڑے گا۔ جس میں ستر کھلنے کا خدشہ ہو۔ اور جواز کو دوسری باپردہ صورت پر امام بیہقی و بغوی رحمہما اللہ نے بھی اسی جمع و تطبیق کو ہی مانا ہے۔ اور ابن بطال اور ان کے رفقاء نے بھی نسخ کے قول کو ہی اختیار کیا ہے۔ جب کہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے شرح الموطا میں لکھا ہے کہ:

---

(۲۱۳) صفۃ صلاۃ النبی للالبانی ص ۹۰۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱/ ۶۶٤

(۲۱٤) صفۃ صلاۃ النبی و سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ایضاً

(۲۱۵) ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امام مالک رحمہ اللہ پہلے نبی اکرم ﷺ کے مسجد میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی فعلی حدیث لائے ہیں اور پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عمل بیان کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ امام مالک رحمہ اللہ ممانعت والی احادیث کو منسوخ سمجھتے تھے۔''

جب کہ امام مازری نے سب سے الگ بات کہی ہے، کہ یوں لیٹنا نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں تھا۔ عام آدمی کے لئے یہ نہیں ہے۔

جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں بڑا عمدہ محاکمہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

''خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہرگز نہیں تھا۔ ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔ (جب کہ ان سے ایسے بکثرت لیٹنا منقول ہوا ہے) اور نسخ کا دعویٰ بھی صحیح نہیں، کیونکہ محض احتمال سے کسی مسئلہ کو منسوخ نہیں مانا جا سکتا۔ اور سب سے برتر بات اسے قرار دیا ہے کہ ممانعت کی حدیث اس صورت پر محمول ہوگی جس میں (گھٹنا کھڑا کر کے اس پر پاؤں رکھنے کے نتیجہ میں) ستر کھل جانے کا خدشہ ہو۔ اور جواز کی حدیث اس (پہلی) صورت پر محمول ہوگی۔ جس میں (پاؤں دراز کر کے ایک کو دوسرے پر رکھنے سے) ستر کھلنے کا اندیشہ ہو۔''

اور امام بیہقی و بغوی رحمہما اللہ اور دیگر محدثین سے بھی اسی کی تائید نقل کی ہے اور اسے ہی اولیٰ کہا ہے۔

اور امام خطابی و امام بغوی رحمہما اللہ نے کہا ہے۔ کہ ان پہلی احادیث میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے۔ کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور کسی بھی دیگر انداز سے استراحت و آرام کرنا جائز ہے۔ (۲۱۶)

(۲۱۶) للتفصیل فتح الباری ۵۶۳/۱۔ شرح السنہ ۳۷۵/۲، ۲۷۶۔ شرح الزرقانی ۳۵۳/۱

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② پیٹ کے بل نہ لیٹنا:

اور مسجد میں سونے اور لیٹنے بلکہ گھر یا کسی بھی جگہ پر لیٹنے اور سونے کے آداب میں سے دوسرا ادب یہ ہے کہ پیٹ کے بل نہ لیٹا جائے ۔ چنانچہ سنن ابی داؤد کتاب الا دب ، باب الرجل ینطبخ علی بطنه میں یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری اپنے والد طخفہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ، ایسے ہی نسائی ، ابن ماجہ اور الادب المفرد میں موصولاً اور شرح السنہ بغوی میں تعلیقاً مروی ہے کہ:

میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا، کہ نبی اکرم ﷺ نے میرا پاؤں پکڑ کر ہلاتے ہوئے فرمایا:

(اِنَّهَا ضَجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ) (۲۱۷)

''سونے کا یہ انداز اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے۔''

جب کہ اس حدیث کی شاہد مؤید ایک دوسری حدیث سنن ترمذی کتاب الادب ،باب ما جاء فی کراهية الا اضطجاع علی البطن میں ہے۔جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِهٖ فَقَالَ : اِنَّ هٰذِهٖ ضَجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ) (۲۱۸)

''نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا۔تو ارشاد فرمایا: لیٹنے کا یہ انداز ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔''

---

(۲۱۷) صحیح ابن ماجه ۲/۳۰۵۔ الا دب المفرد ۱۱۸۷۔ شرح السنه ۲/۳۷۸۔
اورده الالبانی فی ضعیف ابی داؤد ولکن صحیح منه الا ضطجاع علی البطن ۔
ضعیف السنن ص ۴۹۵،۴۹۶۔ ابو داؤد مع العون ۱۳/۳۸۰

(۲۱۸) ترمذی مع تحفه ۸/۵۱۔ وقال الارناؤوط فی تحقیق الشرح السنة ۲/۳۷۸۔
واسناده صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک تیسری حدیث سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں:

مَرَّبِیَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰی بَطْنِیْ رِکْضَتِیْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ : یَا جُنَیْدَبُ ! اِنَّمَا هٰذِهٖ ضَجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ) (۲۱۹)

''نبی اکرم ﷺ میرے پاس گزرنے لگے، جبکہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سے مجھے ہلاتے ہوئے فرمایا: اے جنیدب لیٹنے کا یہ انداز اہل جہنم والا ہے۔''

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث الادب المفرد امام بخاری اور ابن ماجہ میں ہی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جس میں ہے:

(فَاِنَّهَا نَوْمَةٌ جَهَنَّمِیَّه) (۲۲۰)

''کہ یہ انداز اہل جہنم والا ہے۔''

لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

غرض مذکورہ صحیح الاسناد ان تینوں حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے وہ لوگ (مرد وزن) ذرا اپنے رویے پر نظر ثانی کر لیں۔ جنہیں پیٹ کے بل سونے کی عادت ہو چکی ہے۔ کسی دوسرے طریقہ سے نیند ہی نہیں آتی۔ ان کی یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ دو چار دن میں وہ اپنی بری عادت کو چھوڑ کر مسنون طریقہ سے سونے کی عادت ڈال سکتے ہیں۔ اور دو چار دن کی بے آرامی یقیناً مسلسل غضب الٰہی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور جہاں بڑے اسی ناجائز طریقے سے سوتے ہوں گے، وہاں یقیناً یہ عادت بچوں کو بھی آ جائے گی۔

لہٰذا ایسے لوگوں کو سنجیدگی سے اس پر غور کر کے اس قبیح عادت کو فوراً چھوڑ دینا

---

(۲۱۹) صحیح ابن ماجہ ۳۰۵/۲

(۲۲۰) ضعیف سنن ابن ماجہ ص ۳۰۲۔ الادب المفرد ص ۲۵۱۔ طبع اوقاف الامارات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئے۔اور اگر کہیں بڑوں میں نہیں صرف بچوں میں یہ عادت قدم جما چکی ہے،تو والدین کو چاہئے کہ سختی کے ساتھ انہیں اس طرح سونے سے باز کریں۔تاکہ عمر بھر کے لئے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لیں۔اور نہ ہی عدم تربیت کی وجہ سے اس کا تھوڑا بہت حصہ والدین کے کھاتے میں چڑھتا رہے۔نسال اللہ العافیۃ

③ دائیں پہلو پر لیٹنا:

اور جب سونے کے آداب کا ذکر چل رہا ہے تو،یہیں ایک تیسرا ادب بھی ذکر کردیں۔جس کا تعلق بھی پہلے آداب کی طرح ہی نہ صرف مسجد میں سونے سے ہے،بلکہ اپنے گھر یا کسی بھی جگہ سوئیں،تو اس ادب کا خیال رکھنا چاہئے۔کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کا مسنون و پسندیدہ ادب ہے۔اور یہ ادب ہے دائیں پہلو پر لیٹنا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم،ابوداؤد و ترمذی،الادب المفرد،عمل الیوم واللیلۃ نسائی، مسند ابی عوانی اور مسند احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

﴿ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ ﴾

’’جب تم سونے کے لئے بستر پر آؤ تو پہلے نماز کے لئے کئے جانے والے وضو کی طرح وضو کرلو اور پھر اپنے دائیں پہلو یا کروٹ پر لیٹ جاؤ۔‘‘

اور آگے فرمایا کہ یہ دعا کرو:

﴿ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَيْكَ وَلَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ . آمَنْتُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ)

"اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور تیری طرف متوجہ ہوا، اور اپنا ہر کام تیرے سپرد کیا۔ اور تیرے عفو کرم کی رغبت اور تیرے غضب وقہر سے ڈرتے ہوئے تیرے سہارے کا طلب گار ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی ملجاو ماویٰ اور سہارا و آسرا نہیں۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے۔ اور تیرے نبی (محمد ﷺ) پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے۔"

یہ دعا سکھانے کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ یہ کلمات تم سوتے وقت کے آخری کلمات کہو:

(فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ) (۲۲۱)

"اگر تم اسی رات مر گئے تو فطرت پر مر گئے۔"

④ دائیں ہتھیلی پر اپنا دایاں رخسار رکھنا:

اور سونے کے آداب میں سے ہی چوتھا ادب یہ ہے۔ کہ جب سونے لگے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹنے کے علاوہ اپنا دایاں رخسار اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے۔ کیونکہ صحیح مسلم (۲۰۹) ابوداؤد و ترمذی (سنن و شمائل)، نسائی (سنن و عمل الیوم واللیلۃ)، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، مسند ابی لیلیٰ، مسند احمد و بزار، الادب المفرد اور عمل الیوم واللیلۃ ابن سنی میں حضرت براء بن عازب،

---

(۲۲۱) مختصر مسلم للمنذری ۱۸۹۶۔ بخاری مع الفتح حدیث ۱۳۱۵۔
صحیح ابی داؤد ۴۲۱۹۔ صحیح الترمذی ۲۷۰۳۔
الادب المفرد ص ۵۳۳، ۵۳۴۔ عمل الیوم و اللیلۃ للنسائی ص ۴۶۰۔
تحقیق ڈاکٹر فاروق حماد، طبع مراکش۔ الکلم الطیب ابن تیمیہ
بتحقیق البانی ص ۴۱۔ صحیح الاذکار ابو عبیدہ عبد العزیز ۷۱۔ ابن ماجہ ۳۸۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حذیفہ بن یمان اور ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر الفاروق رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

(اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْقُدَ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنیٰ تَحْتَ خَدِّهٖ ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ وَیَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ) (۲۲۲)

''نبی اکرم ﷺ جب سونے لگتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے، اور پھر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! مجھے اس دن کے عذاب سے بچالینا جس دن تو اپنے بندوں کو (اخروی زندگی کے لئے) اٹھائے گا۔''

⑤ دعا کرنا:

اور ان دونوں ہی حدیثوں میں دو آداب کے علاوہ دو دعائیں بھی آ گئی ہیں۔ جو نبی اکرم ﷺ سوتے وقت کیا کرتے تھے۔ جب کہ اس وقت کے لئے کتنی ہی دیگر دعائیں بھی ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔ مثلاً:

(بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا)

''اے اللہ! میں تیرے نام سے ہی مرتا اور جیتا (یعنی سوتا اور بیدار ہوتا) ہوں۔''

اور اسی حدیث میں ہے۔ کہ جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

(۲۲۲) صحیح ابی داؤد ۴۲۱۸۔ صحیح ترمذی ۲۷۰۵۔
نسائی عمل الیوم اللیلۃ ص ۴۴۹، ۴۵۳۔ صحیح الاذکار ص ۷۰۔
الادب المفرد ص ۵۳۶۔ ابن ماجہ ۳۸۷۷۔ الکلم الطیب ص ۳۹۔
ابن السنی ص ۲۶۶۔ حدیث ۷۳۷۔ احمد ۲۸۸/۶، ۳۸۲/۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرِ) (۲۲۳)

”ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں موت (یعنی نیند) کے بعد زندہ (یعنی بیدار) کیا۔ اور (بالآخر) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

یہی الفاظ دعا (حصہ اول) صحیح مسلم، مسند احمد، عمل الیوم واللیلۃ نسائی میں حضرت براء بن عازبؓ سے، اور صحیح بخاری، عمل الیوم واللیلۃ نسائی اور بعض دیگر کتب میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھی مروی ہیں۔ (۲۲۴)

جب کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد و عمل الیوم واللیلۃ نسائی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ ہر رات جب بستر پر سونے لگتے، تو دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے اور ان میں پھونک مارتے اور پھر ان میں (تین سورتیں) ﴿قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق﴾ اور ﴿قل اعوذ برب الناس﴾ پڑھتے، اور پھر دونوں ہاتھوں کو حتی الامکان اپنے سارے جسم پر پھیرتے تھے۔ جس کی ابتداء سر اور چہرے سے کرتے، جسم کا جو سامنے کا حصہ ہے۔ اس پر ہاتھ پھیرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے تھے۔ (۲۲۵)

---

(۲۲۳) بخاری ٦٣٢٤۔ صحیح ابی داؤد ٤٢٢٢۔ صحیح ترمذی ٢٧١٨۔ ابن ماجہ ٣٨٨٠۔ عمل الیوم واللیلۃ ص ٤٤٧، ٤٤٨۔ الکلم الطیب ص٣٦۔ صحیح الاذکار ص٦٩

(۲۲٤) مسلم مع نووی ٣٠/١٧/٢۔ بخاری ٦٣٢٥۔ عمل الیوم واللیلۃ نسائی و تحقیقہ ص٤٤٧، ٤٤٨۔ صحیح ابی داؤد ٤٢٢٨

(۲۲٥) بخاری ٦٣١٩۔ صحیح ابی داؤد ٤٢٢٨۔ عمل الیوم واللیلۃ ص ٤٦٢۔ الکلم الطیب ص ٣٦، ٣٧۔ صحیح الاذکار ص٦٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری شریف کتاب الوکالۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صدقہ کی کھجوروں میں سے کوئی ہر رات کچھ نہ کچھ چرا لے جاتا تھا۔ تیسری رات میں نے پکڑ لیا اور کہا کہ تیرا یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: آپ مجھے چھوڑ دیں میں آپ کو کچھ مفید کلمات بتاتا ہوں۔

اور صحابہ کرامؓ تو خیر و بھلائی کے بڑے خواہاں و حریص تھے۔

اس نے بتایا کہ جب بستر پر سونے لگو تو آیت الکرسی:

﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾

آخر تک پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر کر دیا جائے گا۔ اور صبح ہونے تک شیطان اور چور تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ ذَاكَ الشَّيْطَانُ) (۲۲۶)

"اس نے یہ بات سچ کہی ہے ورنہ وہ خود تو بڑا جھوٹا ہے۔ وہ شیطان تھا۔"

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ) (۲۲۷)

"جس نے رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں (سوتے وقت) تلاوت کر لیں وہ اس کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔"

صحیح بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی، مصنف عبد الرزاق اور ابن السنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جگر گوشہ رسول حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نبی

(۲۲۶) بخاری مع الفتح ۴/۴۸۷۔ حدیث ۲۳۱۱

(۲۲۷) بخاری حدیث ۵۰۰۹۔ مختصر مسلم للمنذری ۲۰۹۷۔ الکلم الطیب ص ۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ایک خادم کا مطالبہ کیا (اس رات) نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے جب کہ ہم بستر پر لیٹ چکے تھے۔ اور فرمایا:

(اَلاَ اَدُلُّکُمَا عَلٰی مَا هُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ)

''کیا میں ایک ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے لئے خادم سے بھی بدر جہا بہتر ثابت ہو۔''

اور پھر آپ ﷺ نے بتایا کہ سوتے وقت تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ، اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہوگا۔ (۲۲۸)

تو گویا گھریلو کام کاج کر کے تھک جانے والی عورتوں، بلکہ مرد وزن کے لئے یہ نبی اکرم ﷺ کا بتایا ہوا بہترین ذکر و وظیفہ یا نسخہ ہے۔

⑥ ایک دفعہ بیدار ہو کر بستر سے اترنا اور پھر سونا:

اور سونے کے آداب میں سے چھٹا ادب صحیح بخاری و مسلم، ترمذی اور عمل الیوم واللیلۃ ابن سنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر بستر سے نیچے اترے، اور پھر دوبارہ سونے لگے تو بستر کو ذرا جھاڑے اور اس حدیث میں ہی سونے کے وقت کی ایک دعا بھی ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر سے اٹھ کر کہیں جائے، اور پھر واپس بستر پر آئے تو اسے چاہئے کہ:

(۲۲۸) بخاری ۵۳۶۲۔ مسلم مع نووی ۹/۱۷/۴۵، ۴۶۔ صحیح ابی داؤد ۴۲۳۲۔
صحیح ترمذی ۲۷۱۳۔ عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۷۳، ۴۷۴۔
الکلم الطیب ص ۳۸، ۳۹۔ صحیح الاذکار ص ۷۰۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اس دن سے لے کر میں نے کبھی یہ وظیفہ ترک نہیں کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ جنگ صفین جیسی رات بھی نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ صفین کی رات میں بھی نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فَلْيَنْقُطْهُ بِصَنِفَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ بَعْدَهُ)

''وہ اپنے بستر کو اپنی چادر (یا کسی کپڑے) کونے سے جھاڑ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس کے بستر پر کیا چیز آ گئی ہو۔ (یعنی کوئی زہریلا کیڑا نہ آ گیا ہو۔)''

اور آگے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ لیٹتے وقت یہ دعا کرنی چاہئے:

(بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهُ فَاِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ) (۲۲۹)

''اے میرے پروردگار! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو بستر پر لگایا ہے۔ اور تیرے فضل وکرم سے ہی اسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو اسی عرصہ میں میری روح قبض کر لے تو اس پر رحم فرمانا۔ اور اگر تو نے یہ مجھے عطا فرمادی تو پھر اس کی اسی طرح حفاظت فرمانا۔ جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔''

اور سابق میں ذکر کی گئی تیسری دعا پر مشتمل حدیث میں بھی بیدار ہونے کی ایک دعا گزری ہے۔ اور ترمذی کی روایت کے مطابق اس حدیث میں بھی ایک دوسری دعا وارد ہوئی ہے۔ اور ابن السنی میں صرف یہی دعا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو وہ یہ دعا کرے۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ فِيْ جَسَدِيْ وَ رَدَّ عَلَيَّ رُوْحِيْ وَاَذِنَ لِيْ بِذِكْرِهٖ) (۲۳۰)

''ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جس نے مجھے جسمانی طور پر

(۲۲۹) بخاری مع الفتح حدیث ۷۳۹۳۔ مختصر مسلم ۱۹۰۰۔
صحیح ابی داؤد ۴۲۲۳، صحیح ترمذی ۲۷۰۷

(۲۳۰) صحیح ترمذی ۲۷۰۷۔ الکلم الطیب ص۳۷، ۳۸۔ صحیح الاذکار ص ۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عافیت بخشی، اور مجھے میری روح واپس لوٹا دی (بیدار کر دیا) اور مجھے اپنے ذکر کا موقعہ عطا فرمایا“

⑦ اور سونے کے آداب میں سے ساتواں ادب یہ ہے کہ آدمی سوتے وقت باوضو ہو اور ذکر الٰہی کرتے سو جائے۔ ایسا شخص رات کو بیدار ہو کر کوئی بھی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ و مسند احمد اور مسند طیالسی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَامِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا فَيَتَعَارُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ) (۲۳۱)

”کوئی بھی مسلمان جب وضو کی حالت میں ذکر الٰہی کرتا ہوا سو جائے۔ اور رات کے کسی پہر اٹھ کر دنیا و آخرت کی کسی بھی بھلائی کی کوئی بھی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے۔“

اور باب النوم علی الطهارة میں امام ابوداؤد نے ایک اور حدیث میں وارد کی ہے۔ جو کہ صحیحین اور سنن اربعہ میں ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

(اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ”قَالَ اَبُوْدَاوُدَ يَعْنِي بَالَ“ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ) (۲۳۲)

---

(۲۳۱) صحیح ابی داؤد ۴۲۱۶۔ مسند احمد ۲۴۱/۵۔ نسائی فی عمل الیوم و اللیلة حدیث ۱۱۳۷۱۔ ابن ماجه ۳۸۸۱۔ صحیح الجامع ۱۷۷/۵/۳۔ صحیح الترغیب ۳۱۷/۱، طبع مکتبة المعارف

(۲۳۲) بخاری ۶۳۱۶۔ ابو داؤد مع العون ۳۸۷/۱۳۔ و صحیح ابی داؤد ۳۲۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی اکرم ﷺ رات کو اٹھے۔ آپ ﷺ قضاء حاجت (اور بقول امام ابوداؤد پیشاب) سے فارغ ہوئے تو، آپ ﷺ نے اپنا چہرہ اقدس اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ (یعنی وضو کیا) اور پھر آپ ﷺ سو گئے''

اور تیسری حدیث صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(مَنْ بَاتَ طَاهِرًا بَاتَ فِيْ شِعَارِهِ مَلَكٌ فَلَا يَسْتَيْقِظُ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٍ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا) (۲۳۳)

''جو شخص باوضو ہو کر سوتا ہے۔ اس کے شعار میں (یعنی اس کے ساتھ) ایک فرشتہ لگ جاتا ہے۔ اور جب وہ آدمی جاگتا ہے، تو وہ فرشتہ دعا کرتا ہے۔ اے اللہ! اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرما، اس نے باوضو ہو کر رات گزاری ہے۔''

اور اسی موضوع کی ایک چوتھی حدیث طبرانی اوسط میں اور معجم کبیر میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(طَهِّرُوْا هٰذِهِ الْأَجْسَادَ وَ طَهَّرَكُمْ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَبِيْتُ طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ مَعَهُ فِيْ شِعَارِهِ مَلَكٌ لَا يَنْقَلِبُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا) (۲۳۴)

''اپنے اجسام (یعنی اپنے بدنوں) کو پاک رکھا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ

(۲۳۳) صحیح الترغیب ۳۱۷/۱، طبع الریاض

(۲۳۴) صحیح الجامع ۱۵/٤/۲۔ صحیح الترغیب ۲٤٥/۱ و تحقیقه، طبع المکتب الاسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں پاک کر دے۔ اور جو شخص باوضو ہو کر رات گزارے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ (اس کے شعار میں) رات گزارتا ہے۔ اور جب وہ شخص رات کے کسی بھی وقت کروٹ لیتا ہے۔ تو فرشتہ دعا کرتا ہے۔
اے اللہ! اپنے اس بندے کو بخش دے یہ باوضو ہو کر سویا ہے۔''

ان چاروں احادیث سے یہ بات واضح ہو گئی، کہ سونے کے آداب میں سے ہی ایک ادب یہ بھی ہے۔ کہ سوتے وقت آدمی باوضو ہو، اور ذکر و دعا کرتے کرتے سو جائے اور اس ادب پر عمل پیرا ہونے کی بہت ہی زیادہ فضیلت و برکت ہے۔

بیدار ہوتے وقت اور خصوصاً سوتے وقت کے اذکار و وظائف، دعائیں اور فضائل تو بکثرت اور صحیح اسناد پر مشتمل کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ لیکن ہم انہی چند اذکار اور اوراد پر اکتفاء کرتے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب:

مسجد میں سونے کے جواز کا ذکر شروع ہوا تھا تو، ساتھ ہی مسجد میں اور عام جگہ پر سونے کے آداب کا ضروری حد تک تذکرہ ہو گیا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک

عورت کا مسجد میں سونا:

یہاں ہم اس بات کی وضاحت بھی کرتے جائیں کہ مسجد میں سونا چونکہ محض بوقت ضرورت ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اور دوسری بات یہ کہ جس طرح یہ بوقت ضرورت مردوں کے لئے جائز ہے۔ ایسے ہی عورتوں کے لئے بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ فتنہ سے امن اور اس کا مناسب انتظام ہو۔ جیسا کہ سابق میں ذکر کی گئی مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی ایک نیک خاتون کے واقعہ والی حدیث گزری ہے۔ کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں خیمہ لگایا گیا تھا، جس میں وہ رہتی تھی۔

ایسے ہی اس بات کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے، جو صحیح بخاری، ابن حبان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح ابن خزیمہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جس میں وہ ایک کنیز کا واقعہ اسی کی زبانی بیان کرتی ہیں۔ کہ اسے اس کے آقاؤں نے آزاد کر دیا۔ لیکن ابھی وہ ان کے پاس ہی تھی۔ کہ ان کی ایک بچی لال رنگ کا ہار پہنے ہوئے آئی۔ اور اس نے وہ کہیں رکھا یا اس سے وہ ہار گر گیا۔ چیل آئی اور سمجھی کہ شاید گوشت ہے۔ لہٰذا لے اڑی ان لوگوں نے ادھر ادھر تلاش کرنے کے بعد اس عورت پر الزام لگا دیا۔ کہ اس نے چرایا ہے۔ اور اس کے جسم کے ایک ایک عضو کی تلاشی لی۔ حتیٰ کہ ستر کی بھی تلاشی لی۔ وہ کہتی ہے:

(فَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُبَرِّئَنِيْ)

''میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ میری براءت ثابت کرے۔''

چنانچہ وہ کہتی ہے، کہ اللہ کی قسم میں ابھی ان کے پاس ہی کھڑی تھی کہ چیل گزری اور وہ ہار پھینک گئی، جو ان کے عین درمیان گرا۔ تو میں نے کہا کہ یہ ہے وہ چیز جس کی چوری کا الزام تم نے میرے سر دھرا تھا۔ اور میں اس سے بری ہوں۔ پھر وہ عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لے آئی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ اَوْ حِفْشٌ)

''اسے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا کر دیا گیا تھا۔ یا اس کے لئے ایک چھوٹا سا گھر بنایا گیا تھا۔''

اور آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ وہ عورت میرے گھر آتی رہتی تھی۔ اور جب بھی آتی تو یہ شعر ضرور پڑھ کر بیٹھتی:

وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
اَلَا اَنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

''وہ دن بھی عجائب قدرت میں تھا کہ جس دن ہار کے گم ہونے کا واقعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رونما ہوا، جو بالآخر مجھے اس کافر ملک سے نجات دلانے (میرے مسلمان ہونے) کا سبب بن گیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب وہ ہر دفعہ آتے ہی شعر پڑھتی تو ایک دن میں نے اس کی وجہ پوچھ ہی لی تو اس نے مجھے یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔'' (۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا کوئی گھر، ٹھکانا نہ ہو وہ چاہے عورت ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لئے جائز ہے۔ کہ دوپہر اور رات کو مسجد میں سوئے جبکہ مسجد میں اس طرح خیمہ لگا کر رہنے سے کسی فتنہ و بگاڑ کا اندیشہ نہ ہو۔ (۲۳۶)

مسجد میں بے وضو ہونا

یہاں بعض لوگوں کی ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کرتے جائیں، جو لوگ یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ بلا وضو مسجد میں داخل ہونا، یا بے وضو مسجد میں بیٹھنا اور رہنا منع ہے۔ اور انہوں نے بے وضو شخص کو جنبی سے ہی ملا دیا۔ ان کی یہ بات تشدد پر مبنی ہے۔ کیونکہ مسجد میں کھانے پینے اور خصوصاً سونے کے جواز کا پتہ دینے والی احادیث ان کی تردید کر رہی ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ان کے اس نظریہ کی تردید کیلئے باقاعدہ ایک باب باندھا ہے:

(بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ)

''یعنی مسجد میں حادث یا بے وضو ہونے کا بیان''

اور اس باب کے تحت جو حدیث وارد کی ہے۔ وہ صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ ابو داؤد و نسائی اور مسند احمد میں بھی ملتے جلتے الفاظ سے ہے۔ اس میں

---

(۲۳۵) بخاری ۵۳۳/۱، ۵۳۴۔ مع الفتح ۱۴/۱/۷۔ الاحسان ۵۳۵/۴، ۵۳۷۔ ابن خزیمہ ۲۸۶/۲، ۲۸۷

(۲۳۶) فتح الباری ۵۳۵/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَلْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ مُصَلاَّهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ)

''اللہ کے فرشتے تم میں سے جب کوئی جا نماز (مسجد) میں ہی رہے۔ جہاں اس نے نماز پڑھی ہو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ تب تک ہے۔ جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو جائے۔''

اور آگے فرمایا کہ فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے ہیں:

(اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ) (۲۳۷)

''اے اللہ! اسے بخش لے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔''

لفظ حدث کی تشریح:

لفظ حدث کی تشریح صحیح بخاری کے ایک دوسرے مقام یعنی باب لا تقبل صلاۃ بغیر طھور کے تحت وارد کی گئی حدیث میں جو کہ صحیح ابوداؤد و مسند احمد اور مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔ اس میں خود حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لاَ تُقْبَلُ صَلاَةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ)

''حادث آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ وضو نہ کرلے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث بیان کی تو حضر موت کے کسی آدمی نے پوچھا:

(مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؟)

''اے ابو ہریرہ حدث کیا ہے؟''

---

(۲۳۷) بخاری ۵۳۸/۱ ـ صحیح الجامع ۲۱/۶/۳ ـ صحیح ابی داؤد ٤٤٤ ـ مسلم مع نووی ۱٦٦/٥/۳ ـ صحیح نسائی ۷۰۷ ـ ابن ماجہ ۷۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انہوں نے جواباً فرمایا:

(فِسَاءٌ اَوْ ضِرَاطٌ) (۲۳۸)

''پھسکی یا گوز (یعنی بلا آواز یا آواز کے ساتھ پیٹ سے اخراج ہو)''

تو معلوم ہوا کہ حادث سے مراد محض ہوا کے خروج سے بے وضو ہونے والا شخص ہے نہ کہ جنبی شخص۔ (۲۳۹)

مصلیٰ سے مراد:

اور جس طرح اس حدیث اول میں وارد لفظ ''حدث'' کی تشریح دوسری نے کر دی ہے۔ اسی طرح ہی اس پہلی حدیث میں وارد لفظ ''مصلاہ'' یعنی جانماز کی تشریح کے لئے بھی ایک دوسری حدیث معاون ہوسکتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے، کہ یہاں مصلاہ سے مراد صرف یہی نہیں کہ نماز پڑھ کر وہ شخص اس جگہ پر ہی بیٹھا رہے، تبھی اس کے لئے یہ فضیلت ہے۔ بلکہ یہ فضیلت ہر اس شخص کے لئے ہے۔ جو نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں ہی رہے۔ چاہے اپنی نماز کی جگہ سے اٹھ کر وہ کسی دوسری جگہ ہی کیوں نہ جا بیٹھے، تو گویا مصلاہ یا جانماز سے یہاں مسجد مراد ہے۔ اور یہ فضیلت ہر اس شخص کے لئے ہے جو نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں باوضو بیٹھا رہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ، **باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوۃ** میں ایسے ہی صحیح مسلم ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کے انتظار میں بیٹھنے والے شخص کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۲۳۸) بخاری مع الفتح ۱/۲۳۴۔ صحیح الجامع ۳/۶/۱۶۵۔ مسلم ۳/۵/۱۶۶۔ صحیح ابی داؤد ۴۴۶۔

(۲۳۹) انظر فتح الباری ۱/۵۳۸، ۵۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وَلَایَزَالُ فِیْ صَلٰوۃٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوۃَ) (۲۴۰)

''وہ شخص جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا، وہ ایسے ہی شمار ہوگا جیسے وہ نماز ہی پڑھتا جا رہا ہے۔''

اس حدیث میں ہر اس آدمی کے لئے فضیلت وارد ہوئی ہے۔ جو نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے۔ وہ اپنی جانماز پہ ٹکا رہے، یا کچھ ادھر ادھر ہو جائے۔ ایسے ہی حدیث اول میں بھی مصلاہ سے مراد مسجد ہے۔ جانماز نہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضو ختم ہو جانے کے بعد فرشتوں کی دعائیں بھی منقطع ہو جاتی ہیں۔ اب چاہے وہ اسی جگہ ہی کیوں نہ بیٹھا رہے۔ (۲۴۱)

البتہ مسجد میں دل لگا کر بیٹھے رہنے کا مقام اور مرتبہ اپنی جگہ ہے۔ اور وہ بے وضو ہونے کی صورت میں بھی حاصل رہے گا۔ یاد رہے کہ مسجد میں ہوتے ہوئے اخراج ہوا سے ہر ممکن پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور تقدس و احترام مسجد بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی نہیں کہ یہ قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ جیسا کہ مسجد میں سونے کے جواز والی احادیث سے ہی اس کی اباحت واضح ہے۔ البتہ یہ فعل ناپسندیدہ سا ہے۔ لہٰذا علامہ شیخ ابن بازؒ کی تحقیق اور ابن مسیب حضرت حسن بصری اور امام غزالی کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ اسے مکروہ تنزیہی کہا جا سکتا ہے۔ (۲۴۲)

---

(۲۴۰) بخاری ۱۴۲/۲۔ مسلم مع نووی ۱۶۶/۵/۳۔ صحیح ابی داؤد ۴۶۶۔ صحیح ترمذی ۲۷۱

(۲۴۱) از افادات حافظ ابن حجر۔ فتح الباری ۵۳۸/۱

(۲۴۲) حاشیہ فتح الباری ۵۳۹/۱۔ وانظر ایضا اعلام الساجد ۳۰۱، ۳۰۴۔ و کرھہ ابن المسیب والحسن والغزالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں بے وضو داخل ہونا:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت سعید بن میسبؒ اور حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں مروی ہے۔ کہ انہوں نے بے وضو آدمی کے بارے میں فرمایا:

(یَمُرُّ فِی الْمَسْجِدِ مَارًّا وَلَا یَجْلِسُ فِیْهِ) (۲۴۳)

''وہ مسجد سے گزرتا ہوا نکل جائے، لیکن اس میں بیٹھے نہیں۔''

اور یہ حکم جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جنبی والا ہے۔ جس میں کسی قدر شدت پائی جاتی ہے۔ یہاں مسئلہ جائز و ناجائز کا نہیں، بلکہ اولیٰ و غیر اولیٰ کا ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن باز کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے۔ اور مسجد میں بے وضو داخل ہونے کے غیر اولیٰ یا ناپسندیدہ ہونے کی دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے۔ جو صحیحین و سنن اربعہ صحیح ابی عوانہ، دارمی، بیہقی، موطا امام مالک اور مسند احمد میں حضرت ابو قتادہؓ سے اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ارشاد نبوی ہے:

(إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ) (۲۴۴)

''تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔''

اور جب مسجد میں داخل ہونے والا، نماز پڑھنے پر مامور ہے تو وہ نماز کی شرط

(۲۴۳) بحوالہ اعلام الساجد للزرکشی ص ۳۰۱

(۲۴۴) بخاری ۴۴۴۔ مسلم مع نووی ۳/۵/۲۲۵۔ صحیح ابی داؤد ۴۴۲۔ صحیح الترمذی ۲۶۱۔ صحیح نسائی ۷۰۸۔ ابن ماجہ ۱۰۱۲۔ موطا امام مالک ۱/۱۶۲ حدیث ۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی وضو پر بھی مامور ہو گا۔ لہٰذا باہر سے مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے وضو کی اہمیت اس شخص کی نسبت زیادہ ہے۔ جو باوضو مسجد میں گیا اور تا دیر مسجد میں بیٹھا رہا۔ اور کسی وقت اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ کیونکہ ایسا شخص دو رکعتوں پر مامور نہیں ہے۔

غرض تقدس و احترام مسجد کی خاطر باوضو ہو کر مسجد میں داخل ہونا۔ اور باوضو رہنے کی کوشش کرنا افضل ہے۔ ورنہ بے وضو کے لئے عدم جواز کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اصحاب صفہ ؓ مسجد میں ہی سویا کرتے تھے۔

اور جو شخص باہر سے مسجد میں جائے تو چلتے چلتے کسی کو دیکھ کر نکل آئے۔ تو اسے وضو کرنے یا نہ کرنے میں اختیار ہے۔ اگرچہ ابوداؤد کے الفاظ کی رو سے تو یہ گنجائش بھی نہیں ملتی، کیونکہ اس میں ہے:

(ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ لِيَذْهَبْ لِحَاجَتِهِ) (۲۴۵)

''پھر وہ چاہے تو مسجد میں بیٹھا رہے یا اپنے کام سے چلا جائے۔''

لیکن اگر بیٹھنے کا خیال نہیں تو رعایت ہو سکتی ہے۔ البتہ جو مسجد میں جا کر کسی وجہ سے کچھ دیر بیٹھنا چاہے تو افضل و احوط یہی ہے کہ وہ وضو کر کے مسجد میں داخل ہو۔ اس طرح مسجد میں بے وضو داخل ہونے اور مسجد میں داخل ہو کر بے وضو ہو جانے کے مابین فرق بھی ہو جاتا ہے۔ (۲۴۶)

---

(۲۴۵) للتفصیل اعلام الساجد للزرکشی ص ۳۰۱، ۳۰۴ و حاشیہ فتح الباری باشراف شیخ ابن بازؒ ۵۳۹/۱

(۲۴۶) صحیح ابی داؤد ۴۴۳۔ ارواء الغلیل ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں غیر مسلم (مشرک) کا داخل ہونا

یہاں ایک اور بات بھی ذکر کرتے جائیں، کہ ہمارے بعض لوگ کسی غیر مسلم کو کہیں کسی مسجد میں دیکھ لیں تو وہ سخت سیخ پا و برہم ہوتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی انہونی ہوگئی ہے۔ ان کی یہ غیرت دراصل مسئلے سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے، کہ کسی غیر مسلم و مشرک یعنی ہندو سکھ اور عیسائی کے مسجد میں داخل ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ غیر مسلم کو خود نبی اکرم ﷺ کا مسجد میں داخل کرنا ثابت ہے۔

اور رہی یہ بات کہ یہ لوگ نجس ہوتے ہیں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں، لیکن ان کی نجاست حکمی ہوتی ہے، حسی نہیں۔ اور پھر ان کے اہل کتاب یا غیر اہل کتاب ہونے کا بھی کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہر دو کا داخلہ ثابت ہے۔

غرض اس سلسلہ میں جمہور اہل علم کا مسلک تو یہی ہے۔ جو ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ البتہ آئمہ وفقہاء کے اقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ مثلاً احناف تو مشرکین یا کفار کے مسجد میں داخلے کے مطلقاً جواز کے قائل ہے۔ امام مالک فقہاء مالکیہ بعض اہل ظاہر اور شوافع میں سے مزنی مطلقاً ممانعت کے قائل ہیں۔

عام شافعیہ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) اور دیگر مساجد کے مابین فرق کرتے ہیں۔ کہ اس میں کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہوسکتا۔ دوسری مساجد میں کوئی داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ کتابی و غیر کتابی میں فرق ہونا چاہئے۔ کہ جو اہل کتاب میں سے ہو، اس کے داخلے میں مضائقہ نہیں۔ اور غیر اہل کتاب کا داخلہ جائز نہیں ہے۔ (۲۴۷)

جب کہ جواز وعدم جواز اور قائلین فرق وعدم فرق والے اہل علم کے

---

(۲۴۷) فتح الباری ۱/۵۶۰۔ نیل الاوطار ۱/۱/۳۶، ۳۷، طبع [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس دلائل موجود ہیں۔ جن کا جائزہ لیا جائے، تو جمہور اہل علم والا پہلا مسلک یعنی جواز ہی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں اختلاف رائے کا بنیادی سبب غیر مسلم کی نجاست حکمی یا نجاست حسی میں اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں آئمہ وفقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ اور ان میں سے:

مانعین کے دلائل:

امام مالک، فقہاء مالکیہ بعض اہل ظاہر اور شافعیہ میں سے امام مزنی رحمہم اللہ مشرک وغیر مسلم کے مسجد میں داخلے کو جائز نہیں سمجھتے۔ ان کا استدلال ایک تو اس آیت سے ہے۔ جو سورہ توبہ میں آیت نمبر ۲۸ ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾

''اے ایمان والو! مشرکین نجس ہیں۔ اس سال کے بعد دوبارہ وہ کبھی مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔''

اور مشرکین چونکہ بیت اللہ شریف کے حج کے لئے آتے تھے، تو اپنے ساتھ غلہ اور دیگر تجارتی سامان بھی لاتے تھے۔ جس سے اہل مکہ کو بہت فائدہ ہوتا تھا۔ لیکن جب ان کے مسجد حرام کے قریب آنے کی ممانعت کردی گئی تو فطرتی بات تھی کہ مسلمانوں کو ان اشیاء کی قلت کا خدشہ اور فقر وفاقہ کا اندیشہ ہوا تو، ان کے اس وہم کو دور کرنے کے لئے اس آیت کا آخری حصہ بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر تمہیں فقر و تنگدستی کا خدشہ ہے تو (فکر مندمت ہوئیے)
عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے غنی و مالدار کردے گا۔ اللہ
بڑا علم وحکمت والا ہے۔''

اس آیت کے الفاظ:

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ ''کہ مشرکین نجس ہیں۔''

انہیں بنیاد بنا کر کہا گیا ہے، کہ کسی مشرک کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔اور اسی آیت کے ان اوران سے اگلے الفاظ:

﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾

''کہ اس کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''

سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ دیگر مساجد میں داخل ہوں تو ہوں مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں ہرگز جائز نہیں ہے۔

اور مانعین کی دوسری دلیل ایک حدیث کا مفہوم ہے، جو کہ صحیح مسلم و ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد و بعض دیگر کتب حدیث میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ راستہ میں نبی اکرم ﷺ کے روبرو ہوئے۔ لیکن ایک طرف کھسک گئے۔ اور جا کر غسل کیا۔ اور پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میں جنابت سے تھا۔ (مجھ پر غسل فرض ابھی باقی تھا) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(اَلْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ) (۲۴۸) ''مسلمان نجس وناپاک نہیں ہوتا۔''

اور ایسی ہی ایک حدیث صحیحین وسنن اربعہ، مسند احمد اور بعض دیگر کتب میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔اس میں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ مدینہ

(۲۴۸) مسلم مع نووی ۲/۴/۶۷۔ صحیح ابی داؤد ۲۱۱۔ صحیح نسائی ۲۵۸، ۲۵۹۔
المنتقی مع نیل ۱/۱/۳۶، ۱۰۱۔۱۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طیبہ کے راستوں میں سے کسی جگہ میرا سامنا نبی اکرم ﷺ سے ہو گیا۔ لیکن میں چپکے سے نکل گیا۔ جا کر غسل کیا اور پھر حاضر خدمت ہوا، تو آپ ﷺ نے پوچھا:

(اَیْنَ کُنْتَ یَا اَبَا هُرَیْرَة ....؟)

''اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم کہاں تھے۔''

تو میں نے عرض کیا

(کُنْتُ جُنُبًا فَکَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَکَ وَاَنَا عَلٰی غَیْرِ طَهَارَةٍ)

''میں جنابت سے تھا، اور مجھے اچھا نہیں لگا کہ میں پاک ہوئے بغیر آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھوں۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ) (۲۴۹)

''اللہ پاک ہے، بے شک مومن نجس اور ناپاک نہیں ہوتا۔''

ان احادیث کا منطوق تو یہ ہے کہ مومن و مسلم ناپاک نہیں ہوتا، جبکہ ان کا مفہوم مخالف یہ بھی بنتا ہے، کہ غیر مسلم نجس ہوتا ہے۔ اسی مفہوم مخالف کو دلیل بنا کر مالکیہ وغیرہ نے کافر و مشرک کے مسجد میں داخل ہونے کو منع قرار دیا ہے۔

ایسے ہی ان کی چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جس میں بنی ثقیف کے وفد کی آمد کا ذکر ہے۔ انہیں جب نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں بٹھایا تھا، تو صحابہ کرام کو تعجب ہوا تو انہوں نے کہا:

(قَوْمٌ اَنْجَاسٌ) (۲۵۰) ''یہ تو نجس لوگ ہیں۔''

صحابہ کرام کے ان الفاظ سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے

(۲٤۹) بخاری ۲۸۵۔ مسلم مع نووی ۲/٤/٦٧۔ صحیح ابی داؤد ۲۱۲۔
صحیح ترمذی ۱۰۵۔ صحیح نسائی ۲٦۰۔ ابن ماجه ۵۳٤

(۲۵۰) نیل الاوطار ۱/۱/۲۰، طبع دار التراث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس استدلال کا جواب۔ خود اسی حدیث میں ہی موجود ہے۔ جسے ہم آگے چل کر ذکر کرنے والے ہیں۔

اور وہ ایک اور حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، جو بخاری ومسلم، ابوداؤدوترمذی، مسند احمد میں حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ اور انہی کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ وَجَدْتُمْ غَیْرَهَا فَلاَ تَاْکُلُوْا فِیْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَ کُلُوْا فِیْهَا)) (۲۵۱)

"اگر تمہیں دوسرے برتن مل سکتے ہوں، تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ۔ اور اگر تمہیں دوسرے برتن نہ ملیں تو انہی کے برتنوں کو دھولو اور ان میں کھاپی لو۔"

ابوداؤد اور مسند احمد میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا:

((اِنَّهُمْ یَاْکُلُوْنَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَیَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ)) (۲۵۲)

"کہ وہ لوگ خنزیر کھاتے، اور شراب پیتے ہیں۔"

ان کے نزدیک برتنوں کو دھونے کا حکم دیا جانا۔ ان کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ

---

(۲۵۱) بخاری ۵۴۷۸، ۵۴۸۸، ۵۴۹۶۔ مسلم مع نووی ۷/۱۳/۷۹۔
صحیح ابی داؤد ۲۵۲ ۳۔ صحیح ترمذی ۱۲۶۵۔ ابن ماجہ ۳۲۰۷۔
مسند احمد ۱۹۳/۴، ۱۹۵۔ المنتقی ۱/۱/۱۰۱

(۲۵۲) صحیح ابی داؤد ۳۲۵۲۔ مسند احمد ۱۹۳/۴، ۱۹۵۔ المنتقی ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلین جواز کا مانعین کو جواب اور دلائل جواز:

جمہور اہل علم جو غیر مسلم کے مسجد میں داخلے کا کوئی حرج نہیں سمجھتے، وہ ان مانعین کا یہ جواب دیتے ہیں، کہ

① پہلی بات تو یہ ہے کہ مشرک کی نجاست سے مراد یہ ہے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے اور حکماً نجس ہے۔ حسی طور پر یا جسمانی طور پر نجس و ناپاک نہیں ہے۔ اور آیت کی اس تاویل کے صحیح ہونے کے لئے ان کی دلیل یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کے شروع میں اور خاص کر اس کی پانچویں آیت میں جن عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ ان کا تذکرہ کیا ہے، اور فرمایا ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

''اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ (تمہارے لئے حلال ہیں۔)''

تو اہل کتاب کی عورتوں کا مسلمانوں کے لئے اپنے نکاح میں لینا مباح کہا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان سے نکاح کر کے یہ تو ناممکن ہے، کہ ایسی عورت کے شوہر کو اس کا پسینہ کبھی نہ لگے گا۔ لیکن اس کے باوجود ایسا کوئی حکم نہیں، کہ ایسی عورت کا شوہر محض اس کا پسینہ لگنے سے ہی غسل کرتا پھرے۔ بلکہ اس کے شوہر کو بھی انہی اسباب پر غسل کا حکم ہے۔ جن پر ایک مسلمان عورت کے شوہر کو ہے۔

تو معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا پسینہ وغیرہ نجس نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ خود نجس العین ہے۔ بلکہ ان کی نجاست حکمی ہے، حسی نہیں۔ اور یہی بات مسلمانوں کیلئے اہل کتاب کے کھانے کے حلال ہونے سے بھی اخذ کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔''

اور جب ان کی عورتیں حلال ہیں، اور کھانا حلال ہے۔تو پھر وہ خود نجس العین کیسے ہو سکتے ہیں؟ بلکہ ان کی نجاست حکمی ہے، حسی نہیں۔اور یہی جواب کہ مشرکین نجس و ناپاک تو ہیں، لیکن ان کی نجاست حکمی ہے، حسی نہیں۔ ان کی دوسری اور تیسری دلیل والی دونوں احادیث کا بھی ہے۔

② اب رہا معاملہ وفد ثقیف کو نبی اکرم ﷺ کے مسجد میں بٹھانے کا تو وہ واقعہ مانعین کے حق میں نہیں۔ بلکہ ان کے خلاف جاتا ہے۔کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی مسجد میں بٹھایا ہے۔تو تعجب کیا اور کہا:

(قَوْمٌ اَنْجَاسٌ) ''یہ نجس لوگ ہیں۔''

اگر یہ بات یہیں پر ختم ہو جاتی، تو پھر واقعی مانعین کی کوئی بات بن جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

(اِنَّمَا اَنْجَاسُ الْقَوْمِ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ) (۲۵۳)

''ان کی نجاست کا وبال ان کی اپنی جانوں پر ہے۔''

آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کے یہ الفاظ اس کی صریح دلیل ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے ان سے حسی نجاست کی نفی فرما دی، جو کہ محل نزاع ہے۔اور واضح فرمادیا کہ ان کی نجاست حکمی و معنوی ہے۔یعنی عقیدے کی نجاست ہے، حسی اور جسمانی نجاست نہیں۔

③ اور رہا کفار و مشرکین کے برتنوں کے دھونے کے حکم نبوی سے مانعین کا یہ استدلال کرنا۔ کہ وہ نجس ہیں لہٰذا ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔تو قائلین جواز ان کی اس دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں۔

---

(۲۵۳) بحوالہ نیل الاوطار ۱/۱/۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب کے علاقہ میں رہنے والے صحابہ کو ان کے برتن دھو کر استعمال کرنے کا حکم اس لئے نہیں فرمایا تھا۔ کہ وہ برتن ان کی رطوبتوں سے نہیں بچ پاتے۔ اور نہ ہی اس لئے کہ وہ نجس عین ہیں۔ لہٰذا ان کی رطوبت بھی نجس ہے۔ اور ان کے برتن ناپاک ہیں۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا ہو کہ ان کے استعمال شدہ یا جھوٹھے برتنوں کو دھولیا کرو، ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے برتنوں کو استعمال کرنے کیلئے انہیں دھونے کا حکم اس بناء پر فرمایا تھا کہ وہ لوگ اپنے برتنوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے اور شراب پیتے تھے۔ جیسا کہ ابو داؤد اور مسند احمد کی روایت میں اس صحابی کے بیان سے واضح ہے:

(اِنَّا اَرْضُنَا اَرْضُ اَهْلِ الْكِتَابِ وَاِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ فَكَيْفَ نَصْنَعُ بِاٰنِيَتِهِمْ وَ قُدُوْرِهِمْ) (۲۵۴)

''ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں، اور وہ لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں، اور شراب پیتے ہیں۔ ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کو کس طرح استعمال میں لایا کریں۔''

تو گویا ان کے برتنوں کو دھونے کا حکم ان لوگوں کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ان کے نجس و حرام اشیاء کھانے پینے کی وجہ سے تھا۔ تا کہ ان کے برتنوں سے ان حرام اشیاء کے اثرات کو دھو کر زائل کرلیا جائے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابوداؤد و مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہوتے تھے۔ اور مشرکین کے برتن و مشکیزے پاتے اور انہیں اپنے استعمال میں لاتے تھے۔

---

(۲۵٤) صحیح ابی داؤد حدیث ۳۲۵۲۔ مسند احمد ۱۹۳/٤، ۱۹۵۔ المنتقیٰ ۱۰۱/۱/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وَلَا يَعِيبُ ذَالِكَ عَلَيهِم) (۲۵۵)

''اور نبی اکرم ﷺ یہ بات ہمارے لئے معیوب قرار نہیں دیتے تھے۔''

اس سے بھی پتہ چلتا ہے، کہ مشرکین نجس العین نہیں ہوتے کہ ان کا مسجد میں داخلہ ناجائز ہو اور پھر اگر ان کے برتنوں کو دھونے کا حکم ان لوگوں کے نجس العین ہونے کی وجہ سے ہوتا، تو پھر آپ ﷺ ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کے عدم وجود کی شرط عائد نہ فرماتے۔ یعنی (اِن لَم تَجِدُوا غَيرَهَا) نہ فرماتے۔ کہ اگر تمہیں دوسرے برتن نہ ملیں تب ان کے برتنوں کو دھو کر استعمال کر لو۔ کیونکہ نجاست نہ لگے برتن، اور نجاست زائل کر کے پاک کئے گئے برتن میں باہم کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ وہ پاک ہے اور یہ پاک کر لیا گیا ہے۔ پھر ان کے برتنوں کے سوا کسی دوسرے برتن کے عدم وجود کا کیا معنی ہوا۔

یہ دراصل ان سے نفرت دلانے کے لئے تھا۔ کہ وہ عقیدتاً اور معنوی طور پر ناپاک و نجس ہیں۔ نہ یہ کہ وہ جسماً اور حسی طور پر ناپاک و نجس ہیں۔ (۲۵۶)

④ اور مانعین کی طرف سے جو سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ کے الفاظ:

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾

اور ایسے ہی ارشاد نبوی:

(اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ)

''کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔''

اور سبحان اللہ:

(اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ)

''کہ مومن نجس نہیں ہوتا۔''

---

(۲۵۵) صحیح ابی داؤد ۳۲۵۱ و المنتقیٰ ایضاً

(۲۵۶) فتح الباری ۹/۵۲۱ و نیل الاوطار ۱/۱/۱۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مفہوم مخالف سے جو استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ کافر ومشرک نجس ہیں، تو مسجد میں کافر ومشرک کے داخلے کو جائز قرار دینے والے اس کا چوتھا جواب یہ بھی دیتے ہیں۔ کہ یہ لوگوں کے دلوں میں ان سے نفرت پیدا کرنے اور ان کی اہانت واضح کرنے کے لیئے ہے۔ نہ کہ ان کے نجس العین ہونے کی وجہ سے اور اس کے ان سے نفرت واہانت کیلیئے ہونے کا قرینہ بھی موجود ہے۔ جو کئی ایک احادیث و واقعات سے ظاہر ہے۔ مثلاً

اولاً: صحیح بخاری و مسلم و دیگر کتب حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مذکور ہے:

(اِنَّهُ تَوَضَّاَ مِنْ مَزَادَةِ مُشْرِكَةٍ) (۲۵۷)

''آپ ﷺ نے مشرکہ عورت کے مشکیزے سے وضو فرمایا۔''

ثانیاً: ایسے ہی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق و شافعی، سنن کبریٰ، بیہقی میں موصولاً مروی ہے کہ:

(اِنَّهُ تَوَضَّاَ مِنْ جَدَّةِ نَصْرَانِيَّةٍ) (۲۵۸)

''انہوں نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا۔''

ثالثاً: ابوداؤد و مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے بلاد نصاریٰ سے لایا گیا پنیر تناول فرمایا۔ (۲۵۹)

رابعاً: مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

---

(۲۵۷) بخاری ۳۴۴۔ مسلم مع نووی ۱۹۰/۵/۳، ۱۹۱۔ المنتقیٰ مع نیل ۱۰۲/۱/۱

(۲۵۸) بخاری مع الفتح ۲۶۸/۱، ۲۹۹

(۲۵۹) نیل الاوطار ۳۷/۱/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اِنَّ يَهُوْدِيَّةً دَعَا النَّبِيَّ ﷺ اِلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ فَاَجَابَهُ) (۲۶۰)

''ایک یہودیہ عورت نے نبی اکرم ﷺ کو جو کی روٹی اور متغیر ہوا والے چکنے سالن (چربی) کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے اس کی دعوت قبول فرمائی۔''

خامساً : واقعہ مشہور ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کی ایک یہودیہ عورت کی بکری کا گوشت کھایا، جو اس نے آپ ﷺ کو ہدیۃً دی تھی۔ (۲۶۱)

سادساً: اہل کتاب عورت سے شادی ومباشرت کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔

سابعاً: اہل کتاب کے کھانے کو مسلمانوں کے لئے حلال قرار دینا۔ جیسا کہ ان دونوں کی حلت کا ذکر سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵ کے حوالے سے گزرا ہے۔

ثامناً : اور صحیح بخاری ومسلم اور ابن خزیمہ سمیت دیگر کتب حدیث میں ملک یمامہ کے حاکم اور قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ کہ انہیں مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ تین دن باندھے رکھا گیا۔ (۲۶۲)

یہ تمام حدیث وواقعات اس بات کا قرینہ ہیں، کہ جن آیات واحادیث میں کفار ومشرکین کو نجس کہا گیا ہے۔ ان سے معنوی یا عقیدے کی نجاست مراد ہے۔ ان سے ترک موالاۃ کرانا اور نفرت دلانا مقصود ہے۔ نہ یہ کہ وہ حسی وجسمانی طور پر نجس ہیں۔

---

(۲۶۰) المنتقی ۱/۱/۱۰۰

(۲۶۱) نیل الاوطار ۱/۱/۳۷۔ بخاری حدیث ۴۲۴۹۔ فتح الباری ۷/۵۶۹، طبع دار الریان

(۲۶۲) بخاری ۴۶۸، ۴۶۹۔ مسلم ۶/۱۲/۸۷، ۸۹۔ صحیح ابی داؤد ۲۳۳۱۔ صحیح نسائی ۶۸۸

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں عدم فرق:

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کا اس معاملے میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ وہ دونوں یکساں ہیں کیونکہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے نہیں تھے، بلکہ (اس وقت) ایک عام غیر مسلم مشرک تھے۔ (۲۶۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باقاعدہ ایک باب باندھا ہے:

(بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ)

''مسجد میں مشرک کے داخلے کا بیان''

اور اس باب کے تحت وہ ثمامہ بن اثال والی حدیث ہی لائے ہیں۔ جس سے ان کے رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی غیر مسلم یعنی کافر و مشرک، اہل کتاب و غیر اہل کتاب مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے جمہور علماء، سلف و خلف سے نقل کیا ہے۔ کہ کافر نجس العین نہیں ہے۔ اور العزبن عبدالسلام المعروف بائع الملوک کا بھی یہی قول ہے۔ (۲۶۴)

اور مقبلی نے ''المنار'' میں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ ﴿انما المشرکون نجس﴾ سے کفار کی نجاست پر استدلال کو وہم سے تعبیر کیا ہے۔ اور آگے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو ایک نو ایجاد اصلاح پر محمول کرنے والی بات ہے۔ لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ نے ان کی اس بات پر کچھ اختلاف کیا ہے۔ بالکل موافقت نہیں کی۔ (۲۶۵)

---

(۲۶۳) فتح الباری ۱۰/ ۵۶۰

(۲۶۴) نیل الاوطار ۱/۱/ ۱۰۱ و ۱/۱/ ۳۸

(۲۶۵) حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کا اختلاف یا عدم موافقت صرف علت یا سبب سے متعلق ہے۔ ورنہ اصل مسئلے میں وہ خود بھی جمہور علماء کے ساتھ، بلکہ ان کے زبردست حامی اور کفار کے نجس نہ ہونے کے قائل ہیں۔

اور امام خطابی رحمہ اللہ نے معالم السنن میں مشرک کے دخول مسجد کے جواز کو اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ وہ بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔ مثلاً اس کا کوئی قرض دار مسجد میں ہو اور باہر نہ نکل رہا ہو تو وہ اندر جا سکتا ہے۔ ایسے ہی اگر اس نے کوئی کیس قاضی کی عدالت میں دائر کروانا ہو، اور قاضی مسجد میں بیٹھا ہو تو اس کے لئے جائز ہے۔ کہ اپنا حق ثابت کرنے کے لئے مسجد میں چلا جائے۔ اور ایسے دیگر امور کے لئے بھی اس کا مسجد میں داخلہ جائز ہے۔ (۲۶۶)

اور امام خطابی رحمہ اللہ نے یہ بات ابو داؤد کی اس حدیث کی شرح کے وقت لکھی ہے جو بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ ایک آدمی (جو کہ مشرک وغیر مسلم تھا) اپنے اونٹ پر سوار مسجد نبوی میں آیا۔ اور اپنا اونٹ بٹھا کر پوچھتا ہے، کہ تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہے؟ جب کہ آپ ﷺ صحابہ کے مابین ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے اس آدمی سے کہا:

(هٰذَا الْاَ بْيَضُ الْمُتَّكِيُ) (۲۶۷)

''یہی گورے رنگ والے جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔''

یہی یا ایسی ہی اور حسن درجہ کی سند والی حدیث بھی ابو داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (۲۶۸)

جب کہ اسی باب میں ایک تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی

---

(۲۶۶) معالم السنن ۱/۱/۱۲۵، طبع دار الکتب العلمیة بیروت

(۲۶۷) ابو داؤد مع معالم السنن ۱/۱/۱۲۵۔ صحیح ابی داؤد ۱/۹۶

(۲۶۸) صحیح ابی داؤد ۱/۹۶، ۹۷۔ ابو داؤد مع العون ۲/۱۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جس میں یہودیوں کے مسجد میں آنے کا ذکر ہے۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔لیکن وہ ضعیف حدیث ہے۔ (۲۶۹)

البتہ نفس مسئلہ چونکہ دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی ضرورت ہی کیا ہے؟ محض اس کے ضعف کو واضح کرنا مقصود ہے۔

اب رہا مسئلہ کفار ومشرکین اور یہود وہنود یا نصاریٰ اور سکھوں کے تعمیر مسجد میں حصہ لینے اور کام کرنے کا تو معاملہ یہ بھی وہی ہے۔ کہ جب تیار شدہ مسجد میں ان کا داخلہ جائز ہے،تو پھر زیر تعمیر مسجد میں کیونکر ممنوع ہوگا؟

البتہ اتنا ضرور ہے کہ مسؤلین یا انتظامیہ کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں کافی حزم واحتیاط سے کام لیں۔ اور اسی بات کو ترجیح دیں کہ کسی ایسے کنٹریکٹر کو کام دیں، جو خود بھی مسلم ہو، جس کی لیبر بھی مسلمانوں پر مشتمل ہو یا کم ازکم تعمیر مسجد کے لئے مسلمان ہوں، خصوصاً انجینئر وغیرہ، نگرانی کرنے والے تو ضرور ہی مسلمان ہوں۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے۔

اوراس کی زندہ مثال بھی متحدہ عرب امارات کے شہر میں بنائی گئی ایک بہت بڑی جامع مسجد کی شکل موجود ہے۔ جسے کسی متعصب غیر مسلم نے اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا۔ تو اس نے اس مسجد کے بڑے ہال پر بنے ہوئے اور دوسرے چھوٹے گنبدوں میں ایسے خبث باطن کا اظہار کیا ہے، کہ سورج موجود ہو تو آپ مسجد کے چاروں طرف جدھر بھی گزریں مسجد کے گنبد کی گولائی اور پینٹنگ ایسی کی ہے کہ سورج کی روشنی سے اس پر عیسائیوں کا مذہبی شعار صلیب یعنی سولی یا کراس بنا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کی ایسی شیطنت سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کو تعمیر مسجد سے دور ہی رکھنا چاہئے۔

---

(۲۶۹) ضعیف ابی داؤد ص ۴۵، طبع المکتب الاسلامی بیروت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں رہائش

اس سلسلہ میں ہمارے استاذ گرامی مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور) کا فتویٰ ''الاعتصام'' میں شائع ہوا ہے۔ جسے یہاں افادہ عام کے لئے نقل مع الاستفتاء نقل کیا جارہا ہے۔

سوال:

ایک صاحب نے اپنے مکان کے ساتھ والی جگہ مسجد کے لئے وقف کی اور دوسرے صاحب کو اس مسجد کی تعمیر کیلئے چندہ اکٹھا کرنے کو کہا۔ دوسرے صاحب نے مختلف علاقوں میں جا کر چندہ اکٹھا کیا۔ اور وہاں دو منزلہ مسجد تعمیر کروائی۔ ان دو منزلوں کے درمیان ایک گیلری بھی بنوائی۔ نیچے والی جگہ اور گیلری مرد حضرات کے لئے اور دوسری منزل عورتوں کے لئے تھی یہ آدمی پہلے کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ اس نے دوسری منزل میں جہاں عورتیں نماز ادا کرتی تھیں۔ انتظامیہ کے افراد کی منت سماجت کر کے دو کمرے بنوائے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ پانچ سال سے وہاں رہائش پذیر ہے۔

ان صاحب کا مسجد سے آدھ فرلانگ دور اپنا ذاتی مکان ہے۔ (جو کہ کچھ عرصہ ہوا تعمیر کروایا ہے۔) یہ چار مرلہ کا مکان ہے۔ اس میں ہر قسم کی سہولت موجود ہے۔ لیکن وہ وہاں جانے کا نام نہیں لیتا۔ اکثر لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں، تو وہ دلیل میں مسجد کی خدمت کرنے کا بہانہ تراشتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میرے سوا کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ امامت نماز جو صاحب کرواتے ہیں، ان کا بھی مسجد کے محراب کے ساتھ (پہلی ہی منزل پر) کمرہ ہے۔ جہاں امام مسجد رہائش پذیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے علاوہ بجلی پانی اور سوئی گیس کے کنکشن بھی اکٹھے ہیں۔اور وہ بل مسجد کے چندے سے ادا ہوتے ہیں۔جس سے مسجد کا خرچہ زیادہ ہوگیا ہے۔اس اکٹھے کنکشن پر اعتراض میں وہ پھر خدمت والی دلیل پیش کرتا ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی کے مطابق آپ یہ بتائیں۔کہ کیا ایسا شخص مسجد کی دوسری منزل پر گھر بنا سکتا ہے۔یا مسجد میں کوئی اپنے اہل خانہ کے ساتھ بغیر کسی مجبوری یا ویسے ہی رہائش رکھ سکتا ہے۔جس میں لیٹرین بھی شامل ہوتی ہے۔

(ایک سائل)

الجواب بعون الوہاب:

اسلام میں مسجدوں کی طہارت وصفائی کے بارے میں۔چونکہ سخت تاکید کی گئی ہے۔اس لئے ان میں ایسا کوئی فعل نہیں ہونا چاہئے۔جو ان کی عظمت اور آداب واکرام کے منافی ہو یا ان کی شان میں تحقیر وتذلیل کے پہلو کی نشاندہی کرتا ہے۔صحیح مسلم میں حدیث ہے:

(إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ وَإِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ قِرَأةِ الْقُرْآنِ) (٢٧٠)

"یعنی مسجدوں میں بول و براز اور نجاست وغیرہ کا پھیلانا درست نہیں، یہ تو محض اللہ کی یاد اور قرآن کی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہیں۔"

اس بناء پر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وَ يُكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْمَسَاجِدَ مَقْعَدَ الْحِرْفَةِ كَالْخِيَاطَةِ وَنَحْوِهَا) (٢٧١)

(٢٧٠) مسلم ـ مختصر مسلم مع للمنذری حدیث ١٨٦

(٢٧١) المجموع ١٩٢/٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی مسجد کو باقاعدہ پیشہ سلائی وغیرہ کے لئے اڈا بنالینا، غیر درست ہے۔''

البتہ اتفاقی امر کا کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو آدمیوں کو مسجد الرسول میں آوازیں لگاتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا:

(لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَاَوْجَعْتُكُمَا)

''یعنی اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو اس فعل کے ارتکاب پر میں تمہیں سزا دیتا۔''

نیز احترام مسجد کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی ایک جانب مجلس بنوائی تھی اس کا نام بطیحا رکھا ہوا تھا۔ جو گفتگو کرنا چاہتا یا قصیدہ گوئی کا عزم کرتا، یا رفع صوت کا محتاج ہوتا، اسے وہاں بھیج دیا کرتے تھے۔ (۲۷۲)

اور صحیح مسلم میں ہے، جس نے کسی شخص کو سنا کہ وہ گمشدہ جانور مسجد میں تلاش کر رہا ہے۔ تو جواباً کہنا چاہئے:

''اللہ کرے تجھے یہ جانور نہ مل سکے۔''

(لِاَنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا) (۲۷۳)

''یعنی مسجدیں اس غرض کے لئے تو نہیں بنی ہوئیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

(لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا يُسْتَقَادُ فِيْهَا) (۲۷۴)

''یعنی مسجد میں نہ حد قائم کی جائے اور نہ قصاص لیا جائے۔''

حدیث ہٰذا شواہد کی بناء پر ثابت وقوی ہے۔ (۲۷۵)

---

(۲۷۲) رواہ المالك والبيهقي

(۲۷۳) مسلم مع نووی ۵۴/۵/۳

(۲۷٤) رواہ احمد و ابو داؤد ۔ دار قطنی ۔ صحیح الترمذی ۱۱۳۰ ۔ ابن ماجه ۲۵۹۹ ۔ مستدرك حاكم ٣٦٠/٤، دار قطنی ١٨٤

(۲۷۵) المشكوة للالبانی ۲۲۹/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آداب مسجد کے پیش نظر ہی آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے تمام دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے، بند کروادیئے۔ ماسوائے استثنائی صورت کے حافظ ابن حجرؒ زیر حدیث فرماتے ہیں:

(وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ تُصَانُ عَنِ التَّطَرُّقِ اِلَيْهَا لِغَيْرِ ضُرُوْرَةٍ مُهِمَّةٍ) (۲۷۶)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں بلاتردد یہ کہا جا سکتا ہے، کہ مسجد میں رہائش کی صورت میں کئی ایک مسائل کا سامنا کرنے کے علاوہ بے شمار پیش آمدہ ضروریات زندگی سے محفوظ ومصوّن نہیں رہا جا سکتا۔ جس سے مسجد کی صیانت وکرامت کا مجروح ہونا ایک یقینی امر ہے۔ لہٰذا مسجد کی خدمت کو بہانہ بنا کر شرف مسجد کو پامال کرنا درست فکر نہیں۔ مسجد کی خدمت باہر رہ کر بھی بطریق احسن سرانجام دی جا سکتی ہے۔ اس میں کون سی شے مانع ہے۔ لہٰذا سوال میں مذکور اشخاص کو مسجد سے علیحدہ مسکن اختیار کرنا چاہیے۔ یا مسجد سے ملحق ایسی جگہ جس سے احترام مسجد میں فرق نہ آئے۔

بالخصوص صاحب ملک کو اپنے مکان کی آبادکاری پر توجہ دینی چاہیے تاکہ اللہ کی عطا کردہ نعمت سے کما حقہ مستفید ہو سکے۔ باقی رہا بلوں کا معاملہ تو وہ بجلی میں اشتراک کی صورت میں انتظامیہ کی رضامندی سے طے پا سکتا ہے۔ جس پر طرفین کا اتفاق ہو۔ اس کے مطابق عمل ہوگا۔ (۲۷۷)

(۲۷۶) فتح الباری جلد ۷، ص ۱۵

(۲۷۷) "الاعتصام" جلد ٤٤ شمارہ ۲۰ بابت ماہ ۱۲ ذوالقعدہ ۱٤۱۲ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۹۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں قضاء ولعان

غیر مسلموں کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز کا تذکرہ کرتے ہوئے، امام خطابی رحمہ اللہ کی معالم السنن شرح ابو داؤد سے ہم ایک اقتباس ذکر کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے مشرک کے بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہونے کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ غیر مسلم و مشرک نے کوئی کیس قاضی کی عدالت میں دائر کروانا ہو، اور قاضی مسجد میں بیٹھا ہو، تو اس مشرک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے حق کو ثابت کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہو۔

اور امام خطابی رحمہ اللہ کی اس بات پر بادی النظر میں کچھ تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہی کیا ضروری ہے، کہ وہ مسجد میں جا کر ہی قاضی کے سامنے اپنا مسئلہ رکھ دے۔ وہ تھوڑا انتظار بھی کر سکتا ہے۔ کہ قاضی صاحب مسجد سے نکل آئیں اور جہاں کچہری لگا کر بیٹھیں وہاں وہ اپنا کیس پیش کرے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تعجب والی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ سلف صالحین کے عہد میں قاضی حضرات مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے۔ اور یہ جائز بھی ہے۔

البتہ نفاذ حدود کے لئے مجرم کو مسجد سے نکال لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح بخاری **کتاب الاحکام باب من حکم فی المسجد** میں حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں۔

(اَتَی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَلَمَّا شَھِدَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَرْبَعًا قَالَ اَبِکَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا قَالَ اِذْھَبُوْا بِہٖ فَارْجُمُوْہُ) (۲۷۸)

(۲۷۸) بخاری مع الفتح ۱۳/۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا، اور آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ ﷺ کو پکار کر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ اور جب یکے بعد دیگرے وہ چار مرتبہ اقبال جرم کر چکا، تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم پاگل تو نہیں ہو؟ اس نے کہا نہیں تب آپ ﷺ نے فرمایا: اسے باہر لے جا کر سنگسار کر دو۔''

کتاب الحدود باب رجم المحصن میں اس حدیث کے آخری الفاظ ہیں:

(وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ) (۲۷۹)

''اور وہ شادی شدہ ہو چکا تھا۔''

اور کتاب الحدود ہی میں **باب لا یرجم المجنون و المجنونہ** میں اس حدیث میں یہ بھی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے پوچھا تم پاگل تو نہیں ہو، اور پھر دوسرا سوال یہ بھی فرمایا:

(فَهَلْ أَحْصَنْتَ) ''کیا تم نے شادی کی ہے۔''

تو اس نے کہا:

(نَعَمْ) ''ہاں''

تب نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا۔ کہ اسے باہر لے جا کر رجم یعنی سنگسار کر دو۔ (۲۸۰)

یہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ جسے متعدد صحابہ کرامؓ نے بیان کیا ہے۔ اور یہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے خود حاضر ہو کر اقبال جرم کیا، عذاب

(۲۷۹) بخاری مع الفتح ۱۱۷/۱۲

(۲۸۰) بخاری مع الفتح ۱۲۰/۱۲، ۱۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت کے خوف سے ۔ اور نبی اکرم ﷺ کی تربیت کے نتیجے میں دنیا میں ہی سزا بھگت لینے کو ترجیح دیتے ہوئے عرض کیا:

(طَهِّرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ)

''اے اللہ کے رسول ﷺ (مجھ پر حد نافذ کر کے) مجھے پاک کر دیجئے ۔''

واقعہ میں یہ بھی ہے، کہ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے شراب تو نہیں پی رکھی ؟ اس نے کہا نہیں ۔ اور ایک آدمی نے اٹھ کر منہ کے قریب سے سونگھ کر تصدیق بھی کی اور یہ بھی پوچھا کہ ممکن ہے، تم نے محض بوس و کنار کیا ہو؟ اس نے کہا نہیں ۔ اور ساتھ سونے اور مباشرت و جماع کی تمام تفصیلات کا اعتراف بھی اس کی زبانی کروالیا تھا۔ تاکہ کہیں کسی غلط فہمی میں اتنی بڑی سزا نہ دے دی جائے ۔ (۲۸۱)

مسجد میں قضاء یعنی قاضی کا فیصلے صادر کرنا، اور کیس کی تحقیق و تفتیش کرنا۔ اس حدیث کے علاوہ بعض دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے ۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب **الطلاق باب اللعان** اور **کتاب الاحکام باب من قضیٰ ولاعن فی المسجد** میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(اِنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَرَاَیْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ اِمْرَأَتِهٖ رَجُلاً اَیَقْتُلُهٗ ؟ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ کَیْفَ یَفْعَلُ ؟)

''انصار میں سے ایک صحابی (حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو دیکھے ۔ تو کیا وہ اسے قتل کر دے ۔ تو پھر آپ ﷺ اسے قتل کر دیں گے ۔ یا پھر وہ کیا کرے؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۲۸۱) اس قضیہ کی تفصیل کتب حدیث و شروح حدیث خصوصاً فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۲۰ تا ۱۲۸، اور دیگر مقامات پر دیکھی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا)
''اللہ نے تمہارے اور تمہاری عورت کے بارے میں حکم نازل فرمادیا ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ''

حضرت سہل فرماتے ہیں، کہ پھر ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے (مسجد میں ہی) لعان کیا اور میں دیگر صحابہ کے ساتھ وہیں موجود تھا۔ (۲۸۲)

لعان:

لعان کیا ہوتا ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی پر بدچلنی کا الزام لگائے۔ اور بدکاری پر گواہیاں نہ ہوں تو وہ دونوں اپنے سچے ہونے کی چار چار قسمیں کھاتے ہیں۔ اور جھوٹے ہونے کی شکل میں اپنے پر لعنت کی پانچویں مرتبہ بددعا کرتے ہیں۔ جسے لعان کہا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی طلاق ہو جاتی ہے۔ (اس تفصیل کا موقعہ نہیں)

ہاں اس کے احکام کی تفصیلات کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری مع الفتح کتاب الطلاق، باب اللعان جلد نہم ص ۴۳۸، ۴۶۴ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اس مذکورہ حدیث سے بھی نبی اکرم ﷺ کا مسجد میں فیصلہ صادر فرمانا ثابت ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں تعلیقاً مروی ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں ان کے لعان کروانے کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ باب من قضیٰ و لاعن فی المسجد میں فرماتے ہیں:

---

(۲۸۲) بخاری ۴۴۶/۹، ۴۵۲ و ۱۵۴/۱۳

(۲۸۳) بخاری ۱۵۴/۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وَلاَ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم) (۲۸۳)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول کے پاس کھڑے کر کے لعان کروایا۔''

اور تاریخ اسلام کے معروف قاضی شریح کے بارے میں بھی صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف ابن ابی شیبہ و طبقات ابن سعد میں موصولاً مروی ہے۔ ابو خالد بیان کرتے ہیں کہ:

(رَأَيْتُ شُرَيْحًا يَقْضِيْ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلَيْهِ بَرْنَسٌ مِنْ خَزٍّ) (۲۸۴)

''میں نے قاضی شریح کو دیکھا کہ وہ مسجد میں فیصلے کیا کرتے تھے۔ اور وہ اون و ریشم سے بنی لمبی ٹوپی پہنے ہوتے تھے۔''

اور مصنف عبد الرزاق میں حکم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں:

(رَأَيْتُ شُرَيْحًا يَقْضِيْ فِي الْمَسْجِدِ) (۲۸۵)

''میں نے قاضی شریح کو مسجد میں فیصلے کرتے دیکھا ہے۔''

امام یحیٰی بن یعمر رحمہ اللہ کے بارے میں صحیح بخاری میں معلقاً اور مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً مروی ہے۔ عبد الرحمٰن بن قیس کہتے ہیں:

(رَأَيْتُ يَحْيَىٰ بْنَ يَعْمَرَ يَقْضِيْ فِي الْمَسْجِدِ) (۲۸۶)

''میں نے یحیٰی بن یعمر کو دیکھا ہے کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے۔''

اور امام شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے ایک ترجمۃ

(۲۸٤) بخاری ۱۳/۱۵٤، ۱۵۵

(۲۸۵) بحوالہ فتح الباری ۱۳/۱۵۵

(۲۸٦) حوالہ بالا بخاری و فتح الباری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الباب میں تعلیقاً لکھا ہے:

(وَقَضَى الشَّعْبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ) (۲۸۷)

''امام شعبیؒ نے مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کیے۔''

اور امام شعبی رحمہ اللہ کے اس اثر کو جامع سفیان میں سعید بن عبد الرحمٰن مخزومی نے عبداللہ بن شبرمہ کے طریق سے موصولاً بھی بیان کیا ہے۔ جس میں ہے:

(رَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ جَلَدَ يَهُودِيًّا فِي قَرْيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ) (۲۸۸)

''میں نے امام شعبی رحمہ اللہ کو ایک گاؤں کی مسجد میں ایک یہودی کو کوڑے مرواتے دیکھا ہے۔''

اور مصنف عبد الرزاق میں بھی یہ اثر سفیان کے حوالے سے موصولاً مروی ہے۔ (۲۸۹)

اور کرابیسی نے ابو زناد کے طریق سے ادب القضاء میں روایت کیا ہے، کہ سعد بن ابراہیم، ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور ان کے بیٹے اور محمد بن صفوان اور محمد بن مصعب بن شرجیل مسجد نبوی میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے اور بھی بہت سے قضاۃ کے مسجد میں فیصلہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲۹۰)

اور صحیح بخاری میں تعلیقاً، لیکن موطا امام مالک میں موصولاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مطیع کے معاملہ میں مروان بن حکم کا فیصلہ بھی ہے۔

---

(۲۸۷) حوالہ بالا بخاری و فتح الباری

(۲۸۸) فتح الباری ایضاً

(۲۸۹) فتح الباری ایضاً

(۲۹۰) فتح الباری ۱۳/۱۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں مروان نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ حضرت زید منبر رسول ﷺ کے پاس یا اس کے اوپر چڑھ کر قسم کھائیں، لیکن انہوں نے اس سے انکار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی قسم کھانے پر اصرار کیا تھا۔ (۲۹۱)

ان تمام احادیث و آثار سے امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد میں فیصلہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ جبکہ بعض دیگر آثار ایسے بھی ہیں۔ جن میں سے مسجد کے ہال سے باہر (مسجد کے صحن میں) بنائی گئی ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر فیصلے کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ جسے ''رحبہ'' کہا جاتا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں تعلیقاً اور مصنف ابن ابی شیبہ میں موصولاً مثنیٰ بن سعید سے مروی ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

(رَاَیْتُ الْحَسَنَ وَزِرَارَۃَ ابْنَ اَوْفٰی یَقْضِیَانِ فِی الْمَسْجِدِ) (۲۹۲)

''میں نے حضرت حسن بصری اور زرارہ بن اوفیٰ (رحمہما اللہ) کو دیکھا ہے، کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر فیصلے صادر کیا کرتے تھے۔''

اور کرابیسی کی ''ادب القضاء'' میں ایک تیسرے قاضی کا ذکر بھی ہے، اور ایک الگ انداز سے، چنانچہ ''ادب القضاء'' میں ہے:

(اِنَّ الْحَسَنَ وَزِرَارَۃَ وَ اَیَاسَ بْنَ مُعَاوِیَۃَ کَانُوْا اِذَا دَخَلُوْا فِی الْمَسْجِدِ لِلْقَضَاءِ صَلُّوْا رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ

---

(۲۹۱) بخاری ۵/۲۸۴، ۲۸۵ و ۱۳/۱۵۴، ۱۵۵

فائدہ مسجد نبوی کے پاس قسم کھانے کا مطالبہ تاکید کے لئے ہے۔ اور اس سلسلہ میں بعض احادیث و آثار بھی ہیں۔ کہ منبر کے اوپر یا منبر کے پاس جھوٹ بولنا عام مقامات کی نسبت زیادہ گناہ اور دخول جہنم کا موجب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ۵/۲۸۵

(۲۹۲) فتح الباری ۱۳/۱۵۵۔ بخاری مع الفتح ۱۳/۱۵۵

(۲۹۳) بحوالہ فتح الباری ۱/۱۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَجْلِسُوْا) (۲۹۳)

''حضرت حسن اور زرارہ اور ایاس بن معاویہ رحمہم اللہ جب فیصلہ کرنے کے لئے مسجد میں داخل ہوتے، تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔''

ان سب آثار سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر یا مسجد کے صحن میں بنے ہوئے چبوترے وغیرہ پر بیٹھ کر ثالثی کی جا سکتی ہے۔ اور فیصلے صادر کئے جا سکتے ہیں۔ اور صحن میں چبوترے یا ''رحبہ'' کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہ آیا اسے مسجد کا حصہ شمار کیا جائے یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجرؒ نے خلاصۃ لکھا ہے کہ:

''راجح بات یہی ہے، کہ یہ مسجد کا حصہ شمار ہوتا ہے، اور اس کا حکم بھی مسجد والا ہی ہوگا۔ اس میں اعتکاف بیٹھنا اور ہر وہ عمل جائز ہے۔ جس کے لئے مسجد شرط ہے۔ اور ان آثار میں اسی چبوترے کا تذکرہ ہے۔ جو مسجد میں شامل ہوتا ہے۔ ہاں اگر مسجد کے احاطہ سے الگ کوئی چبوترہ بنایا گیا ہو، تو اس کا حکم الگ ہوگا۔ اسے مسجد شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ دو الگ نوعیت کے چبوترے ہوئے اور ان دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہی ہوگا۔ مسجد سے متصل کا حکم مسجد والا اور مسجد سے غیر متصل کا حکم غیر مسجد والا۔''

غرض ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت نے مسجد میں قضا منعقد کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ یہ تو قدیم عمل ہے۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ بھی اس کے استحباب کے ہی قائل ہیں۔ اور بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ مجھے زیادہ محبوب بات یہ ہے کہ فیصلہ مسجد سے باہر کہیں کیا جائے، تاکہ کافر و مشرک اور حیض و نفاس والی عورتوں کے لئے آسانی رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرابیسی نے کراہت والوں کے اقوال ذکر کے لکھا ہے۔ کہ سلف صالحین میں یہ مروج تھا کہ وہ مسجد رسول ﷺ میں فیصلے کیا کرتے تھے۔ اور اس پر دلالت کرنے والے کتنے ہی آثار ذکر کیئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ جب صورت حال یہ رہی ہے۔ تو پھر عام مساجد میں یہ کیسے مکروہ ہوسکتا ہے۔ اور ابن بطال رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد سے مسجد میں لعان کروایا تھا۔ اگر چہ ان کے نزدیک بھی مسجد کی طہارت و نظافت اور تقدس و احترام کیلئے احتیاط اسی میں ہے۔ کہ فیصلے کہیں باہر کیئے جائیں۔ (۲۹۴)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ مساجد میں فیصلہ مستحب یا جائز تو ہے۔ لیکن مسجد کا احترام پیش نظر رکھ کر اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ گویا بات جائز و ناجائز، مکروہ و مستحب کی نہیں۔ بلکہ اولیٰ و غیر اولیٰ کی ہے۔ اور مسجد میں کیئے گئے فیصلے یا دی گئی سزا پر عمل درآمد اور حدود کا نفاذ کرنا الگ الگ چیزیں ہیں۔

مسجد میں حدود و تعزیرات کا نفاذ

مسجد میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اور اگر تعزیر و سزا معمولی ہو تو، مسجد میں بھی ممکن ہے۔ ورنہ اس کے لئے مجرم کو مسجد سے باہر نکالنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک تو اسی انصاری صحابی حضرت ماعز اسلمی والی حدیث سے استدلال ممکن ہے۔ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اقبال جرم کیا تو تحقیق و تفتیش سے فارغ ہوکر۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ) (۲۹۵)

''اسے باہر لے جاؤ اور رجم یعنی سنگسار کر دو۔''

---

(۲۹۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۳/۱۵۵، ۱۵۶

(۲۹۵) بخاری مع الفتح ۱۳/۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس واقعہ سے تعلق رکھنے والی ایک حدیث کے راوی حضرت جابرؓ بھی ہیں اور وہ بیان فرماتے ہیں:

(كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ بِالْمُصَلّٰى) (۲۹۶)

''میں بھی ان لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے اس کو عیدگاہ کے پاس رجم کیا تھا۔''

اور بخاری شریف کتاب الحدود، باب الرجم بالمصلیٰ میں وارد اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

(فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرًا وَ صَلّٰى عَلَيْهِ) (۲۹۷)

''رجم کے بعد نبی اکرم ﷺ نے خیر و بھلائی کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔''

اور عیدگاہ کے پاس رجم کے حکم سے بلکہ اس کے نفاذ سے بھی مسجد سے باہر نفاذ حدود کا پتہ چلتا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے (اذهبوا به فارجموه) کے الفاظ سے اسی بات پر استدلال کیا ہے۔ اور کتاب الاحکام میں یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى إِذَا أَتٰى عَلٰى أَحَدٍ أَمْرٌ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامُ) (۲۹۸)

''اس شخص کا بیان جس نے مسجد میں فیصلہ کیا، اور جب حد یا سزا نافذ کرنے کا وقت آیا، تو حکم فرمایا۔ کہ مجرم کو مسجد سے باہر نکال کر اس پر حد قائم (یا سزا نافذ) کی جائے۔''

(۲۹۶) بخاری ۱۲/۱۲۱، ۱۲۹، ۱۳۰ و ۱۳/۱۵۶۔
للتفصیل فتح الباری ۱۲/۱۲۹، ۱۳۱

(۲۹۷) بخاری ۱۲/۱۲۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۲/۱۲۹، ۱۳۱

(۲۹۸) بخاری مع الفتح ۱۳/۱۵۶

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس استنباط و استدلال پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے، کہ یہ تو رجم و سنگساری کا معاملہ تھا۔ جو بہت بڑی سزا ہے۔ اور اس آدمی کے خون وغیرہ سے مسجد کو کچھ لگنے کا واضح خدشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اسے مسجد سے باہر لے جانے کا حکم فرمایا تھا۔ ایسے ہی رجم کیلئے گڑھا کھودنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ جس کے لئے مسجد مناسب نہیں تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی تو نہیں کہ آپ ﷺ کے اس شخص کو مسجد سے باہر رجم کروانے سے یہ لازم آئے کہ دوسری حدود کا نفاذ بھی مسجد میں نہیں ہونا چاہیئے۔

لیکن جیسا کہ معروف ہے کہ رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ ژرف نگاہی صحیح بخاری کے ابواب میں ہے۔ اور وہ بات بھی بالکل صحیح ہے۔ اور اسی مسئلے میں اس کا ثبوت انہوں نے یوں دیا ہے۔ کہ ارشاد نبوی کے الفاظ (اذھبوا بہ فارجموہ) کو بنیاد بنا کر یہ باب قائم کیا ہے۔ اور مذکورہ اعتراض و اشکال کو پیشگی طور پر حل کرنے کے لئے ترجمۃ الباب میں ہی نبی اکرم ﷺ کے دو خلفاء راشدین حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کے آثار بھی تعلیقاً بیان کر دیئے ہیں۔ جن سے استدلال کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ میں موصولاً مروی ہے۔ طارق بن شہاب کے طریق سے بیان کرتے ہیں:

(أُتِیَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ فِیْ حَدٍّ فَقَالَ اَخْرِجَاہُ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَضْرِبَاہُ) (۲۹۹)

’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جس پر حد کا حکم صادر ہوا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا: اسے مسجد سے باہر نکال کر اس پر حد نافذ کرو۔‘‘

(۲۹۹) بخاری مع الفتح ۱۳/۱۵۶، ۱۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اثر کی سند کو شارح بخاری نے امام بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ جب کہ دوسرے اثر کو امام بخاریؒ نے تمریض وتضعیف کے صیغہ سے تعلیقاً اور مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔ ابن معقل رحمہ اللہ کے طریق سے بیان کرتے ہیں:

(اِنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلٰی عَلِیٍّ فَسَارَہُ فَقَالَ : یَا قَمْبَرُ ! اَخْرِجْہُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَقِمْ عَلَیْہِ) (۳۰۰)

''ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کے کان میں کچھ کہا انہوں نے فرمایا: اے قمبر! اسے مسجد سے باہر نکال کر اس پر حد قائم کرو (یعنی شرعی سزا نافذ کرو۔)''

لیکن اس کی سند میں ایک راوی ایسا ہے جس پر کچھ کلام کیا گیا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے انداز بیان وتحریر سے ہی اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن اس کے ضعف کو پہلے اثر فاروقی اور نبی اکرم ﷺ کی مرفوع حدیث سے تقویت ملتی ہے۔ اس حدیث اور ان آثار کی بناء پر فقہاء کوفہ (یعنی احناف) امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہو یہ رحمہم اللہ نے کہا ہے، کہ مسجد میں کسی کو شرعی سزا نہ دی جائے۔ البتہ امام شعبی رحمہ اللہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں کہا ہے:

(لاَ بَأْسَ بِالضَّرْبِ بِالْبَسَاطِ الْیَسِیْرَةِ فَإذَا کَثُرَتِ الْحُدُوْدُ فَلْیَکُنْ ذَالِکَ خَارِجُ الْمَسْجِدِ) (۳۰۱)

''اگر تھوڑے سے کوڑوں کی سزا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر نفاذ حدود کے لئے کوڑوں کی تعداد زیادہ ہو تو پھر مسجد سے باہر ہی ہونا چاہئے۔''

(۳۰۰) بخاری و الفتح ۱۳/۱۵۶، ۱۵۷

(۳۰۱) بحوالہ فتح الباری ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمہ اللہ کی یہ رائے کافی حد تک معتدل ہے۔ البتہ ابن بطالؒ نے کہا ہے۔ کہ جس نے بالکل ہی مسجد کے باہر کا کہا ہے۔ وہی قول اولیٰ ہے۔ اور اس سلسلہ میں بھی بات جائز و ناجائز کی نہ سہی۔ البتہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کی ضرور ہے۔ جب کہ مسجد میں اقامت حدود کی ممانعت کے بارے میں جو حدیثیں صریح ہیں ان میں سے بھی بعض کی اسناد ضعیف بعض کی حسن اور بعض کی صحیح ہیں۔ مثلاً ابوداؤد، دارقطنی، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم، ابن السکن اور بیہقی میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

(لاَ تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلاَ يُسْتَقَادُ فِيهَا) (۳۰۲)

''مساجد میں حدود (سزائیں) نافذ نہ کی جائیں۔ اور نہ ان میں قصاص لیا جائے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے تلخیص الحبیر میں تو اس روایت کی سند کے بارے میں کہا ہے:

(لاَ بَأسَ بِاَسْنَادِهِ) (۳۰۳)

''اس کی سند پر کوئی خاص مواخذہ نہیں ہے۔''

لیکن بلوغ المرام (مع السبل ۱۵۵/۱) میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ (۳۰۴)

ایسے ہی ایک دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ، دارمی و دارقطنی اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً ہے:

(۳۰۲) الارواء ۳۶۱/۷ و حسنہ، منتقیٰ مع نیل ۲۲۳/۲/۱، الریاض

(۳۰۳) تلخیص الحبیر ۷۷/۴/۲، ۷۸۔ نیل الاوطار ایضاً

(۳۰۴) الارواء ۳۶۱/۷۔ صحیح ابن ماجہ ۸۹/۲۔ صحیح ابی داؤد ۸۵۰/۳۔ مشکوۃ ۲۲۹/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ) (۳۰۵)

''مساجد میں حدود (سزائیں) نافذ نہ کی جائیں گی۔''

لیکن اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ہے۔ اس کا حافظہ کمزور تھا۔ (۳۰۶)

لیکن اس کی کئی دوسرے رواۃ نے متابعت کی ہے۔ جن کی بناء پر اسے جید قرار دیا گیا ہے۔ (۳۰۷)

اور اسی موضوع کی ایک تیسری روایت ابن ابی شیبہ میں مرسلاً عن مکحول اور الخلافیات للبیہقی میں مکحول کے طریق سے حضرت ابو درداء، واثلہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے، اور مصنف عبدالرزاق وطبرانی کبیر میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ہے، جس میں ہے:

(جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ ....إِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ) (۳۰۸)

''اپنی مساجد میں حدود کے نفاذ سے اجتناب کرو۔''

اس روایت میں اس مسئلہ کے علاوہ بعض دیگر امور کا تذکرہ بھی ہے۔ اور اس کی اصل سنن ابن ماجہ میں صرف حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اس میں دیگر امور کا ذکر تو آیا، لیکن بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدود اور سزاؤں کا سرے سے اس میں ذکر ہی نہیں ہے۔ جو خلافیات والی روایت میں اس کے ورود کو مخدوش بنا دیتا ہے۔ لیکن ہمارے پیش نظر نسخے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ اور ابن

(۳۰۵) بحوالہ الارواء ۲۷۱/۷، ۳۶۲۔ صحیح ابن ماجہ ۸۹/۲۔ البیهقی ۳۹/۸، الخلافیات

(۳۰۶) تلخیص الحبیر ۱۶/۴/۲ و نیل الاوطار ایضاً

(۳۰۷) ارواء الغلیل ۲۷۱/۷، ۲۷۲۔ تلخیص الحبیر ۱۶/۴/۲، ۱۷۔ مجمع الزوائد ۲۸۵/۶/۳

(۳۰۸) بحوالہ فتح الباری ۱۵۷/۱۳۔ الارواء ۳۶۲/۷۔ سبل السلام ۱۵۵/۱/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماجہ میں یہ الفاظ آ بھی جائیں تو بھی اس سے کوئی بات نہیں بن سکتی، کیونکہ ابن ماجہ کی سند سخت ضعیف ہے۔ (۳۰۹)

ایسے ہی ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور مرفوع حدیث میں بھی ہے۔ جس میں ہے:

(خِصَالٌ لاَ تَنبَغِیْ فِی الْمَسْجِدِ وَلاَ یُتَّخَذُ طَرِیْقًا)

''کچھ امور ایسے ہیں جو مسجد میں جائز نہیں ہیں۔ مثلاً مسجد کو راستہ بنانا۔''

اور آگے دیگر خصائل و امور کا تذکرہ ہے۔ جن میں سے ہی ایک یہ بھی ہے:

(وَلاَ یُضْرَبُ فِیْهِ حَدٌّ) (۳۱۰)

''اور مسجد میں کسی کو سزا کے کوڑے بھی نہ مارے جائیں۔''

لیکن اس کی سند کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳۱۱)

اور مسند بزار و معجم طبرانی کبیر میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ایک مرفوع روایت مروی ہے۔ جس کی سند میں ایک راوی واقدی ہے، جو کہ معروف متکلم فیہ راوی ہے۔ (۳۱۲)

ایک روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مرفوعاً مروی ہے۔ جب کہ اس کی سند میں معروف فیہ راوی ابن لہیعہ ہے۔ (۳۱۳)

---

(۳۰۹) بحوالہ فتح الباری ۱۵۷/۱۳ ۔ انظر ضعیف ابن ماجہ ص ۵۹ ۔ الا رواء ۳۶۲/۷

(۳۱۰) صحیح ابن ماجہ ولکن الجزء الا ول منہ ۔ ضعیف ابن ماجہ ص ۵۹ ۔
صحیح ابن حبان ۱۲۵/۱

(۳۱۱) صحیح ابن ماجہ ولکن الجزء الول منہ ۔ ضعیف ابن ماجہ ص ۵۹ ۔
صحیح ابن ماجہ ۱۲۵/۱ ۔ وفتح الباری ایضاً

(۳۱۲) تلخیص الحبیر ۷۸/٤/۲ ۔ نیل الا وطار ۲۲۳/۲/۱ ۔ مجمع الزوائد ۲۸/۲/۱

(۳۱۳) الارواء ۳۶۲/۷، ۳۶۳، نیل الا وطار ۲۲۳/۲/۱ ۔ تلخیص الحبیر ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ دیگر شواہد وغیرہ کی وجہ سے بعض کبار محدثین کرام نے اسے بھی حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ (۳۱۴)

غرض حافظ ابن حجر عسقلانی'' اور خصوصاً امام شوکانی'' کا رجحان اس طرف ہے۔ کہ مساجد میں حدود وتعزیرات کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ یہ سزائیں مسجد سے باہر ہی دی جائیں تو بہتر ہے۔

مسجد میں آواز بلند کرنا

اور آداب مسجد میں سے ہی ایک ادب یہ بھی ہے۔ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے ۔ بلکہ اگر کوئی مباح بات کرنی پڑے تو مسجد کے تقدس واحترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی دھیمے لہجے سے بات کی جائے۔ مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کے بارے میں صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ ، باب رفع الصوت فی المسجد میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَقَالَ : اِذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ : مَنْ أَنْتُمَا ؟ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا ؟ قَالَا : مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ ، قَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ) (۳۱۵)

''میں مسجد میں کھڑا تھا، کہ مجھے کسی نے کنکری ماری۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور ان

(۳۱۴) صحیح ابن ماجہ ۸۹/۲، وحسنہ الالبانی

(۳۱۵) بخاری ۵۶۰/۱ حدیث ۴۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں جا کر لے آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: تم کون ہو؟ یا پوچھا تم کہاں سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف سے آئے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: اگر تم یہاں ہمارے شہر سے ہوتے تو تمہیں تکلیف دہ سزا دیتا۔ تم نبی اکرم ﷺ کی مسجد مبارک میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔''

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس اثر فاروقی کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ بظاہر تو یہ اثر یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔ لیکن اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہے۔ کہ یہ ممانعت نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ انہیں کوڑوں کی سزا کا ہرگز نہ کہتے۔ (۳۱۶)

یہی واقعہ مصنف عبدالرزاق میں ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ جس میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

(لَا تُكْثِرُ وَاللَّغَطَ) ''مسجد میں چیخ وچنگاڑ مت کیا کرو۔''

اور آگے اس روایت میں یہ بھی ہے:

(اِنَّ. مَسْجِدَنَا هٰذَا لَا يُرْفَعُ فِيْهِ الصَّوْتُ) (۳۱۷)

''ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہیں کی جائے گی۔''

لیکن اس کی سند میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نافع رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے رونما ہونے کا زمانہ نہیں پایا۔ (۳۱۸)

جب کہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں ہی اس اثر فاروقی

(۳۱۶) فتح الباری ۱/ ۵۶۰ حدیث ۴۷۰

(۳۱۷) بحوالہ فتح الباری ایضاً

(۳۱۸) بحوالہ فتح الباری ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جو موطا امام مالک میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے مروی ہے، جس میں ہے:

(بَنٰی عُمَرُ اِلٰی جَانِبِ الْمَسْجِدِ رَحْبَةً فَسَمَّاهَا الْبُطْحَاءَ فَكَانَ يَقُولُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَغْلُطَ اَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا اَوْ يَرْفَعَ صَوْتًا فَلْيَخْرُجْ اِلٰی هٰذِهِ الرَّحْبَةِ) (۳۱۹)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ساتھ ہی ایک چبوترہ سا بنوا رکھا تھا۔ جس کا نام بطحاء رکھا ہوا تھا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے: جو چیخ و چنگاڑ یا شعر گوئی یا کسی معاملہ میں آواز بلند کرنا چاہے، تو اسے چاہئے کہ وہ اس چبوترے کی طرف چلا جائے۔''

ایسے ہی جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی یہ آثار مساجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں، تو ان کی تائید بعض مرفوع احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن بذاتہ وہ ضعیف ہیں۔ مثلاً سنن ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق اور طبرانی کبیر میں حضرت واثلہؓ والی جو حدیث مسجد میں نفاذ حدود و تعزیرات کی ممانعت کے سلسلہ میں گزری ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

(جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ .... رَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ) (۳۲۰)

''اپنی مساجد میں آواز بلند کرنے سے اجتناب کرو۔''

ان احادیث و آثار کی بناء پر بعض اہل علم نے مطلقاً مسجد میں آواز بلند کرنے کو مکروہ و ممنوع قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم و فضلہ میں، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ان سے مسجد میں علم سکھانے کے لئے آواز بلند کرنے کے بارے میں

(۳۱۹) بحوالہ فتح الباری ۱۵۶/۱۳ و موطا امام مالک

(۳۲۰) قد مر و ذکر ضعفہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''ایسے علم میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو مسجد میں شور مچانے کا باعث بنے۔ میں نے لوگوں کو زمانہ قدیم سے اس فعل کو معیوب سمجھتے پایا ہے۔ لہٰذا میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔'' (۳۲۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے طرز عمل اور امام مالک رحمہ اللہ کے ارشاد کو سامنے رکھا جائے، تو مساجد میں اگر حصول علم کے لئے بعض دوسری احادیث سے استدلال کرتے ہوئے آواز بلند کرنے کی گنجائش نکلتی ہے، تو سامنے بیٹھے ہوئے سامعین کی نعرے بازی کی اس سے گنجائش قطعاً نہیں نکلتی۔ بلکہ آج ہمارے لوگوں میں نعرے بازی کا جو انداز آچکا ہے، کہ وہ مسنون نعرہ تکبیر پر اکتفاء ہی نہیں کرتے تو ایسے خود ساختہ نعروں کا جواز کشید کرنا تو اور بھی مشکل امر ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو نہ صرف تقدس و احترام مسجد کے منافی بلکہ اہل سنت کے صحیح و متفقہ عقائد کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔

لہٰذا مساجد میں خطیب یا مقرر کو بغور صرف سننا ہی چاہیے۔ بلا وجہ کی نعرے بازی آداب مسجد کے منافی ہے۔ وہ تو عموماً مجلس کو گرمانے کے لئے ہوتی ہے۔ جب کہ وہ کسی عام یا کھلی جگہ پر منعقد ہو نہ کہ مسجد کی پرامن و پرسکون فضا میں ارتعاش پیدا کرنے کے لئے۔ اور اگر مسجد میں نعرہ بازی خطبہ جمعہ کے دوران ہو تو یہ اور بھی ناجائز بات ہے۔ کیونکہ جمعہ کے تو خود اپنے بھی بعض آداب اور پابندیاں ہیں جو ایسے امور کی سامعین کو قطعاً اجازت نہیں دیتیں۔

البتہ امام و خطیب یا مدرس و مقرر کے مسجد میں آواز بلند کرنے کے جواز پر صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کے مابین کوئی قرض کا لین

(۳۲۱) اعلام الساجد ص ۳۲۶۔ فتح الباری ۱/ ۵۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے تقاضا کیا تو اسی معاملہ میں ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر میں ان کی آوازیں سنیں، تو آپ ﷺ نے مسجد کی طرف کھلنے والے دروازے سے پردہ اٹھایا(کشف سجف حجرته) اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''کہ تم اپنا کچھ یعنی آدھا قرض معاف کردو، انہوں نے فوراً تعمیل کی اور دوسرے صحابی کو حکم فرمایا، کہ اب تم بقیہ قرض ادا کرو۔'' (۳۲۲)

اس حدیث سے آواز بلند کرنے کا جواز اخذ کیا جاتا ہے۔ جب کہ یہ آواز بلند بھی چیخ و چنگاڑ اور نعروں کی شکل میں نہ ہو، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مسجد میں جو علم کے لئے آواز بلند کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ تو اسے اس پر محمول کیا جائے گا، کہ اگر تعلیم کے لئے آواز بلند ہو تو جائز ورنہ ناجائز۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے باب **رفع الصوت فی المسجد** میں ان دونوں حدیثوں کو وارد کر کے اس فرق کی طرف اشارہ فردیا ہے۔ لہٰذا ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے ہر فعل سے پرہیز کرنا چاہئے۔ جو مسجد کی بے ادبی و بے حرمتی کا باعث ہو۔ (۳۲۳)

---

(۳۲۲) بخاری ۱/۵۵۱، ۵۵۲، ۵٦۱

(۳۲۳) فتح الباری ۱/۵۵۲، ۵٦۰، ۵٦۱۔ سبل السلام ۱/۱/۱۵۵۔
اعلام الساجد ص ۳۲٦، ۳۲۷ اردو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا

آداب واحکام مسجد کے سلسلہ میں ہی ایک اور بات بھی ذکر کرتے جائیں، کہ مسجد کے بعض حاضر باش لوگ مسجد میں اپنے لئے ایک جگہ یا گوشہ مخصوص کر لیتے ہیں۔ مثلاً امام کے پیچھے، منبر کے بازو میں کسی اگلے یا پچھلے اور دائیں یا بائیں کونے میں۔ اور اس جگہ کے سوا کسی دوسری جگہ انہیں عبادت یا قیام اچھا نہیں لگتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی دوسرا آدمی لاعلمی کی وجہ سے اس مخصوص جگہ پر آبیٹھے تو وہ اسے اٹھنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اور اگر کہیں کوئی دوسرا پاؤں جما چکا ہو، اور معمولی لے دے پر بھی نہ اٹھے تو یہ صاحب "لا حول ولا قوة الا با الله" پڑھتے۔ اور بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے کسی دوسری جگہ کی طرف اس طرح جلے کٹے ہوئے رخ کرتے ہیں کہ دوسروں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی "حادثہ" رونما ہو گیا ہے۔

اور بعض جاہل تو اپنی جگہ چھیننے والے سے برملا کہہ دیتے ہیں کہ میں یہاں اتنے سال سے بیٹھ رہا ہوں، تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اور شور مچا کر اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اور دلوں کی باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے۔ البتہ ان کے اس فعل سے جو ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی اس جگہ سے انسیت ومحبت جہالت کے نتیجہ میں اور ریاکاری کے لئے ہوتی ہے۔ کہ لوگ سمجھنے لگیں کہ یہ فلاں شخص کی جگہ ہے۔ اور فلاں تو صف اول کا نمازی ہے۔ اور یہ کہ فلاں شخص تو مسجد کے فلاں کونے میں ہی پڑا رہتا ہے۔

ایسے ریاکار عابدوں اور زاہدوں کو امام غزالیؒ نے "احیاء علوم الدین" میں اور علامہ ابن قیمؒ نے "اغاثة اللهفان" میں خوب لیا ہے۔ اور اس گوشہ نشینی کے ساتھ جو لوگ کاروبار جہاں کو ترک کر کے زہد وتقویٰ کا کچھ زیادہ ہی دم بھرنے لگتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے انہیں باب المغرورین میں فریب نفس اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریب شیطان میں مبتلا قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیل کتاب ''احیاء علوم الدین'' کے باب المغرورین میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (۳۲۴)

ان امور کی تفصیل تو ان دونوں کتابوں میں ہی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں اور امام ابن الجوزیؒ کی تلبیس ابلیس کے ایسے مباحث انتہائی عبرت انگیز ہیں۔ اور یہ کتابیں اردو میں بھی ترجمہ ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اس موضوع کے سلسلہ میں ان کتابوں کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔ اور کوئی ترک دنیا کر کے مسجد میں گوشہ نشین ہو یا محض نماز کے وقت ہی آئے اور اپنی جگہ مخصوص کئے رکھے۔ ہر شکل میں یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں ایک جگہ مخصوص کر لینے سے منع فرمایا ہے، اور اسے اونٹ کی عادت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی معروف حدیث ہے۔ جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ نُقْرَةِ الْغُرَابِ وَاَنْ يُوْطِنَ رَجُلٌ فِي الْمَكَانِ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ) (۳۲۵)

''نبی اکرم ﷺ نے سجدوں کو کوے کے ٹھونگے مارنے کی طرح ادا کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لئے مخصوص کر لے۔ جس طرح کہ اونٹ باڑے میں اپنے لئے جگہ مخصوص کر لیتا ہے۔''

اس حدیث کے پیش نظر صحیح طرز عمل یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو، جہاں جگہ ملے دو رکعتیں پڑھے اور بیٹھ جائے۔ اپنی مخصوص جگہ کی تلاش میں لوگوں کو نہ

(۳۲۴) نیز دیکھئے اصلاح المساجد ص ۲۱۰، ۲۱۱۔ اور ایسے ہی علامہ ابن قیمؒ نے بھی اغاثۃ اللہفان جلد اول ص ۱۲۱، طبع دار المعرفہ بیروت۔ پر ایسے لوگوں کی گوشہ نشینی کو شیطانی جال میں پھنسنا شمار کیا ہے۔ اور ایسے ہی اصلاح المساجد ص ۲۰۸، ۲۰۹۔ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۲۵) الفتح الربانی ۹۱/۴، ۹۲۔ فقہ السنہ ۲۷۱/۱۔ صحیح ابی داؤد ۷۶۸۔ مسند احمد ۴۶۸/۳۔ الحاکم ۲۲۹/۱۔ الصحیحہ ۱۱۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلانگے ، جو کہ ایک دوسرا ممنوع فعل ہے ۔ اور نہ ہی نمازیوں کے آگے سے گزرے جو کہ تیسرا گناہ ہے ۔ جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے ۔ جو کہ معروف ہیں ۔ جیسا کہ ابوداؤد و نسائی ، ابن حبان ، مستدرک حاکم اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ جمعہ کے دن ایک آدمی دوسروں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے گزر رہا تھا ، تو نبی اکرم ﷺ نے ناراض ہو کر اسے فرمایا تھا :

(اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَ آنَيْتَ) (۳۲۶)

'' بیٹھ جاؤ ، تم نے دوسروں کو تکلیف دی ہے ۔ اور خود دیر سے آئے ہو ۔ ''

اور اسی طرح کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ۔ (۳۲۷)

یہ تو ہوئی گردنیں پھلانگنے کی بات جب کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی وعید اس حدیث میں ہے ۔ جو صحیح بخاری و مسلم ، سنن اربع اور موطا امام مالک میں حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ جس میں ارشاد نبوی ہے :

(لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ ؟ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ) (۳۲۸)

'' اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اس کے گناہ کا پتہ چل جائے ، تو وہ چالیس سال (برس) کھڑا ہے ۔ لیکن اس کے آگے سے نہیں گزرے گا ۔ ''

---

(۳۲۶) صحیح ابی داؤد ۱/ ۲۰۷، ۲۰۸ ۔ صحیح الجامع ۱/۱/ ۱۰۵ ۔
صحیح نسائی ۱۳۲۶ ۔ موارد الظمآن ۵۷۲

(۳۲۷) اور یہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ پہلے آنے والے لوگ پہلی صف کو مکمل کریں ۔ اور آگے جگہ چھوڑ کر پیچھے نہ بیٹھیں ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے صفوں کا نظام خراب ہوتا ہے ۔ اور دوسروں کو لوگوں کے کندھے پھلانگ کر آگے آنے کا ناچار ارتکاب کرنا پڑتا ہے ۔

(۳۲۸) صحیح الجامع ۳/ ۵/ ۸ ۔ بخاری حدیث ۵۱۰ ۔ مختصر ۳۳۷ ۔
صحیح ابی داؤد ۶۴۹ ۔ صحیح الترمذی ۲۷۶ ۔ صحیح نسائی حدیث ۷۲۹ ۔
سنن ابن ماجہ ۹۴۵ ۔ موطا امام مالک ۳۴ ۔ مجمع الزوائد ۲/ ۶۱ ۔
وقال رواہ ایضاً البزار و رجالہ و رجال الصحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استثنائی صورتیں:

اور یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے۔ کہ اگر کسی جگہ کوئی خاص فضیلت حاصل ہوتو وہاں پر نماز کا اہتمام کرنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' ہے جو کہ مسجد نبوی میں ہے۔ اس روضۃ الجنۃ یا روضہ شریفہ میں نماز کا اہتمام صحیح وافضل ہے۔ کیونکہ اس مقام کی ایک فضیلت احادیث میں ثابت ہے۔ جس کی تفصیل ہماری کتاب ''سوئے حرم ص ۳۳۷'' پر دیکھی جاسکتی ہے۔

البتہ اس جگہ کی فضیلت ترمذی میں حضرت علی وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے، اور بخاری ومسلم، ترمذی ومسند احمد، موطا امام مالک اور السنۃ لابی عاصم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے، اور بخاری ومسلم، نسائی ومسند احمد میں حضرت عبداللہ بن زید المازنیؓ سے مروی ہے۔ جس میں ارشاد نبوی ہے:

(مَابَیْنَ بَیْتِی وَ مِنْبَرِی رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ) (۳۲۹)

''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی قطعہ ارضی جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

ایسے ہی صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔ کہ وہ مصحف کے قریب والے ستون کے پاس جگہ ڈھونڈ کر وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

(رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَتَحَرّٰی الصَّلٰوۃَ عِنْدَھَا) (۳۳۰)

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے، کہ آپ ﷺ اس جگہ کو تلاش

---

(۳۲۹) ملاحظہ ہو سوئے حرم ص ۳۳۷۔ تخریج نمبر ۳۷۰

(۳۳۰) مسلم مع نووی ۲۲۶/۴/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے یہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے، کہ اگر کسی جگہ کوئی خاص فضیلت حاصل ہو تو وہاں نماز پڑھنے پر ہمیشگی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۳۳۱)

ظاہر ہے کہ جن عام مساجد کے سلسلہ میں ہم بات کر رہے ہیں۔ انہیں ایسی کوئی مخصوص فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں اگر امامت، تدریس، وعظ، افتاء اور حصول علم کی غرض سے مخصوص جگہ پر بیٹھنا ہو تو یہ بھی ناجائز نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ اور ایسی ضرورت پر جگہ مخصوص کرنے پر عدم کراہت کے بارے میں علماء سلف کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے۔ (۳۳۲)

یہ امور و افعال یعنی مساجد میں چیخ و چنگاڑ کرنا، نعرے مارنا، مسجد کی بعض جگہوں کو مخصوص کر لینا اور اپنی اجارہ داری ظاہر کرنا، جو کہ ممنوع ہیں۔ ان عرب ممالک کی مساجد میں تو دیکھنے میں نہیں آتے۔ اور اگر کہیں شاذ و نادر مقامات ہوں بھی تو اولاً ''النادر کالمعدوم'' والی بات ہے۔ کہ شاذ و نادر چیز کا حکم نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جن شاذ و نادر جگہوں پر ایسے بعض ناجائز قسم کے افعال دیکھنے یا سننے میں آتے ہیں، تو وہ وہی جگہیں ہیں جہاں صرف برصغیر کے لوگ ہی نمازی ہوتے ہیں۔ اور مقامی لوگوں میں سے اول تو وہاں ہوتا ہی کوئی نہیں۔ اور اگر کوئی اکا دکا ہو تو بھی نہ ہونے کے برابر۔ لہٰذا پڑھے لکھے طبقہ کے سمجھدار لوگوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے، کہ اگر یہ امور جائز و روا ہوتے تو یہاں بھی ہر جگہ ہوتے۔ اور جو ہر جگہ نہیں تو پھر ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ لہٰذا ان سے بچنا چاہئے۔

(۳۳۱) شرح نووی للمسلم ۲/۴/۲۲۶

(۳۳۲) شرح نووی للمسلم ۲/۴/۲۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور برصغیر کے ممالک کی مساجد میں پائے جانے والے ایسے امور کا ذکر آیا ہی ہے۔تو لگے ہاتھوں دو ایک اور چیزیں بھی ذکر کردیں۔ جو پہلے امور کی طرح ہی یہاں کی مساجد میں تو ہرگز کہیں نہیں پائے جاتے۔ اور ہم انہیں محض اس لئے ذکر کر رہے ہیں، کہ ہمارے پڑھنے والوں کی غالب اکثریت بھی برصغیر سے ہی تعلق رکھنے والے لوگوں کی ہے۔

مسجد میں تعویذ گنڈے بیچنے، جادو ٹونے اور منتر جنتر کرنے والوں کا قیام

برصغیر کے ملکوں اور بعض دیگر ممالک کی مساجد میں پائے جانے والے ایسے ممنوع امور میں سے ایک مسجدوں میں تعویذ گنڈے بیچنے اور منتر جنتر کرنے والوں کا کاروبار بھی ہے۔ چنانچہ المدخل میں ابن الحاج نے لکھا ہے:

''کہ مسجد میں جانوروں کے بال یا لکھنے کا چمڑا فروخت کرنے والوں کو اس سے روکا جائے گا۔''

اور امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء علوم الدین'' میں مسجدوں سے متعلقہ منکرات یا ممنوع افعال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ایک منکر امر یہ ہے کہ جمعہ کے دن (یا کسی بھی دن) حلقے بنا کر تعویذات وغیرہ فروخت کئے جائیں۔ اور تعویذ بیچنے والے لوگ مختلف قسم کی تلبیس و عیاری سے کام لیتے ہیں۔ اور ہر وہ بیع جس میں جھوٹ تلبیس یا عیب چھپانے کی بات ہو وہ بیع حرام ہے۔ اور ایسے تلبیس و دجل پر مبنی امور نہ صرف مسجد میں بلکہ یہ تو مسجد اور باہر ہر جگہ ہی حرام ہیں۔'' (۳۳۳)

(۳۳۳) مختصراً از اصلاح المساجد ص ۲۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ امام غزالی رحمہ اللہ کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔ جبکہ علامہ جمال الدین قاسمی اپنی کتاب ''اصلاح المساجد'' میں لکھتے ہیں کہ:

''بعض مسجدوں میں حجرے ہوتے ہیں۔ جن میں غیب اور مستقبل کے حالات سے واقفیت رکھنے کا دعویٰ کرنے والے لوگ مقیم ہوتے ہیں۔ ان کے پاس گمشدہ ضرورتوں اور اشیاء والے اور مستقبل کے نفع ونقصان کو جاننے کے خواہش مند آتے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کے لئے یہ لوگ منتر جنتر پڑھنے والے کو پیسے بھی دیتے ہیں۔ کچھ بیماریوں کی بجائے محض وہم و وسوسہ کے سبب بھی ان عاملوں کے پاس آتے ہیں۔ اور عامل آنے والوں کو یہ باور کراتا ہے۔ کہ ان امراض اور شیطانی اثرات کا علاج اس کے منتروں اور عجیب وغریب طریقوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر ایسے عیار لوگ کبھی خون حیض سے کچھ لکھتے ہیں، کبھی عورت کے پیٹ پر لکھتے ہیں۔

غرض وہ کئی انوکھی وبھونڈی حرکات کرتے ہیں۔ اور ہمارے سادہ دل لوگ ایسے لوگوں کو عامل کامل اور نہ جانے کیا کیا سمجھے ان کے مکروفریب میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور وہ ان کی جیبوں، عزتوں اور ایمان پر ڈاکے ڈالتے رہتے ہے۔ ایسے لوگوں کو مسجدوں سے نکال دینا چاہئے۔''

اور آگے علامہ قاسمی لکھتے ہیں کہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اب مسلمانوں میں رائج ہے۔

ان لوگوں کی خدمت میں:

شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث میں وارد ہے۔ کہ جس نے نجومی سے عقیدت رکھی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور وہ کفر کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔ (۳۳۴)

(۳۳۴) اصلاح المساجد ص ۲۲٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے ان کا اشارہ ان احادیث کی طرف ہے، جن میں سے ایک صحیح مسلم و مسند احمد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نبی اکرم ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ سے مروی ہے، جس میں ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَالَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً)) (۳۳۵)

''جو شخص کسی نجومی و قیافہ شناس یا سیانے کے پاس گیا، اور اس سے کچھ پوچھا اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔''

اور دوسری حدیث سنن اربعہ، مسند احمد و بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ اَتٰی کَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا وَ صَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ)) (۳۳۶)

''جو شخص کسی کاہن (ماضی و مستقبل کی خبریں جاننے کا دعویٰ کرنے والے) اور قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس کی باتوں کو سچ مانا اس نے شریعت مصطفیٰ ﷺ سے انکار کیا۔''

ایسے ہی مسند بزار، معجم طبرانی اوسط اور حلیۃ الاولیا ابونعیم میں حضرت عباس، حضرت ابن ابی طالب اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے جید سند کے ساتھ مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۳۳۵) مسلم مع نووی ۲۲۷/۱٤/۷۔ مسند احمد ٦۸/٤۔
بحوالہ فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ ۱٦۲/۱، ۲۹۷۔ غایۃ المرام ص ۱۷۲، ۱۷۳۔
صحیح الجامع ۱۲۳/٥/۳

(۳۳٦) مسند احمد ۲۰۸/۲۔ صحیح ابی داؤد ۳۳۰٤۔ صحیح ترمذی ۱۱٦۔
ابن ماجہ ٦۳۹۔ الدارمی ۲٥۹/۱۔ صحیح الجامع ٥۹۳۹، ٥۹٤۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَهُ اَوْ تَکَهَّنَ اَوْ کُهِنَ لَهُ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ) (۳۳۷)

''جس نے جانور اڑا کر شگون لیا یا کسی سے یہ کام کروایا۔ یا جس نے کہانت وغیب دانی کی، یا کسی سے کہانت کروائی، یا جادو کیا یا جادو کروایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص غیب کی خبریں دینے کا دعویٰ کرنے والے کاہن کے پاس گیا۔ اور اس کی بات کو سچ مانا۔ اس نے حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت سے انکار کیا۔''

جب کہ صحیح مسلم، ابو داؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت معاویہ بن حکمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ عہد جاہلیت میں ہم بعض امور پر یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ مثلاً ہم کاہنوں کے پاس جاتے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(فَلَا تَاْتُوْا الْکُهَّانَ)

''کاہنوں کے پاس مت جاؤ۔''

انہوں نے عرض کیا کہ ہم پرندے اڑا کر شگون لیتے تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ذٰلِکَ شَیْءٌ یَجِدُهُ اَحَدُکُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَلَا یَصُدَّنَّکُمْ) (۳۳۸)

(۳۳۷) بحوالہ فتاوی ۱/۳۹۷۔ مجمع الزوائد ۳/۵/۱۲۰۔ تلخیص ۲/۴/۴۰۔ الترغیب ۵/۲۴۵۔ قبولیت عمل کی شرائط ص ۱۰۸

(۳۳۸) مسلم مع نووی ۷/۱۴/۳۳۳۔ صحیح ابی داؤد ۸۲۳۔

اور پھر عوام تو عوام ہوتے ہیں۔ خود ایسے فریب کار عاملوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں کیا کیا وعیدیں فرمائی ہیں۔ چند اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ ایک چیز ہے جسے تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں پاتا ہے۔لیکن تمہیں یہ کسی کام سے نہ روکے۔''

ضعیف الاعتقاد لوگوں کو لوٹنے اور ایسی خرافات پھیلانے والوں کو بقول علامہ محمد جمال الدین قاسمی مساجد کے حجروں میں نہیں رہنے دینا چاہئے۔اور ان لوگوں کو بھی سوچنا چاہئے۔کہ کمائی کی ہوس میں ہر جائز و ناجائز طریقہ نہ اپنائیں۔ بلکہ صرف حلال رزق کے ذرائع سے روزی کمانے کا اہتمام کریں۔کیونکہ وہ تو کچھ نہ کچھ پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں۔کیا وہ عامل حضرات قرآن کریم نہیں پڑھتے۔ سورہ بقرہ آیت ۷۹ میں انہی جیسے تعویذ گنڈے کرنے والے فریب کاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾

''ویل وخرابی ہے ان کی اس لکھائی پر،اورویل وہلاکت ہے ان کی اس کمائی پر۔''

اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ سحر اور یہ جادو،ٹونے کفریہ افعال ہیں۔اور یہ رمل و فال اور نجومت و کہانت سب ممنوع ہیں۔قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے،کہ جادو سیکھنے اور اسے بروئے کار لانے والا کافر ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ میں ہاروت و ماروت کا قول نقل کیا ہے۔کہ وہ اپنے پاس جادو سیکھنے کے لئے آنے والوں سے کہتے تھے:

﴿اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ﴾

''یقیناً ہم ایک فتنہ وآزمائش کے لئے ہیں۔لہٰذا تم کفر میں نہ پڑو۔''

اور آگے چل کر فرمایا:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کفر کی کوئی بات نہیں کی بلکہ ان شیطانوں نے ہی کفر کیا۔ اور وہ لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے۔''

اور سورہ طٰہٰ آیت ۶۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾

''جادوگر جہاں بھی جائے فلاح نہیں پائے گا۔''

اور جادوگر و تعویذ گنڈے کرنے والوں کی آخرت برباد ہونے کا ذکر سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾

''اور انہیں (یہود کو) خوب معلوم تھا کہ جو کوئی (ایمان دے کر) جادو کا خریدار بنا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہوتے تو کتنا برا بدلہ ہے۔ یہ جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔''

غرض امام ابوحنیفہ، مالک و احمد بن حنبل اور سلف صالحین کی کثیر جماعت نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں کچھ تفصیل ہے۔ اور پھر وہ بھی جادوگر کو کافر ہی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر ہی قرار دیا ہے۔ (۳۳۹)

اور قرآنی آیات کی طرح ہی ارشادات نبوی بھی ان لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۳۳۹) ھدایۃ المستفید ترجمہ فتح المجید ۲/۷۷۴ مترجم مولانا عطاء اللہ ثاقب، طبع طارق اکیڈمی لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اِجۡتَنِبُوۡا السَّبۡعَ الۡمُوۡبِقَاتِ) (۳۴۰)

''سات ہلاکت انگیز (کبیرہ) گناہوں سے بچو۔''

اور ساتوں کے یکے بعد دیگرے شمار کرتے ہوئے پہلے ''الشرک باللہ'' اور دوسرے نمبر پر ''السحر'' یعنی جادو کا نام لیا۔ (۳۴۱)

اور معجم اوسط، مسند بزار اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم میں حضرت ابن عباس، حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے ''لیس منا'' فرما کر جن لوگوں کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ ان میں سے ہی دو یہ ہیں۔

اور سنن ترمذی میں مرفوعاً مروی ہے، کہ جسے امام ترمذی نے موقوفاً مروی ہونا ہی صحیح قرار دیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا:

(حَدُّ السَّاحِرِ وَ ضَرۡبُهٗ بِالسَّيۡفِ) (۳۴۲)

''جادوگر کی سزا تلوار سے گردن کاٹنا ہے۔''

اور اس کی تائید صحیح بخاری میں مروی اس اثر فاروقی سے ہوتی ہے جس میں ہے:

(كَتَبَ عُمَرُ ابۡنُ الۡخَطَّابِ اِنِ اقۡتُلُوۡا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ) (۳۴۳)

''ہر جادوگر مرد و زن کو قتل کر دو۔''

---

(۳۴۰) بخاری ۲۷۶۶۔ مختصر مسلم للمنذری ۴۷۔ صحیح ابی داؤد ۔ ۲۴۹۸۔
صحیح النسائی ۳۴۳۲۔ صحیح الجامع ۱۴۴

(۳۴۱) مسند بزار ص ۱۶۹۔ طبرانی ۱۸/۱۶۲۔ مجمع الزوائد ۵/۱۱۷۔
صحیح الجامع ۵۳۳۵۔ الصحیحہ ۲۱۹۵

(۳۴۲) فتح المجید ص ۲۴۲، طبع الریاض ۔ ضعیف ترمذی ۲۴۴۔
ملاحظہ ہو ہماری کتاب قبولیت عمل کی شرائط ص ۱۰۹

(۳۴۳) فتح المجیدیہ اثر بخاری میں نہیں ۔
ملاحظہ ہو قبولیت عمل کی شرائط ص ۱۰۹۔ مصنف عبدالرزاق ۸۷۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور موطا امام مالک میں ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے، کہ ان کی ایک کنیز نے ان پر جادو کا وار کیا تھا، تو ان کے کہنے پر اس جادوگرنی کو قتل کر دیا گیا تھا۔

غرض ان تینوں صحابہ کے علاوہ حضرت عثمان، عبداللہ بن عمر، جندب بن کعب اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہم سے ساحر کی سزا قتل مروی ہے۔ اور پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز، ایسے ہی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے بھی جادوگر کی سزا قتل ہی قرار دی ہے۔ (۳۴۴)

یہی حال نجومیوں، جوتشیوں، قیافہ شناسوں، رمل فال والوں، سیانوں اور کاہنوں کا بھی ہے۔ بلکہ ان سب کو بھی جادوگروں کی اقسام ہی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان و مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشاد نبوی ہے:

(مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ) (۳۴۵)

''جس شخص نے علم نجوم کا کوئی حصہ بھی حاصل کیا اس نے گویا جادو سیکھا، اور جس قدر زیادہ سیکھتا جائے گا، اتنا ہی اس کے گناہ میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔''

ایسے ہی ابوداؤد و نسائی اور ابن حبان میں ہے:

---

(۳٤٤) فتح المجید ص ۲٤۳، ۲٤٤۔ تفسیر ابن کثیر ۱۷۹/۱ مترجم اردو، طبع تعمیر انسانیت لاہور۔

(۳٤٥) صحیح ابی داؤد ٥۔۳۳۔ ابن ماجہ ۳۷۲٦۔ مسند احمد ۳۱۱/۱۔
الصحیحہ ۷۹۳۔ صحیح الجامع ٦۰۷٤۔ مسند احمد ٤۷۷/۳۔
سنن ابی داؤد ۳۹۰۷۔ ابن حبان ۱٤٦٦۔ ضعیف الجامع ۳۹۰٤۔
اس حدیث کی سند میں ایک راوی حیان بن علاء ہے۔ جن کی توثیق ابن حبان کے بغیر کسی دوسرے نے نہیں کی اس (حیان) کے علاوہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
تخریج ریاض الصالحین ص ٦۳۷ حدیث ۱۹٦۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اِنَّ الْقِیَافَةَ وَالطَّرْقَ وَالطِّیَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ)

''پرندوں کو اڑانے، زمین وغیرہ پر لکیریں کھینچنے سے فال لینا اور قیافہ شناسی کرنا یہ سب جبت و جادو ہے۔''

اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے الزواجر جلد دوم ص ۱۰۹، ۱۱۰ پر ان تمام امور کو گناہ کبیرہ شمار کیا ہے۔

غرض ایسے افعال والے لوگوں کو مسجد کے حجروں سے نکال کر باہر کرنا چاہئے۔ تقدس اور احترام مسجد کا یہی تقاضا ہے۔ بعض لوگ جادو کو محض نظر بندی اور نگاہوں کا فریب قرار دیتے ہوئے اس کی حقیقت کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی اس بات کا جامع و مانع جواب، اور ان کے ذکر کیے گئے تمام امور و امراض کی تفصیلات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور ہماری شائع ہونے والی کتاب ''قبولیت عمل کی شرائط'' حصہ اول کے ص ۱۰۲، ۱۲۶ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

مجذوب لوگوں کو مساجد میں جگہ دینا

ہمارے ممالک کی بعض مساجد میں کچھ مجذوب قسم کے لوگ بھی برآمدوں یا حجروں میں پڑے گندگی پھیلاتے رہتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے کچھ تو ساتر لباس سے بے نیاز اور مادر پدر آزاد ہوتے ہیں۔ اور لوگوں سے گداگری کرتے یا مانگتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے کبھی کبھی ایسے مجذوب و دیوانے بھی نظر آ جاتے ہیں۔ جو سڑکوں پر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور مختلف قسم کی حرکتوں سے لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً سر کھلا ہے اور بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اور گندے اس قدر کہ دیکھنے سے متلی ہو۔ اور پھر اوپر سے بال ایسے بے ڈھنگے کہ بچے اور عورتیں ڈر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔اور اپنی شکلیں یوں بگاڑنے کے ساتھ ساتھ ہی بعض نے اپنی بغل میں پتھر دبا رکھا ہوتا ہے۔اور کئی تو بڑے بڑے کفریہ کلمات اور گالیاں بھی بکتے رہتے ہیں۔کسی کی شرمگاہ تک ننگی ہے۔اور انتہائی احمقانہ حرکتیں کرتا رہتا ہے۔

لیکن قربان جایئے ہمارے مسلمانوں کے جو خود باہوش وحواس ہوتے ہوئے بھی ان ننگے بدن اور بے دین لوگوں کو ولی مانتے ہیں۔ان کے ہاتھ پاؤں دباتے ہیں۔ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔اور نہ معلوم انہیں کیا اور کیا مانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمانوں کو جہالت وگمراہی سے محفوظ فرمائے۔کہاں مقام ولایت اور کہاں یہ اسلامی تعلیمات نظافت و پاکیزگی کا منہ چڑانے والے دیوانے۔(۳۴۶)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اولیاء الرحمٰن اور اولیاء شیطان کے مابین فرق کے موضوع پر لکھی گئی اپنی بے نظیر کتاب **"الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان"** میں لکھا ہے کہ:

> ''بندہ اللہ کا ولی اسی وقت ہوسکتا ہے۔جبکہ وہ مومن ومتقی ہو،اور جو شخص نیکیاں کئے بغیر اور برائیاں چھوڑے بغیر اللہ کا تقرب ڈھونڈے وہ اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔
>
> اور ایسے ہی دیوانہ و پاگل بھی ولی نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اس کا نہ ایمان صحیح ہے،اور نہ ہی اس کی عبادتیں صحیح ہیں۔اور درجہ ولایت کے حصول کے لئے یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔جس دیوانے کو کبھی افاقہ نہ ہو وہ مرفوع القلم ہے۔اور تمام احکام سے معذور ہے۔''

اور اس سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا اشارہ ان احادیث کی طرف ہے جن میں دیوانے کو معذور قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد اور نسائی،ابن ماجہ،ابن حبان،دارمی،مسند احمد،مستدرک حاکم اور المنتقیٰ بن

(۳۴۶) اصلاح المساجد ص ۲۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجارود میں مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الْمُبْتَلٰی حَتّٰی یَبْدَأَ (وَفِیْ رِوَایَةٍ) وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ (وَفِیْ لَفْظٍ) اَلْمَعْتُوْهِ حَتّٰی یَعْقِلَ اَوْ یُفِیْقَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَکْبُرَ (وَفِیْ رِوَایَةٍ) حَتّٰی یَحْتَلِمَ)) (۳۴۷)

''تین آدمیوں سے قلم (گناہ وثواب) اٹھالیا گیا ہے۔ سویا ہوا، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔ پاگل جب تک اسے افاقہ نہ ہو جائے۔ اور بچہ جب تک کہ بالغ و جوان نہ ہو جائے۔''

ایسے ہی ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، مستدرک حاکم و مسند احمد اور بیہقی میں چار مختلف طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جن میں سے اگرچہ تین طرق پر کلام کیا گیا ہے۔ لیکن ایک طریق صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور دوسرے طرق اسی کے موید ہیں۔ لہٰذا کبار محدثین نے ان کے مجموعے پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ ان میں سے صحیح طریق کے الفاظ ہیں:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰی عَقْلِهٖ حَتّٰی یُفِیْقَ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ)) (۳۴۸)

''تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ دیوانے سے جب تک کہ اسے

---

(۳۴۷) صحیح ابی داؤد ۳۶۹۸۔ صحیح نسائی ۳۲۱۰۔ ابن ماجہ ۲۰۴۱۔ ابن حبان الموارد ۱۴۹۶۔ مسند احمد ۱/۱۰۱، ۱۰۸۔ الارواء ۲/۴۔ صحیح الجامع ۳/۲/۱۷۹۔ نصب الرایہ ۴/۱۶۱، ۱۶۲

(۳۴۸) صحیح ابی داؤد ۳/۸۳۲۔ صحیح الترمذی ۱۱۵۰۔ ابن ماجہ ۲۰۴۲۔ صحیح الجامع ۱۲، ۱۳، ۳۵۱۴۔ ابن حبان ۱۴۹۷۔ الحاکم ۱/۲۵۸ حوالہ بالا ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افاقہ نہ ہو جائے۔ اور سوئے ہوئے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے۔ اور بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔''

ان دونوں صحابہ کے علاوہ اسی مفہوم و معنی کی متعدد احادیث متعدد دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ثوبان، حضرت ابن عباس اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ جن کی اسناد متکلم فیہ ہیں۔ اور ان کی تخریج حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد جلد سوم جزء ششم ص ۲۵۴ پر۔ اور علامہ زیلعی نے نصب الرایہ جلد چہارم ص ۱۶۴، ۱۶۵ پر کردی ہے۔

غرض ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس دیوانے کو کبھی بھی افاقہ نہ ہوتا ہو وہ تو مرفوع القلم یا معذور ہے۔ اور اگر کسی کو کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو افاقہ کی حالت میں اگر اس سے کفر، نفاق یا گناہ سرزد ہوا ہو تو وہ بھی کافر، منافق یا فاسق ہوگا۔

البتہ اگر یہ دیوانگی کے عالم میں صادر ہوں تو پھر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور ایسی حالت میں ایسا کوئی شخص ولی بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ درجہ ولایت کو پانے کے لئے روحانی و جسمانی اور کپڑوں کی صفائی و ستھرائی کے ساتھ ساتھ افعال خیر و افعال صالحہ اور ایمان کامل و عقیدہ صحیحہ بنیادی عنصر ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی ولایت کا دعویٰ کرے اور فرائض کی ادائیگی اور محارم و ممنوعات سے اجتناب نہ کرے بلکہ اس کے برعکس افعال کا ارتکاب کرے۔ اور ساتھ ہی کوئی دعویٰ بھی کرے۔ کہ اس پر نبی اکرم ﷺ کی پیروی ضروری نہیں۔ بلکہ وہ ایسی منازل سے آگے گزر چکا ہے۔ تو ایسا شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، نہ کہ ولی اللہ۔ مزید تفصیل کے لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الفرقان بین الیاء الرحمن و اولیاء الشیطان'' دیکھی جاسکتی ہے۔

ایسے مجذوب لوگوں کو ولی ماننا صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں کو مساجد کے حجروں یا برآمدوں میں جگہ دینی چاہئے۔ تاکہ مساجد و احترام مجروح نہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد میں بلیاں چھوڑنا

اور یہ لوگ چاہے دیوانے ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی انسان تو ہوتے ہیں۔ حیرت تو ہمارے ان بھائیوں (لوگوں) پر ہے۔ جو مساجد میں موذی قسم کی بلیاں چھوڑ آتے ہیں یہ بعض علاقوں میں مشاہدہ میں آنے والی بات بھی ہے۔ اور بعض اہل علم نے بھی اپنی کتب میں یہ حیرت ناک بات لکھی ہے۔ چنانچہ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں لکھا ہے کہ:

''پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں یعنی مساجد کی توقیر واحترام کیا کرتے تھے۔ اور انہیں نامناسب اشیاء سے پاک وصاف رکھتے تھے۔ لیکن اب معاملہ مختلف ہے۔ موجودہ دور میں لوگ مسجدوں میں بلیوں کو جگہ دیتے ہیں۔ جن سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مسجد میں گندگی پھیلتی ہے۔ اور مسجد میں بلیوں کے گندگی پھیلانے کی طرف توجہ دیئے بغیر کسی کے گھر میں موذی قسم کی بلی ہو تو وہ سیدھا اسے مسجد میں چھوڑ آتا ہے۔'' (۳۴۹)

مجذوب و مجنون آدمی اور بلی یا کسی بھی جانور کو مسجد میں داخل کرنے کو امام نوویؒ کے حوالہ سے علامہ زرکشیؒ نے بھی مکروہ لکھا ہے۔ (۳۵۰)

پاگل اور دیوانے چاہے کچھ لوگوں کے نزدیک ولی ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں۔ وہ اور جانور مسجد کے تقدس و احترام کا پاس نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا متولیان مساجد کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ انہیں مساجد سے دور رکھیں۔ اور کسی کو اگر احترام آدمیت و انسانیت کا پاس کرنے کی توفیق ہو تو بے آسرا و بے سہارا دیوانوں کے

(۳۴۹) بحوالہ اصلاح المساجد ص ۲۲۵

(۳۵۰) اعلام الساجد ص ۳۱۲، ۳۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے گاؤں یا شہر کے اہل محلہ کو ساتھ ملا کر انہیں یعنی دیوانوں کو کسی ہسپتال میں داخل کروایا جائے۔ جہاں ان کا علاج بھی ہو۔ اور لوگ ان کے شر سے اور مساجد ان کی غلاظت پھیلانے سے بھی محفوظ رہیں۔ وہ لوگ قابل رحم ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں۔ کہ انہیں مساجد میں چھوڑ دیا جائے۔ یہ فعل تقدس و احترام مسجد کے سراسر منافی ہے۔ اور یہی معاملہ بلیوں کا بھی ہے۔

اور یہاں ہم ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مجذوبوں، دیوانوں اور بلیوں وغیرہ کو مساجد سے دور رکھنا محض اس لئے ہے کہ یہ گندگی کا باعث بنتے ہیں۔ اور یہ بات تقدس و احترام مسجد کے منافی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بعض احادیث بھی ہیں۔ لیکن وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہیں۔ جیسا کہ بعض احادیث مساجد میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ مثلاً حضرت ابوالدرداء، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً طبرانی کبیر، الخلافیات بیہقی اور مصنف عبدالرزاق میں، اور ابن ماجہ میں حضرت واثلہؓ سے مرفوعاً اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مکحول سے مرسلاً مروی ہے۔ اس میں ہے:

(جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَ مَجَانِيْنَكُمْ وَ شِرَارَكُمْ وَ بَيْعَكُمْ وَ خُصُوْمَاتِكُمْ وَاَصْوَاتِكُمْ وَ سَلَّ وَ سُيُوْفِكُمْ وَ اِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ) (۳۵۱)

"اپنی مسجدوں کو بچوں، دیوانوں، برے لوگوں، خرید و فروخت کے جھگڑوں آوازوں کے شور، ننگی تلواروں اور نفاذ حدود سے بچاؤ۔"

اس کے بارے میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ مرسل اور ایک طریق سے مرفوع

(۳۵۱) ضعیف ابن ماجہ ۱۹۴، ص ۵۹۔ ضعیف الجامع حدیث ۲۶۳۵۔
الارواء ۳۶۱/۷۔ بحوالہ ضعیف ابن ماجہ

(۳۵۲) مجمع الزوائد ۲۹،۲۸/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ضعیف ہے۔ (۳۵۲)

اور مکحول کے طریق سے ہی ایک روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً معجم طبرانی میں مروی ہے۔ جس میں ہے:

(جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَحُدُوْدَکُمْ وَ شِرَاءَ کُمْ وَ بَیْعَکُمْ) (۳۵۳)

''مساجد کو بچوں، جھگڑوں، نفاذ حدود اور بیع وشراء سے بچاؤ۔''

اس حدیث میں دیوانوں کا تو ذکر ہی نہیں، ویسے بھی مکحول کا حضرت معاذؓ سے حدیث سننا ہی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہ ہوئی۔ (۳۵۴)

بچوں کو مسجد میں لے جانا

انہی (مذکورہ) احادیث کی بناء پر بعض اہل علم نے بچوں کو اور خصوصاً جو پاک وناپاک کی تمیز نہیں رکھتے۔ انہیں مسجد میں لے جانے کو مکروہ لکھا ہے۔ لیکن یہ احادیث ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان کی بناء پر تو یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر مسجد میں بچے کو لے جانا ہی ہو تو اسے پورا ساتر لباس پہنائیں اور پیشاب و پاخانہ کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کریں۔ پیمپر وغیرہ باندھیں۔ جیسا کہ نماز کے لئے ضروری لباس کے موضوع میں بھی یہ بات ذکر کی جا چکی ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کا اپنی نواسی امامہ بنت زینبؓ کو کندھے پر اٹھا کر نماز پڑھانا، بچوں کے مسجد میں لے جانے کے

(۳۵۳) معجم طبرانی کبیر بحواله مجمع الزوائد ۱/۲/۲۹

(۳۵٤) مجمع الزوائد ایضاً

(۳۵۵) بخاری ۵۱٦، ۵۹۹٦ـ مسلم مع نووی ۳/۵/۳۱، ۳۲ـ
صحیح ابی داؤد ۸۱۱، ۸۱۲ـ صحیح نسائی ٦۸۷ـ
موطا امام مالك ۱/۱۷۰، ۱۸۰ـ الفتح الربانی ٤/۱۱۹، ۱۲۰ـ
شرح السنه ۳/۲٦۳ـ الارواء ۳/۱۰٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواز کی دلیل ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ واقعہ کتب حدیث میں بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی، ابی عوانہ واحمد اور سنن بیہقی میں آیا ہے۔ (۳۵۵)

ایسے ہی صحیح بخاری، ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنا چاہتا ہوں:

(فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ)

''پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں۔''

لہٰذا میں نماز ہلکی پڑھا دیتا ہوں، تاکہ بچے کی ماں کے لئے باعث مشقت نہ بنوں۔ (۳۵۶)

یہ حدیث بھی دلیل جواز ہے۔ لیکن حفاظتی تدابیر واجب ہیں، تاکہ مسجد میں گندگی پیدا نہ ہونے پائے۔

مسجد کو بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب و مدرسہ بنانا:

بچوں کو مسجد میں داخل کرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں جو احادیث ذکر کی جا چکی ہیں۔ انہی کو پیش نظر رکھ کر بعض اہل علم نے یہ کہا ہے۔ کہ بچوں کی تعلیم کے لئے بھی مسجد کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ احادیث ضعیف ہیں۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ بدرالدین زرکشی نے ''اعلام الساجد'' میں لکھا ہے کہ:

''کسی خاص ضرورت کے بغیر پاک و ناپاک میں تمیز نہ کر سکنے والے بچوں کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ان سے مسجد میں نجاست

(۳۵۶) بخاری ۲/۲۳۶ حدیث ۷۰۷۔ مسلم مع نووی ۲/۴/۱۸۷۔
صحیح ابی داؤد ۷۰۸۔ صحیح نسائی ۷۹۵۔ سنن ابن ماجہ ۹۹۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیلانے کا خدشہ رہتا ہے۔''

اور امام نووی رحمہ اللہ نے ''روضۃ الطالبین'' میں تو بچوں اور دیوانوں کے مسجد میں داخلے کو مطلقاً ممنوع لکھا ہے۔

البتہ صحیح مسلم کی شرح میں اسے جائز قرار دیا ہے۔(۳۵۷)

اور یہ تو مطلق دخول کی بات ہوئی جب کہ اس سلسلہ میں احتیاطی تدابیر کے ساتھ جواز کا پہلو راجح ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھنے اور لمبی نماز کے ارادے کے باوجود کسی بچے کی آواز سن کر نماز ہلکی پڑھ لینے کے عمل نبوی کا یہی تقاضا ہے۔

اب رہا معاملہ مسجد کو مکتب و مدرسہ بنا لینے کا تو اس سلسلہ میں علامہ جمال الدین قاسمی نے ''اصلاح المساجد'' میں لکھا ہے کہ:

''یہ صرف اسی صورت میں جائز ہے۔ جب کہ کوئی مسجد غیر آباد ہو اور نماز و عبادت کے لئے وہاں کوئی نہ آتا ہو۔ ان کے نزدیک نمازیوں اور عبادت گزاروں سے آباد مسجد میں قرآن پڑھانے ،لکھائی اور پڑھائی، ابتدائی امور سکھلانے کا مدرسہ کھول بیٹھنے سے مسجد کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔'' (۳۵۸)

اور علامہ زرکشی نے قفال سے ذکر کیا ہے، کہ جب ان سے مسجد میں بچوں کی تعلیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

''چھوٹے بچے زیادہ تر مسجد کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں منع کرنا جائز ہے۔''

اور امام قرطبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، کہ بعض علماء نے مسجد میں بچوں کی

(۳۵۷) اعلام الساجد ص ۳۱۲، ۳۱۳۔ و شرح نووی ۲/۴/۱۸۷، ۳/۵/۳۱

(۳۵۸) اصلاح المساجد ص ۲۱۸، ۲۱۹، اردو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کو منع کہا ہے۔ اور انہوں نے اسے خرید و فروخت کے ضمن میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ تو تب ہے کہ جب مسجد میں تعلیم دینے والا اس کی باقاعدہ تنخواہ لیتا ہو۔ اور اگر کوئی اجرت کے بغیر پڑھائے تو اسے بھی انہوں نے جائز قرار نہیں دیا۔ اور یہ اس لئے کہ بچوں سے مسجد میں غلاظت و گندگی پھیلنے کا خدشہ موجود رہتا ہے۔ اور یہ مسجد کی صفائی و ستھرائی کے منافی ہے۔ جب کہ مسجدوں کی نظافت اور صفائی و ستھرائی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور آگے انہوں نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جو ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔ (۳۵۹)

اور بعض دیگر اہل علم نے بھی بچوں کی تعلیم کی ممانعت والوں کا قول ذکر کیا ہے۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ بچوں کو تعلیم دینے کے لئے بھی آواز بلند کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ بچوں کا شور بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی بعض علماء نے ممنوع کہا ہے۔

غرض اس تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے، کہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں لے جانے سے پرہیز کیا جائے۔ یا پھر ساتر لباس اور ضروری احتیاط کر کے لے جائیں۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ لوجہ اللہ مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھانا چاہے تو اس کے پاس پڑھنے کے لئے صرف ان بچوں کو بھیجا جائے، جو کچھ سمجھدار ہوں۔ اور پاک و ناپاک کی تمیز رکھتے ہوں۔ اور ویسے بھی مسجد میں یا مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایسے ہی بچوں کو بھیجا جاتا ہے۔

اور اب رہیں وہ بعض خواتین جو مسجد قریب ہونے کا فائدہ اٹھانے کے لئے جب چھوٹے بچوں کے شور و شغب اور توڑ پھوڑ سے تنگ آ جاتی ہیں، اور صبح نہیں تو عصر کے بعد والے حصہ میں اپنے ان بچوں یا بچیوں کو بھی بڑی اولاد کے ساتھ ہی مسجد میں بھیج دیتی ہیں۔ جنہوں نے نہ کچھ پڑھنا ہوتا ہے نہ لکھنا۔ اور ان خواتین کا

---

(۳۵۹) اعلام الساجد ص ۳۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال یہ ہوتا ہے، کہ چلیں کچھ وقت یہ باہر جا کر (مسجد میں) ہی گزار آئیں گے تو تھوڑی دیر کے لئے ذرا ہم سستالیں گے۔ اور قدرے سکون رہے گا۔

ایسی خواتین کو خاص طور اپنے اس رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس کا تقدس واحترام اور آداب ہیں۔ وہ کوئی گراؤنڈ تو ہے نہیں کہ چاہے کسی بھی عمر کے بچے کھیل کود آئیں۔ ہاں جو بچے سمجھدار اور قرآن پاک پڑھنے یا سیکھنے کی عمر کے ہیں۔ انہیں بھیجنے میں کوئی حرج نہیں، خصوصاً جب کہ معلم یا حافظ وقاری مسجد میں تعلیم پر اجرت نہ لیتا ہو۔ جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالے سے بعض علماء کا قول ذکر کیا گیا ہے۔

بچوں کا مسجد میں آنا یا لانا:

نماز کے لئے ضروری لباس کے ضمن میں بھی بچوں کو مسجد میں لانے کے لئے ضروری تدابیر ذکر کی جا چکی ہیں۔ اور آداب مسجد کے ضمن میں یہ تو ذکر ہو گیا ہے، کہ بعض اہل علم نے بچوں کو مسجد میں لانے اور مسجد میں ان کے لئے مکتب و مدرسہ کھولنے سے اختلاف کیا ہے۔

اور بعض دیگر نے کہا ہے کہ اگر دوسرا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو، تو بوقت مجبوری بچوں کے مسجد میں پڑھنے کی رعایت ہونی چاہئے۔ ہاں اگر دوسرا انتظام ممکن ہو تو پھر مسجد کو بچوں کے شور شغب وغیرہ سے بچایا جائے۔ (۳۶۰)

اور مطلق بچوں کے مسجد میں آنے یا لانے کے جواز کے دلائل پر مبنی بعض احادیث بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جب کہ اس سلسلہ میں استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب کا ایک فتویٰ بھی ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں شائع ہوا

(۳۶۰) جدید فقہی مسائل ص ٦٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جو سوال جواب سمیت ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

کیا بچے مسجد میں آسکتے ہیں؟

سوال : رمضان المبارک میں خصوصاً افطاری کے وقت چھوٹے بچے مسجد میں آجاتے ہیں۔ اور کچھ حضرات ساتھ لے آتے ہیں۔ کچھ بچے جن میں اکثر کا روزہ نہیں، نماز سے پہلے ہی گھر لوٹ جاتے ہیں۔ بقایا نماز کے دوران عموماً مسجد میں دوڑ بھاگ کرتے، باتیں اور شرارتیں بھی کرتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی وغیرہ، کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر بچوں کو منع کریں گے تو بڑے ہو کر مسجد میں نہیں آئیں گے، برائے نوازش ارشاد فرمائیں کہ کتنی عمر کے بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانا چاہئے؟

(حدیث خیر الانام کے مطابق جیسے کہ اکثر علماء حضرات سے سنا ہے کہ سات سال کی عمر کے بچے کو نماز کی ترغیب دیں۔ دس سال کا ہو جائے تو نہ پڑھنے پر ماریں۔) مسجدیں ہی امن کی جگہ ہیں، اگر مسجد میں ہی خشوع والی نماز نصیب نہ ہو تو کہاں جائیں۔ کیونکہ بچوں کی وجہ سے جیسے اوپر ذکر کیا ہے۔ توجہ ہٹ جاتی ہے۔ بعض یہ حوالہ بھی دیتے ہیں، کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ جب کہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت چار سال تھی وہ مسجد میں آئے تو نبی اکرم ﷺ نے منبر سے اٹھ کر ان کو گود میں لیا۔ اس حوالہ سے بچوں کو مسجد میں لانے یا آنے کا جواز نکلتا ہے۔

الجواب بعون الوهاب : بلا قید عمر کے چھوٹے بچوں کو مسجد میں آنا یا لانا درست فعل ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔ بوقت سجدہ اسے بٹھا دیتے اور جب قیام کے لئے اٹھنے لگتے تو اٹھا لیتے۔ (۳۶۱)

(۳۶۰) بخاری باب اذا حمل جاریة صغیرة علی عنقه فی الصلوٰة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وَعَلٰى جَوَازِ اِدْخَالِ الصِّبْيَانِ فِي الْمَسَاجِدِ) (٣٦٢)

''یعنی اس حدیث میں بچوں کو مسجد میں لانے کا جواز ہے۔''

نیز صحیح مسلم میں راوی کا بیان ہے:

(رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةَ عَلٰى عَاتِقِهٖ)

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی امامت کرواتے دیکھا۔ اور امامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار تھی۔''

اور سنن ابی داؤد میں راوی کے شک کے ساتھ نماز ظہر یا نماز عصر کا ذکر موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی کے لئے محل و مقام مسجد ہے۔ انہی طرق کے پیش نظر حافظ موصوف نے مذکور نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ ایک بچہ عمرو بن سلمہ قرأت میں امتیازی حیثیت کی بناء پر بعمر چھ یا سات سال عہد نبوی میں اپنی قوم کا امام تھا۔ (٣٦٣)

واقعہ ہذا سے ظاہر ہے کہ امامت کا شرف موصوف کو مسجد میں ہی حاصل ہوتا تھا۔ اور پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صغر سنی کے باوجود جماعت میں شرکت فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ اپنی سواری کو منیٰ میں چرنے کے لئے چھوڑ کر خود جماعت میں شریک ہو گیا تھا۔

امام بخاریؒ نے اس سے اور دیگر روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ بچوں کا وضو، جماعت میں شرکت، عیدین، جنائز اور صفوں میں موجودگی سب ثابت شدہ امور ہیں۔ جن میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ (٣٦٤)

---

(٣٦٢) فتح الباری ١/٥٩٢ (٣٦٣) بخاری ٢/٦١٥،٦١٦

(٣٦٤) [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید آنکہ ایک دفعہ آپ ﷺ عشاء کی نماز سے لیٹ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

(نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ)

''یعنی عورتیں اور بچے سو گئے۔''

اسکی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

(اَیُ اَلْحَاضِرُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ) (۳۶۵)

''یعنی وہ مسجد میں موجود تھے۔''

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مسجد میں آمد و رفت متعدد احادیث میں مصرح ہے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد وغیرہ۔

ایک اور صحیح روایت میں فرمان رسول ﷺ ہے۔ کہ میں بچے کا رونا سن کر نماز ہلکی کر دیتا ہوں کہ کہیں یہ امر بچے کی والدہ پر گراں نہ گزرے۔ اسی طرح حدیث (مروا اولادکم بالصلوٰۃ اذا بلغوا سبعا ....) سے بھی مسجد میں بچوں کی آمد مترشح ہے۔ دوسری طرف محدثین کرام نے چار پانچ سال کے بچہ کا سماع حدیث بھی قابل اعتبار سمجھا ہے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ اسے عام مجلس میں آنے کی اجازت ہو۔ اس میں مسجد بھی شامل ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

(اِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ)

''یعنی مسجدیں جس کام کے لئے بنائی گئی ہیں۔ وہی کام ان میں ہونا چاہئے۔''

زیر حدیث کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں:

---

(۳۶۵) فتح الباری ۴۸/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ مَعْنَاهُ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَالْعِلْمِ وَالْمُذَاكَرَةِ فِي الْخَيْرِ وَ نَحْوِهَا ﴾

''یعنی (اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ) مساجد اللہ کی یاد، نماز، تعلیم و تعلم اور امور خیر میں گفتگو کے لئے بنائی گئی ہیں۔''

لہٰذا عام حالات میں کسی کو حق نہیں کہ بچوں کو مسجد آنے سے روکے۔ البتہ بچے اگر شریر قسم کے ہوں جس سے احترام مسجد اور آداب مسجد مجروح ہوتا ہو تو بطور تادیب ان کے خلاف مناسب کاروائی ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں بچوں کو کھیل کود پر درے لگائے تھے۔ ایک روایت میں ہے:

﴿ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ ﴾ (۳۶۶)

''یعنی اپنی مسجدوں کو بچوں سے بچاؤ۔''

حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ:

﴿ لِاَنَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِ وَلَا يُنَاسِبُهُمْ ﴾

''کیونکہ وہ کھیل کود کرتے ہیں۔ اور وہ ان کے مناسب نہیں۔''

تاہم مہذب اور مودب بچوں کو بلا روک ٹوک مسجد میں آنے کی اجازت ہے۔ لہو ولعب اور شور وغل کرنے والوں کا محاسبہ ایک لازمی امر ہے۔ تاکہ مسجد کی طہارت و پاکیزگی میں فرق نہ آنے پائے۔ (۳۶۷)

(۳۶۶) اسنادہ ضعف فتح الباری ۱/۵۴۹

(۳۶۷) ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔ جلد ۴۳ شمارہ ۴۸۔ بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد سے جلوس نکالنا

اور آداب مسجد کے خلاف امور وافعال میں سے ہی ایک یہ بھی ہے۔ کہ بعض لوگ سال کے مختلف مواقع پر اپنے مریدوں اور خلفاء یا حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور پھر منظّم صورت میں جلوس نکالتے ہیں۔ جھنڈے لہراتے ہوئے، اور بعض جگہوں پر ڈھول وغیرہ بجاتے ہوئے پہلے ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور پھر منظّم صورت میں وہاں سے چلتے ہیں۔ اور ان جلوسوں میں بعض ایسے غیر شرعی امور بلکہ صریح بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ کہ جن کا دین اسلام اور اس کی تعلیمات سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی بعض حرکتیں تو ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر کم عقلوں کو ہنسی اور عقلمندوں کو رونا آتا ہے۔

ان لوگوں نے اپنے لئے جو راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ خود ان کی زبان کے مطابق تو اس میں اخلاص، تنہائی سے محبت، لوگوں سے دوری، بیہودہ کلام سے اجتناب و پرہیز ہمیشہ ذکر وفکر میں مصروفیت، شب بیداری کرنا، تہجد پڑھنا، لوگوں سے بے نیاز رہنا اور سنت نبوی کا اتباع کرنا واجبات میں سے ہے۔ لیکن عملی طور پر ان اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

سنتوں کی جگہ بدعات نے لے لی ہے۔ اور شریعت، خواہشات نفس کی بھینٹ چڑھادی گئی ہے۔ ان کے لکھے ہوئے یا زبانی اصولوں اور ان کے عملی کردار کا موازنہ کر کے تو دیکھئے۔ بات کھل کر سامنے آجائے گی۔

کہاں ان کی یہ حرکتیں اور کہاں باطن کی صفائی و اخلاص؟ کہاں لوگوں سے دوری وگمنامی کا دعویٰ اور کہاں ان کے یہ نمائشی ہتھکنڈے کہاں ذکر وفکر اور تواضع، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہاں گھوڑوں پر سوار ڈھول تاشے کے ساتھ چلنا، کہاں لوگوں سے دوری و بے نیازی کے دعوے، اور کہاں دنیوی معاملات میں مزاحمت، کہاں ریا کاری و دکھلاوے سے دوری کے اعلانات، اور کہاں ہزاروں، لاکھوں کے ساتھ لچکتے مٹکتے چلنا؟ ان امور و افعال کے ہوتے ہوئے ارشاد و سلوک اور پیر و شیخ کی بات کے کیا معنے؟

لگتا ہے کہ یہ سب دنیوی مفاد اور معاشی منفعت کے لئے کیا جاتا ہے۔ طبلے کی تھاپ پر ان کا جھومنا، بھنگڑے اور دھمالیں ڈالنا، بلکہ رقص کرنا اور چیخ و پکار مچانا غیر مسلم لوگوں کے دلوں پر کتنی غلط تصویر ثبت کرتا ہے۔ انہیں تو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی عبادت خشوع و خضوع اور انتہائی اطمینان و سکون سے ہوتی ہے۔

لیکن بظاہر اہل صفا لیکن درحقیقت اہل ہوس و ہوا کو ناچتے، جھومتے دیکھتے ہیں تو کیا سوچتے ہوں گے۔ ہمارے لوگوں کے ایسے افعال غیر مسلموں کو دین اسلام سے متنفر کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ اور کچھ بھی نہ ہو تو علماء، تاریخ و سیرت نے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کا ایک ایک لمحہ محفوظ کر رکھا ہے۔ کیا ان میں کسی نے یہ افعال دیکھے ہیں۔ آپ ﷺ کے تمام افعال و ارشادات اور حرکات و سکنات مدون ہیں۔ کیا ان میں ایسی کسی بات کا سراغ ملتا ہے؟ خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور آئمہ کرام رحمہم اللہ حتی کہ متقدمین صوفیاء کا عمل ہمارے سامنے ہے۔ کیا ان میں سے کسی نے کبھی ایسا کیا تھا۔ اور پھر وہ بھی مسجد کے حوالے سے، ہرگز نہیں یہ ان مسعود و میمون ادوار کے بعد کی ایجادات و اختراعات ہیں۔ لہٰذا ایسے جلوسوں میں شریک ہونے اور ان کی رونق بڑھانے سے بچنے میں ہی عافیت ہے۔ (۳۶۸)

(۳۶۸) مختصر از اصلاح المساجد ص ۲۶۷، ۲۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا

مسجد اور خصوصاً نماز کے آداب میں سے ہی ایک ادب یہ بھی ہے، کہ نماز کے دوران یا نماز کے انتظار کی خاطر مسجد میں بیٹھے ہوئے یا گھر سے وضو کر کے مسجد جاتے ہوئے کسی بھی مقام پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ یہ فعل ممنوع و مکروہ ہے۔ اور احادیث میں اس کی ممانعت کے کئی دلائل موجود ہیں ۔ مثلاً سنن دارمی و مستدرک حاکم اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے دو طرق سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِذَا تَوَضَّأَ اَحُدُکُمْ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ اَتَی الْمَسْجِدَ کَانَ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰی یَرْجِعَ فَلَا یَفْعَلُ هٰکَذَا وَ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ) (۳۶۹)

''تم میں سے کوئی شخص جب اپنے گھر میں وضو کر کے اور مسجد میں آئے تو واپس گھر لوٹنے تک وہ گویا نماز میں ہی ہے۔ لہٰذا اس دوران یوں مت کرے اور پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔''

ایسے ہی دارمی و طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۳۶۹) دارمی ۱/۳٤۸۔ تحقیق در مصطفی دیك البغاء طبع دار القلیم دمشق۔
صحیح ابن خزیمه ۱/۲۲۷تا ۲۲۹۔ الارواء ۲/۱۰۱، ۱۰۲ و صححه۔
صحیح الجامع ۱/۱/۱۸۱۔ صحیح الترغیب ۱/۱۹۰، ۱۹۱۔
المعارف الصحیحه ۳/۲۸٤۔ تحقیق المشکوٰة ۱/۳۱٤

(۳۷۰) صحیح الجامع ٤٤٦۔ والصحیحه حدیث ۱۲۹٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ لِلصَّلٰوۃِ فَلَا یُشَبِّکْ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ ﴾ (۳۷۰)

''تم میں سے جب کوئی نماز کے لئے وضو کرے تو پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے۔''

اسی طرح ابوداؤد و ترمذی، نسائی، وابن ماجہ، مسند احمد و طیالسی اور سنن دارمی اور بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یُشَبِّکَنَّ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ فَاِنَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ ﴾ (۳۷۱)

''جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے ارادے سے نکلے تو وہ اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے، کیونکہ وہ گویا نماز میں ہی ہے۔''

اور اسی سلسلہ میں ہی سنن ابی داؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سالمؒ سے مروی ہے۔ کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر نماز پڑھنے والے شخص کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

﴿تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ﴾ (۳۷۲)

''یہ تو ان لوگوں کی نماز کا طریقہ ہے، جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔''

---

(۳۷۱) صحیح ابی داؤد ۵۲۶۔ صحیح الترمذی ۳۱۶۔ ابن ماجہ ۹۶۷۔ الفتح الربانی ۸۹/۴۔ صحیح ترغیب ۱۹۱/۱۔ الارواء ۹۹/۲، ۱۰۲۔ منتقیٰ مع نیل ۳۳۰/۲/۱۔ مسند احمد ۲۴۱/۴۔ دارمی ۳۲۷/۱۔ صحیح الجامع ۴۴۶۔ الصحیحہ ۱۲۹۴

(۳۷۲) بحوالہ الارواء ۱۰۲/۲، ۱۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک حدیث میں ہے:

(اِنَّ التَّشْبِيكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَزَالُ فِي صَلوٰةٍ مَادَامَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْهُ) (۳۷۳)

''یہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا شیطانی فعل ہے۔ اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں رہے وہ نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔ جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائے۔''

اور ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں ایک حدیث میں ہے:

(اَنْتَ فِي صَلوٰةٍ مَاانْتَظَرْتَ الصَّلوٰةَ) (۳۷۴)

''تم جب تک نماز کے انتظار میں رہو گے، تم ایسے ہی ہو گے جیسے نماز ہی پڑھ رہے ہو۔''

ان ارشادات نبویہ سے پتہ چلتا ہے کہ گھر سے نکلنے سے لے کر مسجد سے نکلنے تک کسی بھی موقع پر ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جب تک کوئی شخص کسی نماز کے انتظار میں مسجد میں ہی بیٹھا رہے۔ اس کے لئے اتنا ثواب لکھا جاتا ہے۔ جتنا کہ اس کے لئے لکھا جاتا ہے جو اس عرصہ میں نماز ہی میں مشغول رہے۔ اسی لئے اس عرصہ میں اِس فعل کو ممنوع و مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

---

(۳۷۴) الفتح الربانی ٤/٨٨۔ وقال سندہ جید۔ صحیح ابی داؤد ٤٤٦۔ صحیح ترمذی ٢٧١۔ ابن ماجہ ٧٩٩

(۳۷۳) انظر اعلام الساجد ص ٣٣٢۔ نیل الاوطار ١/٢/٣٣٤۔ واشار الیہ الالبانی تحقیق المشکوٰۃ ١/٣١٤۔ مسند احمد ٢/٤٢، ٥٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراہت یا ممانعت کی حکمتیں:

اس فعل کے مکروہ قرار دیئے جانے کی حکمت کے بارے میں پانچ مختلف اقوال ملتے ہیں:

پہلا : یہ کہ ایک کارِ عبث یا لایعنی فعل ہے۔

دوسرا: یہ کہ یہ اختلاف سے مشابہت رکھنے والا فعل ہے۔

تیسرا : یہ کہ اس میں شیطان سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث گزری ہے۔

چوتھا : یہ کہ یہ انداز خشوع و خضوع کے منافی ہے۔

پانچواں: یہ کہ اس طرح نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور وضو ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے ''ریاض الصالحین'' میں لکھا ہے:

''اگر کوئی شخص اپنے گھٹنوں کے گرد باہیں ڈال کر، انگلیوں میں انگلیاں پھنسائے گوٹھ مار کر بیٹھے گا تو نیند آجائے گی۔ لہٰذا اس سے ایک تو یہ کہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور دوسرا نقصان یہ بھی ہوگا کہ اگر جمعہ کے دن دورانِ خطبہ ایسے بیٹھے گا تو نیند سے وضو کا ٹوٹنا تو ایک طرف وہ خطبہ بھی نہ سن پائے گا۔ جو کہ خسارے کا سودا ہے۔'' (۳۷۵)

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی چار صورتیں:

اور علامہ بدر الدین الزرکشی نے متاخرین علماء سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں

(۳۷۵) دیکھئے ریاض الصالحین ص ٦٣٨۔ اعلام الساجد ص ۳۳٤۔
فتح الباری ۱/٥٦٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے انگلیاں ڈالنے کو چار صورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں سے :

پہلی صورت :

یہ ہے کہ انسان نماز کی حالت میں ہو اور دوران نماز ہی اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالے، اس صورت کی ممانعت و کراہت ذکر کی گئی احادیث میں بالصراحت موجود ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

دوسری صورت :

یہ ہے کہ آدمی مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو یا پھر گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف جانے اور نماز پڑھنے کا ارادہ ہو۔ تو یہ بھی ہر دو صورتوں میں نمازی کے حکم میں شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت کے ہر دو پہلوؤں میں بھی انگلیاں ڈالنا ممنوع فعل ہے۔ اور اس کی ممانعت بھی سابقہ الذکر احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

تیسری صورت :

یہ ہے کہ انسان مسجد میں تو ہو۔ لیکن نہ تو وہ ابھی کوئی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھے۔ اور نہ ہی کسی دوسری نماز کے انتظار میں ہو۔ بلکہ نماز سے فارغ ہو کر نکلنے سے پہلے ویسے ہی مسجد میں کسی وجہ سے رکا ہوا ہو۔ تو اس کے لئے گنجائش موجود ہے، کہ وہ انگلیوں میں انگلیاں ڈال لے۔ یہ جائز تو ہے۔ اگرچہ پرہیز ہی بہتر ہے۔ اور اس کے جواز پر دلالت کرنے والی احادیث بھی آگے چل کر ہم ذکر کرنے والے ہیں۔

چوتھی صورت :

یہ ہے کہ مسجد سے باہر کہیں ہو اور نماز کے لئے مسجد کی طرف بھی نہ آنے والا ہو، تو اس مطلق صورت میں بھی اس کی اباحت اور عدم کراہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو بالا ولیٰ ہے۔ (۳۷۶)

اور چار مختلف صورتوں پر مشتمل اس تقسیم کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا ہے، کہ دو مختلف قسم کی احادیث میں جو بظاہر تضاد و تعارض بنتا نظر آتا ہے۔ کہ بعض میں جواز اور بعض میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ تو اس تقسیم سے وہ سارا تضاد و تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

خواتین کے لئے حکم:

اور یہ معاملہ کوئی صرف مسجد میں جا کر نمازیں پڑھنے والے مردوں کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ بلکہ اس فعل کی کراہت و ممانعت جہاں مردوں کے لئے ہے۔ وہیں عورتوں کے لئے بھی ہے۔ وہ مسجد میں نہیں آتیں تو کم از کم گھر میں سہی جانماز پر تو کھڑی ہوتی اور بیٹھتی ہیں۔ کچھ نماز پڑھ کر اور کچھ امور کے لئے۔ اور کبھی ایک نماز پڑھ کر دوسری کے لئے بھی جانماز پر بیٹھی رہتی ہیں۔ اور پھر وہ بھی تو وضو کر کے جانماز کا اہتمام کرتی ہیں۔ ان سب صورتوں کے دوران ان کے لئے بھی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا ممنوع ہے۔ اور جن دو صورتوں میں مردوں کے لئے اباحت اور عدم کراہت ذکر کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ انہی دو صورتوں میں عورتوں کے لئے بھی گنجائش و اباحت اور عدم کراہت وارد ہے۔

جواز کی صورتیں اور رفع تعارض:

اور اب رہیں وہ دو صورتیں جن میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے۔ اور ان میں پہلی یہ کہ کوئی شخص مسجد سے باہر تو نہ نکلا ہو لیکن نہ وہ کچھ

(۳۷۶) اعلام الساجد ص ۳۳۴، ۳۳۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نماز پڑھتا ہو اور نہ ہی وہ اگلی نماز کے انتظار میں ہو۔ ایسی صورت میں یہ جائز ہے۔ اور اگر مسجد سے باہر ہو اور وضو کر کے نماز کے لئے مسجد بھی نہ جا رہا ہو۔ تو اس مطلق حالت میں یہ بالاولیٰ جائز ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جب احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے۔ جو کہ صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی اور شعب الایمان ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّ الْمُوْمِنَ لِلْمُوْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)

''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے (سیسہ پلائی) دیوار کی طرح ہے۔ جس کے حصے ایک دوسرے سے قوت پاتے ہیں۔''

اور آگے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے بات کو سمجھانے کے لئے:

(وَشَبَّكَ اَصَابِعَهُ) (۳۷۷)

''اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔''

ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی موقع پر ایسا کیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ان سے مروی ہے:

(شَبَّكَ النَّبِيُّ ﷺ اَصَابِعَهُ) (۳۷۸)

---

(۳۷۷) بخاری مع الفتح حدیث ٤٨۔ مختصر مسلم للمنذری ١٧٧٣۔
صحیح ترمذی ٥٧٣۔ صحیح نسائی ٢٤٠۔ ایمان ابن ابی شیبہ ٩٠:ق
بحوالہ صحیح الترمذی ١٨١/٢۔ صحیح الجامع ٦/٦/٣

(۳۷۸) بخاری مع الفتح ٦٧٣/١ حدیث ٤٧٨، ٤٧٩

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں۔''

ان دونوں حدیثوں سے بظاہر مطلق جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ممانعت کی حکمتوں پر ذرا غور کیا جائے تو یہاں بھی اطلاق نہیں رہتا۔ کیونکہ ممانعت کی پہلی ہی حکمت یہ ذکر کی گئی ہے، کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا ایک کارعبث اور لایعنی فعل ہے۔ اس لئے ممنوع ہے۔ جب کہ ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک ایسے نہیں تھا۔

بلکہ شارح بخاری البدر ابن المنیر کے بقول وہ تو ایک مثال دے کر سمجھانے کی صورت تھی، کیونکہ کسی بات کو محسوس چیز کے ساتھ بنا کر دکھانا زیادہ قابل فہم ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت اختیار کرنے کو انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے سے پیدا ہونے والی قوت بنا کر سمجھایا کہ مومن بھی جب انگلیوں کی طرح کندھے سے کندھا ملا کر چلنے لگیں تو وہ بھی ان انگلیوں کے مل کر مضبوط ہونے کی طرح ہی سیسہ پلائی ہوئی دیوار جیسے بن جاتے ہیں۔

ایسے ہی باہم اختلاف کرنے اور گتھم گتھا ہونے کو بھی اسی سے بآسانی سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے ایسا کرنے کی یہ معقول وجوہات تھیں۔ وہ محض بلاوجہ نہیں تھا۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ممانعت اس کے لئے ہے۔ جو نماز میں ہو یا نماز کے انتظار میں ہو۔ جس کا حکم نمازی کا ہے۔ جب کہ یہ دونوں احادیث مطلق ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کے نماز میں ہونے کا تو درکنار نماز کے انتظار میں ہونے کا بھی ذکر نہیں ہے۔

ان احادیث کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ہے۔ جو کہ صحیحین اور دیگر کتب میں مشہور و معروف ہے۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک نماز میں بھول جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ سے کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعتیں چھوٹ گئیں۔ آپ ﷺ نے سلام پھیرا، اور مسجد میں پڑی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر اس انداز سے کھڑے ہو گئے، کہ جیسے کوئی آدمی غصے میں ہوتا ہے۔ اور آگے وہ فرماتے ہیں:

(وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ)

"آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں پر رکھا۔ اور اپنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔"

اور آگے ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں رخسار بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا اور بعض لوگ جلدی سے نکلے اور کہنے لگے کہ آج نماز کم ہوگئی ہے۔ جب کہ ان میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ تھے۔ لیکن ان میں سے بھی کسی کو نبی اکرم ﷺ سے اس معاملہ میں بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی، تو ایک شخص جو لمبے ہاتھوں والا تھا۔ جسے ذوالیدین کہا جاتا تھا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ!

(اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ؟)

"آپ ﷺ بھول گئے ہیں یا آج نماز ہی کم ہوگئی ہے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ)

"نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم ہوئی ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے دیگر صحابہ سے ذوالیدین کی تصدیق چاہی تو سب نے تصدیق کی کہ نماز کم پڑھی گئی ہے۔ آپ ﷺ آگے بڑھے اور چھوٹی ہوئی نماز پڑھائی اور سجدہ سہو کیا۔ (۳۷۹)

اور صحیح بخاری و مسلم میں اسی واقعہ کے بعض طرق میں حضرت ابن مسعودؓ سے

(۳۷۹) بخاری ۶۷۴/۱ حدیث ۴۸۲۔ مسلم مع نووی ۶۸/۵/۳ تا ۷۰۔ صحیح ابی داؤد ۸۸۶۔ صحیح ترمذی ۳۲۷۔ صحیح نسائی ۱۱۶۶۔ ابن ماجہ ۱۲۱٤۔ موطا امام مالک ۵۸، ۵۹ تلخیص الحبیر ۳/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ) (۳۸۰)

''میں ایک بشر ہوں، میں بھی تمہاری طرح بھول جاتا ہوں پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے (لقمہ دے کر) یاد دلایا کرو۔''

اس واقعہ میں محل شاہد یا مقام استدلال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ ہیں۔ جن میں نبی اکرم ﷺ کے اس لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کے انداز کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

(وَ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ)

''آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔''

تو اس واقعہ میں ظاہر ہے، کہ آپ ﷺ کسی کو کچھ سمجھانے کے لئے بھی ایسا نہیں کئے ہوتے تھے۔ لہٰذا اس سے عام جواز کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن یہ جواز بھی مطلق نہیں ہے۔ بلکہ ایک شارح بخاری اسماعیلی کہتے ہیں، کہ اس حدیث سے بھی ممانعت والی حدیث کے ساتھ کوئی تعارض نہیں بنتا۔ کیونکہ ممانعت اس صورت میں ہے۔ جب کوئی نماز میں ہو یا نماز کے انتظار میں ہو۔ کیونکہ انتظار کرنے والے کا حکم بھی نمازی کا ہی ہے۔ اور یہ تینوں احادیث اس سے خالی ہیں۔

یعنی ان میں نہ تو آپ ﷺ کا کسی نماز پڑھتے ہوئے ایسا کرنے کا تذکرہ ہے۔ اور نہ ہی اس کا کہ آپ ﷺ کسی نماز کے انتظار میں ہوں، بلکہ یہ مطلق حالت میں ہوا ہے۔ اور اس تیسری حدیث ذوالیدین میں جو انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کا

---

(۳۸۰) بخاری مع الفتح ۱/ ۵۰۳، طبع دارالافتاء۔ مسلم مع نووی ۳/ ۵/ ۶۶۔
صحیح ابی داؤد ۸۹۶۔ صحیح نسائی ۱۱۸۴۔ التلخیص ۱/ ۲/ ۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر ہے، تو یہ بھی آپ ﷺ سے بھول کے واقع ہو جانے کے بعد اس وقت رونما ہوا، جب آپ ﷺ کے خیال کے مطابق آپ ﷺ نماز مکمل کر چکے تھے۔

اور سلام پھیر کر اپنی جگہ سے بھی ہٹ چکے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ نہ نماز میں تھے، اور نہ نماز کے انتظار میں۔ لہٰذا جواز وعدم جواز والی احادیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض باقی نہ رہا۔ (۳۸۱)

غرض اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کے سلسلہ میں جو دو طرح کی احادیث آئی ہیں۔ ان میں باہم کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ بلکہ جن احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ان کا تعلق ان صورتوں سے ہے۔ جب کوئی نماز میں ہو یا نماز کے انتظار میں ہو، یا گھر سے نماز کے لئے آ رہا ہو۔ اور جن احادیث میں جواز وارد ہوا ہے۔ ان کا تعلق نہ نماز سے ہے۔ اور نہ نماز کے انتظار سے ہے۔ بلکہ وہ مطلق حالت سے تعلق رکھتی ہیں۔

علامہ عبداللہ رحمانی نے المرعاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس موضوع کی کافی تفصیلات ذکر کی ہیں۔ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس سلسلہ کی بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ:

> ''اس مسئلہ میں ظاہر ہونے والے اختلاف کے بارے میں یہ کہنا زیادہ صحیح ہے، کہ جن احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ وہ افراد امت کے لئے خاص ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ذاتی فعل کسی ایسے ارشاد کا معارض ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو کہ امت کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ کتب اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے۔'' (۳۸۲)

---

(۳۸۱) انظر فتح الباری ۱/۵٦٦۔ طبع دار الافتاء السعودیه

(۳۸۲) نیل الاوطار ۱/۲/۳۳۵۔ المرعاۃ ۳/۱٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلیاں چٹخانا

دوران نماز، مسجد میں انتظار نماز کے دوران یا نماز کے آتے ہوئے انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت کے اس تذکرہ کے ساتھ ہی بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے۔ کہ مسجد میں بلکہ دوران نماز بھی ٹک سے انگلیاں چٹخا لیتے ہیں۔ یعنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی جانب دبا دیا۔ تو ایسا کرنے سے ان سب میں سے یا اکثر میں سے ٹک ٹک کی آواز پید ہوگی۔ اور اس مجموعی انداز کے علاوہ تمام انگلیوں کو ایک ایک کر کے بھی یہ آواز پیدا کی جاتی ہے۔ کیونکہ کسی انگلی کو اس کے بنیادی جوڑ کے قریب سے پکڑ کر پیچھے کو دبایا جائے تو اس سے چٹخنے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

یہ فعل بھی مسجد میں اور خصوصاً نماز کے دوران مکروہ شمار کیا گیا ہے۔ اور اس کی کراہت کے لئے بعض احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جن میں سے ایک مسند احمد و دارقطنی، سنن کبریٰ بیہقی اور طبرانی میں ہے، جس میں ہے:

(إِنَّ الضَّاحِكَ فِي الصَّلٰوةِ وَالْمُلْتَفِتَ وَالْمُفَقِّعَ اَصَابِعَهُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ) (۳۸۳)

''نماز میں ہنسنے، ادھر ادھر جھانکنے اور انگلیاں چٹخانے والے سب ایک جیسے ہی ہیں۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کے ایک راوی زبان بن فائد کے بارے میں کہا ہے، کہ وہ غیر قوی ہے۔ اور اسی موضوع کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ جس میں ہے کہ:

(۳۸۳) الفتح الربانی ۸۷/٤۔ المرعاۃ ۱٤/۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لَا تَفَقَّعْ اَصَابِعَکَ فِی الصَّلٰوۃِ) (۳۸۴)

''نماز کے دوران انگلیاں مت چٹخاؤ۔''

ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل میں دورِ حاضر کے معروف محدث علامہ شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔

اس طرح یہ مرفوع روایات تو دونوں ہی ضعیف السند ہوئیں۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک اثر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور اس کی سند بھی ضعیف نہیں بلکہ حسن درجہ کی ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت امام شعبہؒ بیان فرماتے ہیں:

(صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَفَقَّعْتُ اَصَابِعِیْ . فَلَمَّا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ : لَا اُمَّ لَکَ تَفَقَّعُ اَصَابِعَکَ وَاَنْتَ فِی الصَّلٰوۃِ) (۳۸۵)

''میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس نماز پڑھی اور دورانِ نماز اپنی انگلیاں چٹخائیں، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو انہوں نے فرمایا: تیری ماں نہ ہو۔ تم نماز میں انگلیاں چٹخاتے ہو۔''

اس اثر میں وارد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی کے ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کے دوران انگلیوں کو چٹخانا ایک مکروہ و ناپسندیدہ فعل ہے۔ اور اگر یہ مسجد میں بھی ہو تو اس کی کراہت اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور نماز میں انگلیاں چٹخانے کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ امام نخعی، مجاہد، سعید بن جبیر اور عطاء رحمہم اللہ نے مکروہ کہا ہے۔ جیسا کہ امام شوکانی نے امام نووی رحمہما اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (۳۸۶)

---

(۳۸۴) بحوالہ الارواء ۹۹/۲

(۳۸۵) سنن ابن ماجہ ۔ المرعاۃ والارواء ایضاً

(۳۸۶) بحوالہ الارواء الغلیل ۹۹/۲ ۔ و حسنہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں نمازِ عیدین

آداب و احکام مسجد کے ضمن میں کتنے ہی ایسے امور کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، جو مسجد میں ناجائز و ممنوع ہیں۔ لیکن ہمارے لوگ اس معاملہ میں لاعلمی کی وجہ سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور بعض امور ایسے ہیں کہ وہ بظاہر ممنوع سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن وہ دراصل جائز و روا ہیں۔ اور بعض امور کی بعض صورتیں جائز اور بعض ناجائز ہیں۔ (۳۸۷)

اور وہ امور جو صرف بوقت ضرورت مسجد میں جائز ہیں۔ انہی میں سے ایک نمازِ عیدین بھی ہیں۔ اگرچہ اس کے لئے افضل یہی ہے کہ نمازِ عیدین شہر یا گاؤں سے باہر بنائی گئی عیدگاہ یا کھلی جگہ پر پڑھی جائے۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی "کتاب الام" کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ:

''ہمیں یہ بات پہنچی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ مدینہ طیبہ کی عیدگاہ میں جا کر نمازِ عید پڑھا کرتے تھے۔ جو کہ عمر بن شبہ کی کتاب ''اخبار المدینہ'' کے مطابق مسجد نبوی سے ایک ہزار ہاتھ یا گز دوری پر واقع تھی۔'' (۳۸۸)

اور آپ ﷺ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور اہل مکہ کے سوا عام شہروں کے لوگوں کا بھی یہی طرزِ عمل رہا، سوائے کسی عذر کے۔ اور مسجد میں عید کے جواز سے قطع نظر اس بات میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ افضل کیا ہے؟ مسجد میں یا باہر عیدگاہ میں۔

اور امام مالک رحمہ اللہ باہر عیدگاہ کی افضلیت کے ہی قائل ہیں۔ اور ان کا استدلال نبی اکرم ﷺ کے مسجد نبوی کی فضیلت کے باوجود بھی ہمیشہ باہر عیدگاہ میں

(۳۸۷) نیل الاوطار ۳۳۵/۲/۱

(۳۸۸) فتح الباری ۴۴۹/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا کر نماز پڑھنے سے ہی ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ مسجد میں نماز عید کے افضل ہونے کے قائل ہیں۔ اور امام شوکانی و زرکشی رحمہما اللہ کا رجحان عیدگاہ میں عیدین کی افضلیت کی طرف ہے۔ (۳۸۹)

اور عذر کی حالت میں ظاہر ہے کہ عام حالت کی نسبت گنجائش ہوتی ہے۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ کہ اگر مثلاً بارش ہو رہی ہو یا بارش آنے کا غالب خدشہ موجود ہو۔ اور عیدگاہ میں جانا مشکل ہو تو ایسے میں کسی بڑی مسجد میں بھی عید کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے۔ جو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

(اِنَّهُ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوةَ الْعِيْدِ فِي الْمَسْجِدِ) (۳۹۰)

''ایک مرتبہ عید کے دن بارش تھی، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز عید مسجد میں پڑھائی۔''

اس حدیث کے بارے میں امام ابوداؤد اور منذری رحمہما اللہ نے تو سکوت اختیار فرمایا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے، کہ ان کے نزدیک یہ ضعیف نہیں ہے۔ البتہ ''تلخیص الحبیر'' میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ (۳۹۱)

---

(۳۸۹) نیل الاوطار ۱۶۳/۴/۲، طبع الریاض۔ اعلام الساجد ص ۳۸۵

(۳۹۰) ضعیف ابی داؤد ص ۱۱۱، ۱۱۲۔ ضعیف ابن ماجہ ص ۹۵، ۹۶۔ التلخیص ۸۳/۲/۱۔ المنتقیٰ مع نیل ۶۲/۴/۲۔ مشکوٰۃ ۴۵۴/۱

(۳۹۱) تلخیص الحبیر ۸۳/۲/۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورامام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے، کہ اس کی سند میں ایک راوی عیسیٰ بن عبدالاعلیٰ بن ابی فروہ الفروی المدنی مجہول ہے۔ اور علامہ ذہبیؒ نے اس کے بارے میں ''میزان الاعتدال'' میں کہا ہے:

(يَكَادُ يُعْرَفُ)

''کہ یہ تقریباً غیر معروف ہیں (جن کا کوئی اتا پتہ نہیں۔)''

اور اس روایت کے بارے میں کہا ہے، کہ یہ منکر ہے۔ اور ابن القطان نے بھی اس راوی کے بارے میں کہا ہے، کہ اس روایت کی سند کے سوا کسی دوسری روایت یا کتب رجال میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ (۳۹۲)

یہی وجہ ہے کہ شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اسے تحقیق مشکوٰۃ میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اسے ضعیف سنن ابی داؤد اور ضعیف ابن ماجہ میں وارد کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث تو قابل استدلال نہیں۔ البتہ عذر سے احکام میں جو تغیر واقع ہوتا ہے۔ اس کی بناء پر بارش وغیرہ میں مسجد میں نماز عید کی گنجائش ملتی ہے۔

اور اہل مکہ کے عمل کو بنیاد بناتے ہوئے شافعیہ کا مسجد میں نماز عید کا افضل ہونے کا قول محققین کے نزدیک مرجوع ہے۔ کیونکہ انہیں تو ممکن ہے کہ یہ عذر ہو کہ مکہ شہر کے باہر کھلی جگہ قریب نہیں بلکہ وہ پہاڑوں سے گھرا ہوا شہر ہے۔ اور مسجد حرام بڑی وسیع ہے۔ اور تمام اہل مکہ کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اس کی وسعت اور باہر جگہ کی قلت والی مجبوری و عذر کی بناء پر وہ مسجد میں پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اس سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ افضلیت نبی اکرم ﷺ کے ہمیشہ والے عمل سے ہی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مسجد نبوی بھی فضیلت والی مسجد ہے۔ اسکے باوجود ''کتاب الام'' میں خود امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ مسجد سے باہر عیدگاہ میں جا کر نماز عید پڑھی تو

(۳۹۲) نیل الاوطار الشوکانی ۲/۴/۱۶۲، ۱۶۳، طبع الریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی افضل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کسی ایسے فعل پر ہمیشگی نہیں کیا کرتے تھے۔ جو کہ غیر افضل ہوتا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ افضل عمل کی توفیق ارزاں فرماتا تھا۔ سوائے بیان جواز کے بعض استثنائی حالتوں کے جن میں آپ ﷺ کبھی کبھار غیر افضل پر بھی عمل کرلیا کرتے تھے، تاکہ اس کا جواز واضح ہوجائے۔ (۳۹۳)

مسجد میں نماز جنازہ

آداب واحکام مسجد کا ذکر ہوتا آرہا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے امور کا تذکرہ کیا جاچکا ہے، جو مسجد میں جائز یا ناجائز ہیں۔ اور ایسے امور میں سے ایک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بھی ہے۔ جنازہ کے احکام ومسائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ البتہ صرف اتنا کہے جاتے ہیں کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اور اس کے فرض کفایہ ہونے پر امام ابن الہمام نے **"فتح القدیر شرح ھدایہ"** میں اجماع نقل کیا ہے۔ (۳۹۴)

جب کہ بعض مالکیہ نے اسے محض سنت قرار دیا ہے۔ اور امام نوویؒ نے ان کی تردید کی ہے۔ (۳۹۵)

اور احکام ومسائل جنازہ میں سے اس وقت ہمارے پیش نظر صرف ایک پہلو ہے۔ یہ کہ آیا کسی کی نماز جنازہ مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ عام طور پر تو نماز جنازہ شہروں اور دیہات

---

(۳۹۳) انظر نیل الاوطار ۲/۴/۱۶۳، ۱۶۴۔ وقد عقب الشوکانی علی حافظ ابن حجر

(۳۹٤) فتح القدر لابن همام ۱/٤٥٥

(۳۹٥) الفتح الربانی ۷/۲۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بنائی گئی جنازگاہوں میں پڑھی جاتی ہے۔ او کبھی کبھی کسی اللہ والے کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ جنازہ گاہ کا دامن تنگ نظر آنے لگتا ہے، تو ایسے مواقع پر نماز جنازہ کا انتظام شہروں میں موجود بڑے بڑے میدانوں یا گراؤنڈوں میں کر دیا جاتا ہے۔ اور کبھی کسی ایسے میدان یا جنازہ گاہ میں نماز پڑھی جاسکنے کے کسی وجہ سے امکانات ہی نہ ہوں تو ایسے عذر کی حالت میں یا بوقت ضرورت مسجد میں بھی کسی کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

کیونکہ صحیح مسلم، سنن اربعہ و بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم فرمایا کہ جنازہ لے جانے والوں سے کہو کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ لے کر مسجد نبوی سے ہوتے ہوئے جائیں، تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ لوں۔ تو وہ لوگ جنازہ لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ بعض لوگوں نے مسجد میں جنازہ پڑھنے کو اچھا نہ سمجھا، اور اس کی خبر ام المومنین کو بھی ہو گئی، تو انہوں نے فرمایا:

(مَا اَسْرَعَ النَّاسُ اَلٰی اَنْ یَعِیْبُوْا مَالاَ عِلْمَ لَهُمْ بِهٖ) (۳۹۶)

''لوگ کتنی جلدی اس کام کو معیوب شمار کرنے لگے ہیں جس کے بارے میں خود انہیں علم نہیں۔ (کہ حقیقت کیا ہے؟)''

ان لوگوں نے مسجد سے نماز جنازہ گزارنے کو معیوب کہا ہے۔ حالانکہ سہل

(۳۹۶) مسلم مع تحقیق محمد فواد ۲/۶۶۸، ۶۶۹ حدیث ۹۷۳۔
صحیح ابی داؤد حدیث ۳۰، ۲۷۳۱۔ صحیح ترمذی ۸۲۵۔ ۱/۳۰۲
حدیث ۵۸، ۱۸۵۹۔ ابن ماجہ ۱۵۱۸۔ الفتح الربانی ۷/۲۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن بیضاء کی نماز جنازہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں پڑھی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے:

(وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيْهِ) (۳۹۷)

''اللہ کی قسم خود نبی اکرم ﷺ نے بیضاء رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں یعنی سہل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سہل اور ان کے بھائی دونوں کی نماز جنازہ نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں پڑھائی تھی۔ اور تیسرے معروف صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی مسجد میں ہی پڑھی تھی۔ جب کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن سعید بن منصور میں مروی ہے۔ کہ خلفیہ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں پڑھی گئی تھی۔ (۳۹۸)

ایسے ہی موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن سعید بن منصور میں یہ بھی مروی ہے، کہ خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں پڑھی گئی تھی۔ (۳۹۹)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔ کہ کبھی کبھار آپ ﷺ مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث

---

(۳۹۷) مسلم محقق ۲/۶۶۸، ۶۶۹ حدیث ۹۷۳۔ الفتح الربانی ۷/۲۴۸

(۳۹۸) بحوالہ بلوغ الامانی ۷/۲۴۸۔ نیل الاوطار ۲/۴/۶۸۔ زاد المعاد ۱/۵۰۱۔ سبل السلام تحقیق فواز احمد و ابراهیم محمد ۲/۲۰۸۔

(۳۹۹) حوالہ جات بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سہل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھے جانے کا پتہ چلتا ہے۔ ایسے ہی آگے چل کر انہوں نے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ کہ ان کی نماز جنازہ کے بھی مسجد میں پڑھے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں کافی تفصیل ذکر کرنے کے بعد آخر میں اپنی تحقیق کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وَالصَّوَابُ مَا ذَكَرْنَاهُ اَوَّلاً وَاِنَّ سُنَّتَهُ وَهَدْيَهُ الصَّلٰوةُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ .وَاللّٰهُ اَعْلَمُ) (۴۰۰)

”اور صحیح ترین بات وہی ہے جو ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں۔ کہ آپ ﷺ کی سنت و طریقہ تو یہ تھا کہ آپ ﷺ مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ سوائے کسی عذر کے اور جائز دونوں طرح ہی ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔“

اور امام خطابی رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی شرح معالم السنن میں لکھا ہے:

(وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صُلِّيَ عَلَيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ عَامَّةَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ شَهِدُوا الصَّلٰوةَ عَلَيْهِمَا وَ فِيْ تَرْكِهِمُ الْاِنْكَارُ، اَلدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِهٖ) (۴۰۱)

”یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ

(۴۰۰) زادالمعاد ۱/۵۰۲

(۴۰۱) معالم السنن ۱/۱/۲۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاجرین اور انصار صحابہ میں سے عام حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی، اور ان میں سے کسی کا اس چیز پر اعتراض نہ کرنا اس فعل کے جواز کی دلیل ہے۔"

غرض امام شافعی اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور مدنی فقہاء کی روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ سب کے نزدیک عذر و ضرورت پر مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ علامہ ابن رشد، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ اور عام محدثین کرام کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ (۴۰۲)

اور ان کا استدلال سند و متن ہر اعتبار سے صحیح احادیث سے ہے۔ اور آج کل مکہ مکرمہ کی مسجد حرام اور مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں نماز پنجگانہ ہی کے بعد کبھی ایک اور کبھی کئی کئی جنازوں پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اس کا سبب بڑا واضح ہے، کہ حجاج کرام اور عمرہ کے لئے آئے ہوئے لوگوں کی اکثریت انہی مساجد حرمین میں ہی نمازیں پڑھتی ہے۔ اور اتنے بڑے بڑے اجتماعات کسی دوسری جگہ ممکن نہیں ہیں۔

لہٰذا جواز کے پیش نظر مرنے والوں کے لئے ان اجتماعات کی دعائیں لے لی جاتی ہیں۔ اور یقیناً خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی نماز جنازہ حرمین شریفین میں سے کسی بھی ایک میں پڑھی جائے لیکن ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۴۰۲) ہدایہ ۲/۲۹، ۳۰۔ فتح الباری ۳/۱۹۹۔ الفتح الربانی ۷/۲۴۹، ۲۵۰۔
کتاب الجنائز مبارکپوری ص ۵٤

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد سے باہر نماز جنازہ کی افضلیت:

اور مسجد سے باہر جنازہ گاہ میں نماز جنازہ کے افضل ہونے کہ وجہ یہ ہے، کہ نبی اکرم ﷺ غالب واکثر اوقات میں نماز جنازہ مسجد سے باہر اس غرض کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہ پر ہی پڑھا کرتے تھے۔ جو کہ فتح الباری (۱۹۹/۳) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول مسجد نبوی کی مشرقی یا بقیع الغرقد والی جانب سے بالکل متصل ہی تھی۔ اور اس پر دلالت کرنے والی کئی احادیث ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿ اِنَّ الْیَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِرَجُلٍ وَ امْرَاَةٍ زَنَیَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِیْبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ ﴾ (۴۰۳)

”نبی اکرم ﷺ کے پاس یہودی اپنا ایک آدمی اور عورت لائے جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ ﷺ کے حکم سے ان دونوں کو مسجد کے قریب ہی جنازہ گاہ کے پاس رجم وسنگسار کر دیا گیا۔“

اس حدیث میں جنازہ پڑھنے کا ذکر تو نہیں، لیکن جناز گاہ کا تذکرہ آیا ہے۔

اور بخاری و مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ و بیہقی اور مسند احمد، طیالسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور صحیح بخاری و مسلم، نسائی و بیہقی اور مسند احمد و طیالسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، اور صحیح مسلم و ترمذی و نسائی، ابن ماجہ و ابن حبان، بیہقی اور مسند احمد و طیالسی میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے، اور ابن ماجہ و مسند احمد میں حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(۴۰۳) بخاری ۱۹۹/۳ حدیث ۱۳۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا) (۴۰۴)

''نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نجاشی کے فوت ہونے کی اسی دن خبر دی۔ جس دن وہ فوت ہوئے۔ پھر جنازہ گاہ کی طرف گئے اور صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں (یعنی نماز جنازہ پڑھی)''

ان صحابہ کرام کی مرویات میں بھی جنازہ گاہ میں ہی نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اگرچہ غائبانہ نماز جنازہ تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے نجاشی اور یہودیوں کو سنگسار کرنے والی حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ) (۴۰۵)

''اور مصلّٰی یا جنازہ گاہ کا ذکر تو صریح ہے۔ جب کہ تبویب میں مسجد کا ذکر لاکر صحیح مسلم اور دیگر کتب والی اس حدیث کی طرف اشارہ فرما گئے ہیں۔ جن میں مسجد میں نماز جنازہ کا ذکر وارد ہوا ہے۔

ایسے ہی مسند احمد و طیالسی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی فوت ہو گیا۔ ہم نے غسل و کفن دیا۔ حنوط کیا (یعنی مشک کافور لگائی)۔

(وَوَضَعْنَا لَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَيْثُ تُوضَعُ الْجَنَائِزُ عِنْدَ مَقَامِ جِبْرِيْلَ ثُمَّ اٰذَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَجَاءَ مَعَنَا ......الخ)

---

(٤٠٤) بخاری ١٣٣٣، ١٣٢٠۔ مسلم مع ٤/٧/٢١، ٢٢، ٢٣۔
صحیح ابی داؤد ٢٧٤٤۔ صحیح ترمذی ٨١٥، ٨٣٠۔ صحیح نسائی ٣/٤٢٥۔
ابن ماجه ١٥٣٤ تا ١٥٣٨۔ ابن حبان الموارد ٧٦٢۔
الفتح الربانی ٧/١٨، ١٩، ٢٢٠۔ احکام الجنائز ٩٠، ٩١

(٤٠٥) صحیح نسائی حدیث ١٨٥٣۔ احکام الجنائز ص ١٦، ١٦أ، ١٠٧

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے اس کا جنازہ نبی اکرم ﷺ کے لئے مقام جبریل کے قریب اس جگہ رکھا جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کی نماز جنازہ کے لئے نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ ہمارے ساتھ آئے۔''

اور آگے اس میت کے دو دینار کے مقروض نکلنے، آپ ﷺ کے جنازہ سے انکار کرنے، اور دوسروں کو پڑھنے کا کہنے، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے وہ قرض اپنے سر لینے، اور پھر آپ ﷺ کے اس کا جنازہ پڑھانے کا ذکر ہے۔

اور مسند احمد و مستدرک حاکم میں حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ سے حسن درجہ کی حدیث مروی ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

(كُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ تُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ بَيْنَ ظَهْرِ بَيْنِنَا)

''ہم مسجد کے سامنے والے صحن میں اس جگہ بیٹھے تھے، جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ بھی ہمارے مابین موجود تھے۔''

یہ حدیث آگے بھی ہے۔ لیکن محل شاہد انہی میں آگیا ہے۔ غرض ان سب احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ غالب حالات میں نماز جنازہ مسجد سے باہر جنازہ گاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی اصل سنت ہونے کی وجہ سے افضل بھی ہے۔ لیکن چونکہ کبھی کبھار آپ ﷺ نے مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ہے۔ لہٰذا وہ بھی جائز ہے۔ اس کی عدم صحت یا کراہت والی کوئی بات نہیں ہے۔ (۴۰۶)

(٤٠٦) احکام الجنائز ص ١٠٧ - و حسنه فی الشواهد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانعین کی دلیل اور اس کا جائزہ:

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تو یہ تھی کہ نمازہ جنازہ مسجد سے باہر جنازہ گاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ البتہ کبھی کبھار مسجد میں بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور یہ دونوں طرح ہی جائز ہے۔

البتہ افضل مسجد سے باہر ہی ہے۔ اور اکثر آئمہ وفقہاء اور عام محدثین کرام کا یہی مسلک ہے۔ جن کا استدلال صحیح مسلم اور دیگر کتب میں وارد صحیح احادیث وآثار سے ہے۔ جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور غیر مدنی فقہاء سے مروی دوسرے قول کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہ مسلک ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ اور ان کا استدلال ابوداؤد وابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور معانی الآثار طحاوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی اس حدیث سے ہے۔ جس میں ہے:

(مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَهُ) (۴۰۷)

’’جس نے مسجد میں کسی کی نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔‘‘

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تہذیب السنن میں کہا ہے۔ کہ یہ حدیث چار طرق سے مروی ہے۔ اور چاروں کے الفاظ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک سیاق میں ہے:

(فَلَا شَیْءَ) ’’تو کچھ نہیں۔‘‘

دوسرے میں ہے:

(فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ) ’’اس پر کچھ (گناہ) نہیں۔‘‘

---

(۴۰۷) ابو داؤد مع العون ۴۷۹/۸۔ ابن ماجه ۱۵۱۷۔ مسند احمد ۴۴۴/۲، ۴۵۵۔ ابن ابی شیبه ۳۶۴/۳، ۳۶۵۔ الصحیحه ۳۳۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے میں ہے:

(فَلاَ شَیْءَ لَهُ) "اس کے لئے کچھ نہیں۔"

اور چوتھے میں ہے:

(فَلَيْسَ لَهُ اَجْرٌ) "اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔"

اور زاد المعاد میں بھی علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس اختلاف الفاظ کو ذکر کیا ہے۔ لیکن وہاں انہوں نے خطیب کی روایت سنن کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ اصل میں یہ ہے:

(فَلاَ شَیْءَ عَلَيْهِ) (۴۰۸)

"اسے کوئی گناہ نہیں ہے۔"

ان کے علاوہ دوسروں کی روایت میں (فَلاَ شَیْءَ لَهُ) ہے اور ابن ماجہ میں (فَلَيْسَ لَهُ شَیْءٌ) (۴۰۹)

اور یہ تفصیل علامہ زرکشی نے بھی ذکر کی ہے۔ (۴۱۰)

رفع تعارض:

اس طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسجد میں جنازہ کے جواز والی حدیث اور اس حدیث کے مابین بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اہل علم نے اس حدیث کے پانچ جوابات دیئے ہیں۔ جن سے بظاہر نظر آنے والا تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ جن میں سے:

(۴۰۸) تهذيب السنن على العون ۴۷۹/۸ ـ عمدة القارى ۱۱۸/۶ ـ الفتح الربانى ۲۴۸/۷

(۴۰۹) زادالمعاد ۱/۵۰۰

(۴۱۰) اعلام الساجد ص ۳۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا جواب:

یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ عدم جواز کا پتہ دینے والی حدیث ہی متنازع فیہ ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تو اسے ضعیف کہا ہے۔ اور اسے حجت لینے کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ کیونکہ اسے روایت کرنے میں تو امہ بنت امیہ کا آزاد کردہ غلام صالح منفرد ہے۔ اور اس کے راوی عدل ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر اسے صحیح مان لیا جائے تب بھی وہ اس سے بدرجہا زیادہ صحیح ہے۔ (۴۱۱)
بہر حال علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسے حسن اور شیخ البانی نے تصحیح درجہ کی قرار دیا ہے۔ اور شیخ الارناؤوط نے بھی اسے قوی کہا ہے۔ (۴۱۲)
لیکن پہلی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ اس سے بدرجہا صحیح تر ہے۔ لہٰذا ان کے مابین کوئی تعارض یا تضاد نہ رہا۔ کیونکہ صحیح یا حسن، صحیح تر کی معارض نہیں ہو سکتی۔

دوسرا جواب:

اور اس کا دوسرا جواب وہی جو علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اور علامہ زرکشیؒ کے حوالہ سے ہم ذکر کر آئے ہیں۔ جس میں ہے کہ اس حدیث کی روایت چار طرح کے الفاظ سے ملتی ہے۔ اور ان میں سے صحیح تر الفاظ یہ ہیں کہ:

(فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

''مسجد میں جنازہ پڑھنے والے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔''

(۴۱۱) اعلام الساجد ص ۳۵۲

(۴۱۲) زادالمعاد و تحقیقه ۱/۵۰۰، ۵۰۱ - صحیح الجامع ۳/۵/۵۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو گویا اس حدیث میں مسجد میں نماز جنازہ کی ممانعت والی کوئی بات ہی نہ رہی۔

تیسرا جواب:

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ممانعت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی واجب وضروری ہے کہ اس کی تاویل کی جائے۔ اور (فَلَا شَيْءَ لَهُ) کا معنی (فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لیا جائے کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اس طرح دونوں طرح کی احادیث کا معنی ایک ہی ہو جائے گا۔ اور تناقض یا تضاد و تعارض خود بخود رفع ہو جائے گا۔ اور اس تاویل کی گنجائش موجود ہے کہ "له" کو "عليه" کے معنی میں لیا جائے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ ایسا ہی کیا ہے۔ جو اس کی بہترین مثال ہے۔ چنانچہ سورہ اسراء (بنی اسرائیل) آیت ۷ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾

''اگر تم نے برائی کی تو اس کا وبال تمہاری جانوں پر آئے گا۔''

اور مفسرین نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے:

(وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَعَلَيْهَا)

''اگر تم نے برائی کی تو اس کا وبال تمہاری جانوں پر آئے گا۔''

یہاں "لھا" اور "علیھا" کی بحث کچھ علمی سی ہے۔ جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

چوتھا جواب:

اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا چوتھا جواب یہ ہے کہ بقول امام خطابیؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ اس کے معنی یہ ہوا کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا۔ اسے ثواب کم ہوگا۔ کیونکہ جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا۔ وہ عموماً وہیں سے اپنے گھر لوٹ جائے گا۔ اور تدفین میں شرکت نہیں کر پائے گا۔ تو وہ اس اجر سے محروم ہو جائے گا۔ جو نبی اکرم ﷺ نے تدفین تک رہنے والوں کے لئے بتایا ہے۔

تدفین تک موجود رہنے کا اجر و ثواب:

موصوف نے ایک حدیث بیان کی ہے۔ اس موضوع کی در اصل کئی احادیث ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ، مسند احمد اور طیالسی میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ فَإِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ اَلْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ) (۴۱۳)

”جس نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی اسے ایک قیراط کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جو کسی کی تدفین میں بھی شریک ہوا اسے دو قیراط کے برابر اجر ملتا ہے۔ اور ایک قیراط جبل احد کے برابر ہوتا ہے۔“

اور اسی موضوع کی کئی احادیث اور بھی ہیں۔ جن میں سے کئی طرق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۴۱۳) مسلم مع نووی ۱۷/۷/۴۔ ابن ماجہ حدیث ۱۵۴۰۔ الفتح الربانی ۱۹۶/۷۔
احکام الجنائز ص ۱۶۸، طبع المکتب الاسلامی۔
صحیح الجامع ۳۱۵/۵/۳ حدیث ۶۳۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ (مِنْ بَيْتِهَا) (وَفِي رِوَايَةٍ: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا) حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى يُدْفَنَ (وَفِي رِوَايَةِ الْأُخْرٰى: يُفْرَغُ مِنْهَا) فَلَهُ قِيرَاطَانِ (مِنَ الْأَجْرِ) (۴۱۴)

''جو کسی کے گھر سے اس کے جنازے میں شریک ہوا (اور ایک روایت میں ہے، کہ جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے رضائے الٰہی کی خاطر کسی جنازے میں شرکت کی) یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی اسے ایک قیراط کے برابر اجر ملے گا۔ اور جو میت کی تدفین تک ساتھ رہا (اور دوسری روایت میں ہے کہ تدفین سے فارغ ہونے تک ساتھ رہا) اسے دو قیراط کے برابر اجر ملے گا۔''

یہ حدیث صحیحین وسنن اربعہ، سنن کبریٰ، بیہقی، مسند احمد وطیالسی اور المنتقی ابن الجارود میں مروی ہے۔ اور اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیراطان کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ (وَفِي رِوَايَةِ الْأُخْرٰى) كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ)

''بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر قیراط جبل احد کے برابر ہوتا ہے۔''

(٤١٤) بخاری ٤٧، ١٣٢٣، ١٣٢٥۔ مسلم مع نووی ١٣/٧/٤ تا ١٦۔
صحیح ابی داؤد ١٢، ٢٧١٣۔ صحیح الترمذی ٨٣١۔
صحیح النسائی ٨٤ تا ١٨٨٧۔ ابن ماجه ١٥٣٩۔
صحیح الجامع ٦١٣٤، ٦١٣٨۔ الفتح الربانی ١٩٢/٧، ١٩٣۔
الجنائز ص ٦٧، ٦٨۔ (البانی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کا ارشاد نبوی سنن نسائی اور مسند احمد میں مروی ہے۔ (۴۱۵)

اور نسائی و مسند احمد میں اسی مفہوم و معنی کا ایک ارشاد نبوی حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (۴۱۶)

اور مسند احمد و بزار اور مسند ابی یعلی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث مروی ہے۔ (۴۱۷)

ان احادیث کے متن و ترجمہ سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ تاکہ اختصار بھی ہو جائے اور ویسے بھی ان میں وہی بات آئی ہے، جو بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور دیگر کتب والی اس دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور صحیح مسلم و دیگر کتب والی پہلی حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ میں آگئی ہے۔

ان سب کا مجموعی و مرکزی مفہوم اور معنی ایک ہی ہے۔ کہ اگر صرف نماز جنازہ پڑھی تو ثواب ایک قیراط کے برابر ہو جائے گا۔ اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ اور اسی مفہوم کی بعض دیگر احادیث کی تخریج حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کر دی ہے۔ جن کی تفصیل کے لئے فتح الباری جلد سوم (ص ۱۹۲، ۱۹۸) تک دیکھی جا سکتی ہے۔ خصوصاً ص ۱۹۶۔

معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ پڑھنے والے سستی کر جاتے ہیں، اور وہیں سے صرف ایک قیراط ثوب لے کر واپس ہو جاتے ہیں۔ جبکہ جنازہ گاہ میں جانے والا ساتھ ہی تدفین میں بھی شرکت کر لیتا ہے۔ اور دو قیراط ثواب پاتا ہے۔ اس طرح

---

(۴۱۵) صحیح نسائی ۱۴۸/۲ حدیث ۱۸۳۳۔ صحیح الجامع حدیث ۶۱۳۴۔ احکام الجنائز ص ۶۸

(۴۱۶) حوالہ جات بالا۔ و الفتح الربانی ۱۹۶/۷

(۴۱۷) احکام الجنائز للالبانی ص ۶۸۰۔ الفتح الربانی ۱۹۷/۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں نماز پڑھنے والے کے ثواب میں کمی واقع ہوگئی۔

آگے امام خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی کے جنازے میں شرکت کے لئے جو قدم قدم پر ثواب ملتا ہے۔ مسجد میں جنازہ ہونے کی صورت میں وہ بھی کم ہو جائے گا۔ اور جنازہ گاہ دور ہوگی تو زیادہ قدم چلے گا۔ اور ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ اس طرح یہ احتمال بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ثابت ہو جانے کی شکل میں مسجد میں نماز پڑھنے پر ثواب کم ہونے کا پتہ دیا گیا ہے۔ اور کچھ نہیں۔

پانچواں جواب:

اور اس کا پانچواں جواب یہ بھی دیا گیا ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث مسجد میں پڑھی گئی نماز جنازہ کے صحیح نہ ہونے کی تو کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ پھر یہ جواز پر دلالت کرنے والی احادیث کی معارض کیسے ہو سکتی ہے۔

امام طحاویؒ کا دعوائے نسخ اور اس کا جائزہ:

یہاں تک تو بات تھی دو قسم کی احادیث میں جمع تطبیق اور موافقت و مطابقت پیدا کرنے کی، تاکہ ان کے مابین بظاہر نظر آنے والا تعارض و تناقض یا تضاد رفع ہو، اور سابقہ تفصیل سے وہ الحمد للہ رفع ہو گیا ہے۔

اور یہاں یہ بات بھی ذکر کرتے چلیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ترجیح کی بجائے یہ موقف اختیار کیا ہے، کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث جس سے مسجد میں نماز جنازہ کے واضح جواز کا پتہ چلتا ہے وہ منسوخ ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی آخری سنت یا آخر الامرین مسجد میں نماز جنازہ کا ترک ہے۔ اور ان کے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مسجد میں نماز جنازہ کا جواز منسوخ نہ ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو پھر صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر نکیر و اعتراض نہ کرتے۔ اور نکیر کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے، کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت کے برعکس (عدم جواز والی کسی) روایت کا علم ہو چکا تھا۔

اور امام طحاوی کے اس موقف کی کثیر آئمہ وفقہاء اور محدثین نے سخت تردید کی ہے۔ انہی میں سے ایک امام بیہقی بھی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو کسی ایسی حدیث کا علم ہوتا جس سے جواز منسوخ سمجھا جاتا تو وہ اس حدیث کو اس دن پیش فرماتے جس دن عام انصار و مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں پڑھی تھی۔ یا پھر اس دن وہ حدیث پیش فرماتے جس دن حضرت عمر فاروقؓ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ہی پڑھی گئی تھی۔ یا پھر جن لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل پر نکیر کی تھی۔ انہوں نے ہی ناسخ حدیث پیش کی ہوتی۔

اور تب نہیں تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس عمل کے جواز میں حضرت بیضاء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں حضرت سہل اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں بتایا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی، تو کم از کم اسی وقت کوئی نسخ کا پتہ دینے والی حدیث بیان کرتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جن لوگوں کو جواز کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے اعتراض کیا۔ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواز پر دلالت کرنے والے نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک کا حوالہ دیا تو وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور پھر کوئی معارضہ و اعتراض نہ کیا گیا۔'' (۴۱۸)

---

(٤١٨) بحوالہ زاد المعاد ١/ ٥٠١۔ اعلام الساجد ص ٣٥٢، ٣٥٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعوائے نسخ غیر صحیح ہے۔
فتاوی عالمگیری میں مسجد میں نماز جنازہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:
''بارش وغیرہ کا عذر ہو تو مطلق مکروہ نہیں۔ اور بلا عذر ہو تو یہ مکروہ ہے۔
جب کہ حاشیہ میں ابن الہمام کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ انہوں نے اس بات کو ترجیح دی ہے۔ کہ یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ لہٰذا شافعیہ وغیرہ کے کچھ خلاف نہیں ہے۔'' (۴۱۹)
غرض مسجد میں کراہت یا ممانعت اور اس کے صحیح نہ ہونے والا قول ضعیف اور صحیح تر بات یہ ہے کہ باہر جنازہ گاہ میں اور مسجد میں دونوں جگہ ہی جائز ہے۔
البتہ افضل مسجد سے باہر ہی ہے۔ (۴۲۰)

مساجد کے نام رکھنا

احکام وآداب مساجد کے ضمن میں ہی ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ سلف صالحین میں سے بعض حضرات اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ مساجد کو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے جامع مسجد غوثیہ، جامع مسجد قادریہ، جامع مسجد چشتیہ، جامع مسجد سہروردیہ، جامع مسجد حنفیہ، ایسے ہی مختلف ناموں کی

---

(۴۱۹) فتاوی عالمگیری اردو ترجمہ مولانا سید امیر علی ۲۶۲/۱، طبع ادارہ نشریات اسلام لاہور

(۴۲۰) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معالم السنن خطابی ۲۷۱/۱/۱، دارالکتب العلمیة۔ زادالمعاد ۵۰۱/۱، ۵۰۲، تحقیق الارناؤوط طبع قطر۔ اعلام الساجد زرکشی ص ۳۵۱، ۳۵۳، طبع اوقاف الامارات۔ فتح الباری ۹۶/۳، دارالافتاء۔ بدایة المجتهد ۲۴۲/۱، ۲۴۳، المعارف الریاض عون المعبود ۴۷۷/۸، ۴۸۰، طبع مدنی۔ الفتح الربانی و شرحه ۲۴۷/۷، ۲۵۰، دارالشهاب قاهره۔ الموسوعة الفقهية ۳۵/۱۶، ۳۶، طبع اوقاف الکویت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف منسوب کرتے ہوئے جامع مسجد فلاں اور جامع مسجد فلاں۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق یہ مسلک ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور بعض دیگر اہل علم سے منقول ہے۔ (۴۲۱)

کہ وہ مساجد کی کسی غیر اللہ کی طرف نسبت کو مکروہ و ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔ اور ان کا استدلال قرآن کریم سورہ جن آیت: ۱۸ میں وارد اس ارشادِ الٰہی سے ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

"(اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ) یہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔"

اس آیت میں مساجد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ ایسے ہی سورہ بقرہ آیت: ۱۱۴، اور سورہ توبہ آیت ۱۷، ۱۸ میں بھی تینوں جگہوں پر مساجد اللہ کا لفظ آیا ہے۔ اور مساجد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

لہٰذا ان کے نزدیک کسی غیر اللہ کی طرف کسی مسجد کی نسبت مکروہ و ممنوع ہے۔ لہٰذا مساجد کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ مختلف مسالک و مشارب یا شخصیات و قبائل کے ناموں کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ امام نخعی رحمہ اللہ اور ان کے بعض موافقین کا مسلک ہے۔ جب کہ

مشہور مسلک:

اور اس سلسلہ میں جمہور اہل علم کا مشہور مسلک یہ ہے۔ کہ کسی کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ اور اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت یا اضافت برائے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو امتیاز و فرق اور تعارف و پہچان کے طور پر ہوتی ہے۔ تاکہ ذکر و تذکرہ کے وقت ایسی اضافت و نسبت کی وجہ سے مسجد

(۴۲۱) فتح الباری ۱/۵۱۵۔ اعلام الساجد ص ۳۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصود کو پہچاننے میں آسانی رہے۔ اور ایسی اضافت جو ملکیت کے لئے نہیں، بلکہ محض فرق وتمیز کے لئے ہو یہ ممنوع نہیں ہوتی۔ کیونکہ آیت میں اضافت ملکیت ہے۔ جیسا کہ علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے ''اعلام الساجد ص ۳۸۴، ۳۸۵'' میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری ۱/۵۱۵'' میں لکھا ہے۔ اور اس بات کی دلیل کتب حدیث سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم، نسائی ودارمی اور موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

(اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَیْفَاءِ وَاَمَدُّھَا ثَنِیَّۃُ الْوَادَعِ، وَسَابَقَ بَیْنَ الْخَیْلِ الَّتِیْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِیَّۃِ اِلٰی مَسْجِدِ بَنِیْ زُرَیْقٍ) (۴۲۲)

''نبی اکرم ﷺ نے تضمیر وتربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ کروائی جن کے لئے حیفاء نامی جگہ سے لے کر ثنیۃ الوداع نامی مقام تک کی مسافت طے پائی۔ اور غیر تضمیر وتربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ کروائی۔ جن کے لئے طے شدہ مسافت ثنیۃ الوداع نامی جگہ سے لے کر مسجد بنی زریق تک تھی۔''

اس سلسلہ میں گھوڑ دوڑ کا ذکر ہے تو خالص جہاد اسلامی کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کو جانچنے پرکھنے اور مزید تربیت دینے کی گنجائش وغیرہ معلوم کرنے کے لئے تھی۔

اور تضمیر سے مراد گھوڑوں کو بھوک وپیاس کا عادی بنا کر اور کم چارہ بھوسہ

(۴۲۲) بخاری مع الفتح ۱/۵۱۵۔ مختصر مسلم للمنذری ۱۱۰۸۔
صحیح ابی داؤد ۲۲۴۵۔ صحیح ترمذی حدیث ۱۳۸۹۔
صحیح نسائی ۳۳۵۱۔ ابن ماجہ ۲۸۷۷۔
موطا امام مالک ۲/۴۶۷، ۴۶۸، باب فی الخیل والمسابقۃ بینھما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر ہلکے بدن اور چھوٹے پیٹ والا بنایا جاتا ہے۔ تاکہ تیز سے تیز تر دوڑ سکے۔ یہ انداز تربیت جائز ہے۔ اور اگر کسی جانور کو بلا وجہ بھوکا پیاسا رکھا جائے۔ اور اس سے کام برابر لیا جائے تو وہ منع ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے گھوڑوں کی دوڑ کرانے سے کسی کے ذہن میں ریس کورس کا نقشہ ہرگز نہیں آنا چاہئے کیونکہ اس دور کی یہ ریس ان پاک و مقدس مقاصد جہاد سے قطعاً عاری ہوتی ہیں۔ سٹہ و قمار یا جوا وغیرہ جیسی بیماریاں اس پر مستزاد ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اس حدیث میں محل شاہد یا مقام استشہاد صرف یہی الفاظ ہیں۔ جن میں ایک نام مسجد بنی زریق آیا ہے۔ تو گویا کہ عہد نبوت میں بھی پہچان کے لئے بعض مساجد کی اضافت بعض قبائل وغیرہ کی طرف ہو چکی تھی۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ ؟)

''اس بات کا بیان کہ کیا کسی مسجد کے بارے میں کہا جا سکتا ہے، کہ قبیلہ فلاں کی مسجد؟۔''

اور اس بات کو استفہام و استفسار یا سوال کے انداز میں ذکر فرمایا ہے، حکم نہیں لگایا۔ جس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں اس بات کا احتمال موجود ہے۔ کہ اس مسجد کا نام مسجد بنی زریق نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہی یہ رکھا گیا ہو۔ اور یہ بات آپ ﷺ کے علم میں بھی آ گئی ہو۔ اور عین امکان اس بات کا بھی ہے کہ اس مسجد کا یہ نام نبی اکرم ﷺ کے بعد رکھا گیا ہو۔ اور راوی حدیث نے اس کا موجودہ نام ذکر کر دیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس احتمال کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استفہامیہ انداز میں تبویب کی ہے۔ اور اپنا رجحان بھی واضح کر دیا ہے۔ جب کہ صاحب فتح الباری نے لکھا ہے۔ کہ ان دونوں طرح کے احتمالات میں سے زیادہ ظاہر پہلا ہی ہے۔ کہ اس مسجد کا نام نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہی رکھا گیا ہو۔ اور جمہور علماء امت ایسی اضافت ونسبت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (۴۲۳)

البتہ بہتر ہے کہ مسجد کو اگر کسی کی طرف منسوب کرنا ہو تو یہ اضافت محض امتیاز کے لئے ہو اس میں تعصب اور انتشار وافتراق کا داعیہ کارفرما نہ ہو، اور نہ ہی اس اضافت کو اپنے یا اپنے باپ دادا کے لئے بڑائی اور فخر وریاء کا ذریعہ بنایا جائے۔ بلکہ جب مسجد خالص رضائے الٰہی کے لئے تعمیر کریں یا کروائیں تو اس کی اضافت میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور کسی ایسی شخصیت کی طرف اضافت ونسبت کریں جس میں ایسی کوئی بات نہ ہو۔

مثلاً مسجد ابوبکر صدیق، مسجد عمر فاروق مسجد عثمان غنی، مسجد علی بن ابی طالب مسجد سلمان الفارسی، مسجد صہیب الرومی رضی اللہ عنہم یا کسی بھی دوسرے صحابی کی طرف منسوب کریں جو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا مقام پا گئے ہیں۔ یا پھر انہی کی تربیت یافتہ تابعین، اور ان کی روایات کے امین آئمہ حدیث اور آئمہ مجتہدین کی طرف منسوب کریں جو نور علم وہدایت کے مینار تھے۔ اس طرح ان کی دینی خدمات کا اعتراف اور ان کی رفعتوں کو خراج تحسین پیش ہو جائے گا۔ اور مسجد کا نام بھی ہو جائے گا۔ البتہ کسی خاندان وقبیلہ اور عام شخص کی طرف یہ اضافت وانتساب بھی جائز ہے۔ لیکن اولیٰ اول ہی ہے۔

---

(۴۲۳) فتح الباری ۱/ ۵۱۵، ۵۱۶۔ اعلام الساجد ص ۳۸۴، ۳۸۵۔ فتاویٰ ثنائیہ ۱/ ۲۶۶۔ فتاویٰ علماء اہلحدیث ۲/ ۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساجد کے دروازے بند کرنا

احکام مساجد میں سے ہی ایک تو یہ ہے کہ آیا اوقات نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں مساجد کے دروازے بند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں یہ بات تو واضح طور پر کتب حدیث میں موجود ہے کہ بوقت تعمیر کے دروازوں کی جگہ رکھنے کے ساتھ ہی وہاں کے دروازے بھی لگائے جا سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان دروازوں کی کنڈیوں وغیرہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اگرچہ وہ اشارۃً ہے صراحتاً نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے ایک ترجمۃ الباب میں حضرت ابن جریج سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عبدالملک:

(لَوْ رَاَیْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَهَا) (۴۲۴)

''اے عبدالملک ابن جریج اگر تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بنائی ہوئی مساجد دیکھ لیتے (تو تمہیں پتہ چلتا کہ) ان کے اور ان کے دروازوں کی نظافت و نفاست کس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔''

اور عام مساجد تو کجا خاص بیت اللہ شریف یا خانہ کعبہ کے دروازے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ شریف میں داخل ہو گئے۔

(فَاَغْلَقُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ فَلَمَّا فَتَحُوْا کُنْتُ اَوَّلَ مَنْ وَلَجَ) (۴۲۵)

(٤٢٤) بخاری ١/٥٥٩

(٤٢٥) بخاری ١/٥٥٩ و ٣/٤٦٣

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انہوں نے (اندر جا کر اندر سے) دروازہ بند کر لیا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں اندر گیا۔"

اس حدیث میں آگے بھی کچھ الفاظ ہیں۔ لیکن ہمارا مقصود انہی الفاظ میں موجود ہے کہ خانہ کعبہ کا دروازہ تھا جسے اندر سے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے مرافقین صحابہ رضی اللہ عنہم نے بند کر لیا تھا۔ اس حدیث پر امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ الْاَ بْوَابِ وَالْغَلْقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ)

"یعنی خانہ کعبہ اور عام مساجد کے لئے دروازوں اور انہیں بند کرنے والے کواڑوں کا بیان۔"

اور کتاب الحج میں جا کر اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

(بَابُ اِغْلَاقِ الْبَیْتِ)

"یعنی بیت اللہ کے دروازوں کو بند کر لینے کا بیان۔"

اس طرح بیت اللہ شریف اور عام مساجد کے لئے دروازوں وغیرہ کا ثبوت تو مل جاتا ہے۔ اور کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو کر اس کے دروازے کو اندر سے بند کر لینے کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ اور بات صرف یہ رہ جاتی ہے۔ کہ آیا اوقات نماز کو چھوڑ کر دوسرے اوقات میں مساجد کو تالے وغیرہ لگا کر بند کرنا روا ہے یا نہیں؟

اور اس سلسلہ میں کوئی واضح و صریح دلیل تو ہماری نظر سے نہیں گزری جس سے جواز ثابت ہو بلکہ اس کے برعکس فقہاء احناف میں سے بعض نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ بلکہ صمیری نے "شرح الکفایہ" میں کہا ہے، کہ خود امام ابو حنیفہؒ کسی بھی وقت مسجد کے دروازے بند کرنے کو ممنوع قرار دیتے تھے۔ امام نوویؒ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''روضۃ الطالبین''میں''الکفایہ''سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اور اسے برقرار رکھا ہے۔ بلکہ اس کی تائید کی ہے۔ (۴۲۶)

اور مساجد کو بند کرنے کے ناجائز ہونے پر احناف کا استدلال سورہ بقرہ آیت ۱۱۴ سے ہے۔ جس میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعىٰ فِيْ خَرَابِهَا﴾

''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔''

اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت کی گئی ہے۔ جو لوگوں کو مسجدوں میں ذکر الٰہی یعنی نماز تلاوت سے روکے۔ یہاں نہ مسجد سے مراد صرف مسجد حرام ہے یا بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ ہے۔ اور نہ ظالموں سے مراد فقط بخت نصر یا اس کے تعاون کرنے والے عیسائی ہیں۔ اور نہ ہی حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو مسجد حرام کے داخلے اور طواف بیت اللہ سے روکنے والے صرف مشرکین ہی مراد ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ہی چونکہ یہ آیت عام ہے۔ لہٰذا ہر مسجد سے روکنے والے ہر شخص کو شامل ہے۔ تفصیل کے طالب بقرہ آیت ۱۱۴، اور سورہ توبہ آیت ۱۷، ۱۸ کی تفسیر دیکھ سکتے ہیں۔ ابن کثیر و قرطبی اور تفہیم القرآن وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور سورہ بقرہ کی اس آیت ۱۱۴ سے استدلال کرتے ہوئے نماز کے علاوہ اوقات میں مساجد کی تالا بندی کو ممنوع قرار دینے والی بات دل کو بھاتی ہے۔

لہٰذا متولیان مساجد کو چاہئے کہ وہ اس طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ اور مساجد کی تالا بندی کرنے اور لوگوں کو ان میں ذکر و فکر اور نماز و تلاوت جیسی

(۴۲۶) بحوالہ اعلام الساجد للزرکشی ص ۳۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادات سے روکنے کی بجائے ایک شخص کو نگران مقرر کر دیں، جو مسجد سے متعلقہ اشیاء لاؤڈ سپیکر، قالین، کلاک، ویکیوم کلینرز یا قالین صاف کرنے والی برقی مشین، پیتل کی ٹوٹیوں اور دوسری چیزوں پر نظر رکھے۔ اور رات کے وقت بھی پہرے داری کرے۔ جسے پہرے دار یا مسجد کا خادم کہا جا سکتا ہے۔ وہ ہر وقت موجود رہے۔ اور مسجد کے دروازے کھلے رکھے تاکہ وقت بے وقت آنے والوں کو اللہ کا گھر کھلا ملے۔ اور کسی پر اللہ کے گھروں سے روکنے کی یہ وعید صادق نہ آئے۔

دوسری رائے:

لیکن اس کا کیا کیجئے کہ ہر مسجد میں خادم رکھنے یا پہرے دار مقرر کرنے کی ہر متولی میں ہمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ یا مساجد کا انتظام و انصرام کرنے والے اوقاف و شئون اسلامیہ کے ادارے امام یا موذن پر پابندی عائد کر دیتے ہیں۔ کہ وہ نماز کے وقت مسجد کو کھولیں اور نماز کے بعد اسے بند کر دیں۔ اور یہ بھی چوری چکاری کی ایک مجبوری کے تحت ہوتا ہے، جو آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے درپیش ہے کیونکہ آٹھویں صدی ہجری میں پیدا اور اسی میں فوت ہونے والے علامہ زرکشیؒ نے لکھا ہے کہ:

> ''مسجدوں کو بند نہ کرنے پر عمل سلف صالحین کے عہد مبارک میں تو ممکن تھا۔ لیکن اب ایسا نہیں، بلکہ اس سلسلہ میں ایک دوسری رائے یہ ہے کہ آج کے دور میں چونکہ جرائم بہت بڑھ چکے ہیں۔ اور تو اور اللہ کے گھروں سے چوری ہونے کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ اور مسجدوں میں گھس کر مسجدوں کے ملحقہ مکانوں یا دکانوں میں نقب زنی یا دیوار پھاڑ کر چوری کا اندیشہ بھی۔ لہٰذا ان قباحتوں سے بچنے کے لئے مساجد کو بند کرنا جائز ہے۔'' (۴۲۷)

(٤٢٧) اعلام الساجد ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ تو آٹھویں صدی ہجری کے ایک فاضل کے خدشات ہیں۔ اور اب تو یہ خدشات حقائق کا روپ بھی دھار چکے ہیں۔ اور واقعی چوری چکاری کے ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کہیں ایمپلی فائر مشین، کہیں ہارن کا یونٹ اور کہیں کچھ چوری ہوتی ہے۔ لہٰذا ان حالات کے پیش نظر اس دوسری رائے پر عمل کرنا بھی روا ہوگا۔ کہ نماز کے اوقات کو چھوڑ کر باقی اوقات مثلاً طلوع آفتاب سے لے کر دوپہر بارہ بجے تک اور پھر نماز عشاء سے لے کر فجر تک مساجد کو بند کر دیا جائے۔ اور آج ان عرب ممالک میں بھی دوسری رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ بلکہ ہمارے ممالک میں ممانعت کی پہلی رائے رکھنے والے لوگ بھی ان اوقات میں مساجد کو بند کر دیتے ہیں۔ خصوصاً شہروں کے لوگ۔

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ:

> ''بلا وجہ تالا لگانا منع ہے۔ اور چوری کے ڈر اور ذکر اللہ میں رکاوٹ نہ آنے کی صورت میں جائز ہے۔'' (۴۲۸)

البتہ بند کرنے اور کھولنے والے آئمہ و موذنین کو چاہیئے کہ کسی نماز کے اذان سے معقول وقت پہلے اور کافی وقت بعد تک مساجد کھلی رکھنے کا اہتمام کریں۔ اور یہاں ان عرب ممالک میں تو اوقات و امور اسلامیہ کی طرف سے باقاعدہ حکم ہے کہ ہر نماز سے کم از کم ۱۰......۱۵ منٹ پہلے مسجد کھولیں۔ اور کم از کم آدھا گھنٹہ، ۲۰ منٹ تک نماز کے بعد بھی کھلی رہنے دیں۔ اور پھر بند کر دیں۔ جیسا کہ بعض آئمہ و مؤذنین اور اوقاف سے متعلقہ لوگوں سے رابطہ کرنے پر ہمیں معلوم ہوا ہے۔

اب اگر کوئی صاحب اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے نمازیوں کو اتنا وقت

---

(۴۲۸) فتاوی نزیریہ ۲۵۶/۱۔ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ۹۵/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں دیتے۔ تو یہ ان کی غلطی ہے۔ اور اس کے وبال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اور اس رائے پر عمل کی صورت میں جن مساجد میں خادم یا دربان رکھے گئے ہوں، جیسا کہ ہمارے ملک میں عموماً ہوتا ہے۔ تو ان لوگوں کو علامہ تاج الدین سبکیؒ کی بات پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ "معید النعم" میں لکھتے ہیں کہ:

''دربان یا خادم کو مسجد کے دروازے کے قریب ہی کہیں رات بسر کرنی چاہئے، تاکہ اگر کوئی نمازی تہجد وغیرہ کے لئے رات کے وقت مسجد میں آنا چاہے تو آسکے۔ اور بعض لوگ عشاء کے بعد یا کسی دوسرے وقت جب ایک مرتبہ دروازہ بند کریں تو پھر کسی کے آنے پر نہیں کھولتے ان کے لئے یہ رویہ درست نہیں ہے۔'' (۴۲۹)

علامہ سبکی رحمہ اللہ کے اس بیان کی روشنی میں ان خادموں اور دربانوں کو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے جو باوجود ضرورت کے مساجد و مدارس کے دروازے بند رکھتے ہیں۔ اور صرف نماز باجماعت کے وقت ہی کھولتے ہیں۔ اور کوئی کسی دوسرے وقت ضرورت سے آئے تو یہ خود بخود موجود ہونے کے باوجود اندر داخل نہیں ہونے دیتے۔

اور علامہ جمال الدین قاسمی نے ''اصلاح المساجد'' میں لکھا ہے:

''کہ مساجد و مدارس کے دروازے بلا ضرورت بند رکھنا تو بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ رات کے وقت چوری وغیرہ کے ڈر سے دروازے بند کر سکتے ہیں۔ اور ایسی کسی ضرورت کے واقعی یا غیر واقعی ہونے کا لحاظ بھی کرنا ہوگا۔''

اور مسجد کے خادم یا دربان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''کسی ایسی واقعی ضرورت کی وجہ سے مسجد کے دروازے بند کرنے کی صورت میں اس کا فرض ہے کہ وہ دروازے کے قریب سوئے تاکہ کسی

(۴۲۹) بحوالہ اصلاح المساجد ص ۲۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اٹھانے سے اٹھ سکے۔ اسے جو تنخواہ ملتی ہے۔ وہ اسی لئے ملتی ہے کہ مسجد میں آنے والوں کو اس کی وجہ سے سہولت رہے۔ اگر وہ اس کا لحاظ نہیں رکھے گا تو ان کے بقول اس کی تنخواہ جائز نہیں ہوگی۔'' (۴۳۰)

متروک مسجد کا سامان اور زمین

آداب واحکام مسجد کے سلسلہ میں ضروری باتیں ہم نے ذکر کر دی ہیں۔ اور اس موضوع کی ایک آخری بات جو ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر کسی گاؤں یا آبادی میں کوئی مسجد ہو اور وہ گاؤں یا آبادی مرور زمانہ کے بعد کسی بھی سبب سے اجڑ جائے وہاں کوئی انسان آباد نہ رہے۔ اور نہ ہی کوئی نماز پڑھنے والا قریب قریب موجود ہو تو اس مسجد کا کیا کرنا چاہیئے؟

اور اگر کوئی مسجد کسی وجہ سے متروک و معطل ہو جائے یعنی قریب ہی نئی مسجد تعمیر ہو جانے کی وجہ سے اس مسجد کو نماز سے بند کر دیا گیا ہو تو اس مسجد کو کیا کرنا چاہیے؟ ان دونوں صورتوں میں مسجدوں کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسجد چونکہ اللہ کے نام پر وقف زمین پر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ گاؤں یا آبادی رہے یا نہ رہے وہ زمین وقف ہی رہے گی۔ وہ وقف کرنے والے کی ملکیت میں نہیں آئے گی۔ اس پر تمام آئمہ وفقہاء کا اتفاق ہے سوائے امام محمد بن حسن شیبانی کے۔ وہ جگہ وقف کی صورت میں ہی پڑی رہے گی۔ اور ساتھ والی دوسری نئی مسجد کی تعمیر و ترقی میں اس جگہ کی آمدنی کو صرف کیا جائے گا۔ اور جس طرح عام وقف اشیاء کا حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ زمین بھی ہوگی۔ (۴۳۱)

---

(۴۳۰) بحوالہ اصلاح المساجد ص ۲۷۸

(۴۳۱) فتاوی ثنائیہ ۳۲۸/۱۔ فتاوی علمائے حدیث ۵۰/۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب رہی دوسری صورت کہ مسجد تو باقی ہے۔ لیکن آبادی نہیں رہی۔ لوگ کسی وجہ سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔ اور وہاں نماز کوئی نہیں پڑھتا تو ظاہر ہے کہ وہ مسجد متروک ہو جائے گی۔ اور اگر اسے اسی حالت میں رہنے دیا جائے تو وہ چور خانہ بن جائے گی، یا پھر لوگ اس کا سامان نکال کرلے جائیں گے۔ ان خدشات کے پیش نظر کہ اس مسجد کو قرآن وحدیث کی تعلیم کا مدرسہ بنایا جائے۔ (۴۳۲)

یا پھر اسے توڑ کر اس کا جملہ سامان لکڑی، لوہا، قالین، دریاں اور پنکھے وغیرہ محفوظ کر لئے جائیں۔ یا پھر ان اشیاء کو بیچ کر ان کی قیمت محفوظ کر لیں اور وہ کسی دوسری مسجد پر صرف کر دیں۔ (۴۳۳)

اور اگر اسی سامان کو کسی دوسری مسجد کے بنانے میں لگا لیا جائے تو بھی فقہاء شافعیہ میں سے متولی، ابن الصباغ اور قاضی کے بقول یہ جائز ہے۔ اور متولی کے بقول اولیٰ یہ ہے کہ وہ اشیاء کسی قریب تر جگہ کی مسجد میں لگائی جائیں۔ لیکن اگر کسی دور کی مسجد میں بھی صرف کر دیں تو بھی جائز ہے۔ البتہ یہ ہرگز جائز نہیں کہ کسی ایسی مسجد کی اشیاء لکڑی، لوہا وغیرہ کو سراؤں، پلوں یا کنوؤں پر لگایا جائے۔

بلکہ ایک مسجد کا سامان کسی مسجد میں ہی لگایا جائے گا۔ ایسے ہی مسجد کے قالین، دریاں اور قندیلیں (یا بلب اور ٹیوبیں نیز پنکھے اور ائیر کنڈیشنرز) وغیرہ بھی کسی دوسری مسجد میں لگا دیئے جائیں۔

اور کتاب الکافی میں خوارزمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے فقہاء متروک مسجد کی اشیاء کو کہیں منتقل کرنا روا قرار نہیں دیتے۔ لیکن پھر خود انہوں نے اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ میرے نزدیک زیادہ مفید تر بات یہ ہے کہ ان اشیاء کو کسی دوسری مسجد میں منتقل کر دینا چاہئے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا گیا ہے۔

(۴۳۲) فتاویٰ علمائے حدیث ۲/ ۵۰

(۴۳۳) "الاعتصام" جلد ۲، شمارہ ۸۔ فتاویٰ علمائے حدیث ۲/ ۶۴، ۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کمپنی کی رہائشی کالونی میں عارضی طور پر کوئی مسجد بنائی گئی ہو۔ اور وہ ایک عرصہ تک رہے اور اس کی ضروریات کے لئے کچھ لوگ مل کر ایک فنڈ بنائیں۔ جس سے اس مسجد کو ضروریات پوری کی جاتی رہیں۔ اور پھر کسی کو منتقل ہو جائے گا۔ زمین پہلے ہی وقف نہیں۔ بلکہ وہاں مسجد موقت تھی۔ اور اس کے لئے جو فنڈ بنایا گیا تھا۔ اس میں جتنا پیسہ باقی ہوا سے کسی دوسری مسجد پر صرف کر دیا جائے گا۔ جو قریب ہو، یا پھر انتظامیہ کمیٹی جہاں چاہے۔

کرائے کی جگہ کو مسجد بنانا

اور یہ کمپنیوں کی نقل مکانی کا سلسلہ چونکہ عام ہے۔ اور فنڈ یا بجٹ اور ایسی موقت مساجد کے فاضل سامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا فقہاء کی بیان کردہ ان تفصیلات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ تو کسی کی جگہ پر زمین کے مالک کی رضاء و مرضی سے موقت مسجد کی بات ہے۔ جب کہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سوا تمام آئمہ رحمہم اللہ کے نزدیک تو یہ بھی جائز ہے۔ کہ کوئی مکان کرائے پر لیا جائے اور اسے نماز پڑھنے کے لئے مسجد کے طور پر استعمال کیا جائے اور علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے اس کے جواز کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "کرائے پر لی گئی اس جگہ سے منفعت حاصل کرنا اور فائدہ اٹھانا ایک مقصود و مطلوب امر ہے۔ اور جب اپنے سونے اور سامان وغیرہ رکھنے کے لئے کرائے پر گھر لیا جا سکتا ہے۔ تو (کسی ایسی جگہ جہاں مسجد نہ ہو اور بنانے کی بھی اجازت نہ ہو یا بنانے کی طاقت نہ ہو تو) وہاں نماز کے لئے کوئی گھر کرائے پر کیوں نہیں لیا جاسکتا ہے؟ (۴۳۴)

(٤٣٤) اعلام الساجد ص ٤٠٠

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قارئین کرام! محدثین وفقہاء اور مصلحین علماء نے آداب واحکام مساجد کے سلسلہ میں بہت تفصیلات بیان کی ہیں۔ اور بعض اہل علم نے تو اس پر مستقل کتابیں بھی لکھیں ہیں۔ جیسے ''اعلام الساجد'' علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ اور ''اصلاح المساجد'' علامہ محمد جمال الدین قاسمی ہیں۔''

ان میں سے مسجد حرام مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے آداب واحکام سمیت عام مساجد کے سلسلہ میں سینکڑوں احکام و مسائل اور آداب ذکر ہیں۔

لیکن ہم نے اپنے موضوع کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ضروری ضروری احکام ومسائل اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی عنایت سے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اخلاص کی نعمت سے سرفراز کرے۔ ہماری محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ توفیق مزید ارزاں فرمائے۔ اور ہم سب کے لئے انہیں اصلاح عمل اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّق

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر

الحکمۃ الکبریٰ ، الخبر ۳۱۹۵۲

(سعودی عرب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری دیگر مطبوعات

جہاد اسلامی

صفحات: 168

فضائل، مسائل، حقائق

- امت کے عروج وزوال کے اسباب۔
- جہاد ومجاہدین، غازیان وشہداء کا مقام ومرتبہ۔
- عزلت نشینی وگوشہ نشینی کی شرعی حیثیت۔
- مال غنیمت میں خیانت کا انجام۔
- جہاد اسلامی پر اعتراضات اور جوابات۔
- دوران جہاد مجاہدین کے لئے ضابطہ ہائے اخلاق۔
- معاہدین کے بارے میں اسلامی تعلیمات۔
- اشاعت اسلام میں تلوار کا حصہ۔
- جہاد سے متعلقہ دیگر کئی مباحث کو بالتفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔

وجوب نقاب وحجاب

- اس کتاب میں خواتین کے لئے چہرے کے پردہ کے وجوب کو قرآن کریم احادیث رسول ﷺ آثار صحابہؓ وتابعین اور اقوال آئمہ وفقہاء کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔
- فریق مخالف کے دلائل اوران کا تجزیہ بھی کر دیا گیا ہے۔

صفحات: 192

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف سپاس و تشکر

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ

جماعة مسجد الامام ابو حنيفه

قاعدة الملك عبدالعزيز الجوية ، الظهران

(ظہران ائیر بیس، سعودی عرب)

نے تعاون کیا ہے

فجزاهم الله خيرا في الدنيا والآخرة

لہٰذا ہم اسے تجارتی وکاروباری نقطہ نظر سے نہیں

بلکہ محض دعوتی وتبلیغی انداز سے

آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

ابو عدنان محمد منیر قمر

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

کی

چند علمی و تحقیقی تالیفات

- آئینہ نبوت
- رمضان المبارک
- مسنون ذکر الٰہی
- قبولیت عمل کی شرائط
- وجوب نقاب و حجاب
- ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت
- اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفہ جہاد
- آمین معنیٰ و مفہوم مقتدی کے لیے حکم
- گلدستہ نصیحت کے پچاس پھول
- سوئے حرم (حج، عمرہ اور قربانی)
- مساجد و مقابر اور مقامات نماز
- مذمت زناکاری و فحاشی
- دخول جنت کے تیس اسباب
- نماز کے لئے مردوزن کا ضروری لباس
- طریق الامان عن عمل الشیطان ([illegible])
- جمعۃ المبارک
- نماز کے مبطلات و مباحات
- شراب کی حرمت و مذمت

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ۔ تحصیل ڈسکہ۔ سیالکوٹ۔ پاکستان